سیرت صحابیات: 1/2

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ

رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں

اُمہات المومنین
اور
بناتِ طاہرات کا کردار

ڈاکٹر نصیر خان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعوتِ دین کا کام کرنے والی خواتین کے لیے راہ نما کتاب

رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں

اُمہات المومنین رضؓ

اور

بناتِ طاہرات رضؓ کا کردار

ڈاکٹر نصیر خان

اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

نام کتاب : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت میں اُمہات المومنینؓ اور بناتِ طاہراتؓ کا کردار

مصنف : سکواڈرن لیڈر ڈاکٹر نصیر خان

ایم اے، بی ایڈ، الشہادۃ العالمیۃ، پی ایچ ڈی (اسلامیات)

سابق ڈپٹی ڈائریکٹر دینی اُمور، ائیر ہیڈکوارٹرز پشاور

رابطہ: 03219893411

naseerkhandr@gmail.com

اشاعت : اگست ۲۰۲۵

اِسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

منصورہ ملتان روڈ، لاہور پاکستان

فون : 042-35252501-2

وٹس ایپ : 0321-4942120

موبائل : 0322-4673731

ویب سایٹ : www.islamicpublications.pk

ای میل : islamicpak@gmail.com

مطبع : اے این اے پریس، لاہور

....

ارشادِ باری تعالیٰ

﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَداً ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبۃ۹:۱۰۰)

وہ مہاجرین و انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ اُن کے پیچھے آئے، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

اِنتساب

اُن باہمت خواتینِ اسلام کے نام جو اِس مادی دور میں بھی صحابیات ؓ کے سے جذبے کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی طریقۂ زندگی پر چلنے اور آپ کے لائے ہوئے دین کو قائم کرنے اور پھیلانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے علم، عمل، عزم، صبر و اِستقامت، حوصلے اور سعی و جہد میں اِضافہ فرمائے، اُن کی خدمات کو قبول فرمائے اور اُن کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین

فہرستِ مضامین

بابِ دوم

اِختصارات

جن کتابوں کے لیے رُموز و اِختصارات کا استعمال کیا گیا ہے اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) إتحاف الوریٰ	إتحاف الوری بأخبار أمر القریٰ
(۲) الاستیعاب	الاستیعاب فی أسماء الأصحاب
(۳) ابن إسحاق	المبداء والمبعث والمغازی
(۴) الإصابة	الإصابة فی تمیز الصحابة
(۵) الأعلام	قاموس تراجم لأشهر الرجال والنساء من العرب والمستغربین والمستشرقین
(۶) تاریخ إسلام	تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام
(۷) تاریخ طَبَری	تاریخ الأمم والملوك
(۸) حِلیة الألیاء	حِلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء
(۹) الخصائص الکبریٰ	کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب
(۱۰) ابن خَلِکان	وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان
(۱۱) الدُّرَر	الدرر فی اختصار المغازی والسیر
(۱۲) زاد المَعاد	زاد المعاد فی هدی خیر العباد
(۱۳) زُرقانی	شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنية بالمنح المحمدية

(۱۴) السیرۃ الحلبیۃ	إنسان العیون فی سیرۃ الأمین والمامون
(۱۵) صحیح البخاری	الجامع المسند الصحیح المختصر من اُمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ و أیامہ
(۱۶) العِبر	العِبر فی خبر من عبَر
(۱۷) وَفاء الوَفاء	وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ
(۱۸) الوَفاء	الوفاء بأحوال المصطفیٰ
(۱۹) المُستدرَک	المستدرک علی الصحیحین
(۲۰) مُرُوج الذھب	مروج الذھب ومعادن الجوھر
(۲۱) المُنتظَم	المنتظم فی تاریخ الأمم والملوک
(۲۲) ابن ہِشام	السیرۃ النبویۃ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِينَ۔ آمین۔

معاشرے اور خاندان کی بنیاد مرد و عورت کی ترکیب سے پڑتی ہے۔ والد اور والدہ، میاں اور بیوی، بہن اور بھائی، بیٹا اور بیٹی خاندان کی اہم اِکائیاں ہیں۔ خاندان کی اِن لازمی اکائیوں کی فلاح و بہبود اور تعمیر و اصلاح معاشرے کی ترقی اور اِستحکام کے لیے یکساں ضروری ہے۔

معاشرے اور خاندان کے بناؤ اور بگاڑ میں عورت کا کردار مرد سے زیادہ ہے۔ اولاد کے اخلاق و کردار کی تشکیل میں ماں کا کردار باپ سے زیادہ اور دُور رس اثرات کا حامل ہے۔ پیدائش کے پہلے ہی سال سے بچہ ماں سے متاثر ہونا شروع ہوتا ہے بلکہ دورانِ حمل بھی ماں کے اَخلاق اور افکار اُس کی شخصیت پر اثر ڈالتے ہیں۔ ماں کے بعد باپ، خاندان اور معاشرے کا نمبر آتا ہے۔ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ جہاں کا پڑھا ہوا سبق بچے کے نظریات اور عادات پر اَنمٹ اثرات چھوڑتا ہے۔ اس لیے خاندان، معاشرے اور قوموں کی تعمیر و تشکیل اور تنزل و ترقی میں ماں کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔

میاں بیوی کے تعلق کا بھی یہی حال ہے۔ ایک آدمی اپنی اہلیہ کے تعاون کے بغیر کوئی بڑا معرکہ سر نہیں کر سکتا۔ اگر بیوی گھریلو اُمور، بچوں کی دیکھ بھال، تعلیم و تربیت، عفت کی حفاظت، کفایت شعاری، اطاعت، محبت، حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے اس کی مدد کرے تو وہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ کوئی بھی اہم کام انجام دے سکے گا۔ بصورتِ دیگر اس سے کوئی بڑا کارنامہ دکھانے کی توقع رکھنا عبث ہوگا۔ اسی طرح بیٹی اور بہن بھی کسی نہ کسی

طرح آدمی کو مثبت یا منفی طور پر متاثر کرسکتی ہیں۔

عورت کے ہمہ جہتی کردار اور معاشرے پر اس کے اثرات کے بارے میں ایک مغربی مفکر (A.Marton) کہتا ہے:

If we would know the political and morale condition of a state,we must ask what rank women hold in it;their influence embrace the whole of life. [1]

''اگر ہم کسی ریاست کی سیاسی حالت یا قوتِ مقابلہ کا اندازہ لگانا چاہیں تو ہمیں معلوم کرنا ہوگا کہ اس میں عورتیں کس درجے کی ہیں۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اس کا عکس شامل ہوگا۔''

ایک مسلمان معاشرے میں عورت کی اصلاح و تربیت کی بے حد اہمیت ہے۔ آج ہمارے معاشرتی بگاڑ کا اگر جائزہ لیا جائے تو عورت کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کی ضرورت دو چند ہو کر سامنے آتی ہے۔ مسلمانوں میں شرح تعلیم دنیا کی دیگر اقوام سے کم ہے اور عورتوں میں تو یہ خطرناک حد تک کم ہے جو برائے نام تعلیم ہے اس میں بھی اسلامی تربیت کا فقدان ہے۔ تعلیم کی کمی، مخلوط تعلیم، نظامِ تعلیم کی خرابی اور میڈیا کے منفی کردار کو ایک مضبوط خاندانی نظام کے ذریعے، جہاں معاشرتی اقدار کا احترام پایا جاتا ہو، کافی حد تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنا ہمارا فرض ہے۔

خاندان اور خاندان میں عورت کے کردار کی اہمیت سے مغربی دنیا غافل نہیں ہے وہ اسلامی دنیا میں اسی نظام کو تباہ کرنے اور اس طرح معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے اپنے تنخواہ دار ایجنٹوں کے ذریعے سرگرم عمل ہے۔

اس سازش سے اسلامی معاشرے اور مسلمان خواتین کو بچانا ضروری ہے۔ معاشرتی استحکام کے لیے خاندان کی مضبوطی بنیادی اہمیت رکھتی ہے اور خاندان کے حصار کو

[1] The World Great Quotations, p12

مضبوط کرنے کے لیے عورت کی اصلاح وتربیت بے حد ضروری ہے۔اس میدان میں کام کرنے کے دو طریقے ہیں۔ایک خود عورت کی اصلاح وتربیت اور دوسرا عورت کے ذریعے اسلامی معاشرے کی اصلاح کی کوشش۔ یہ دونوں ضروری ہیں۔اس میدان میں عورت کے کام کا دائرہ وسیع تر ہے۔

محترم نعیم صدیقیؒ لکھتے ہیں:

اگر کوئی مرد تحریک اسلامی کا خادم بنتا ہے تو صرف اپنی ذات ہی کو اپنے ساتھ لاتا ہے، لیکن جب کوئی عورت اس انقلاب میں حصہ دار بنتی ہے تو اپنی ذات کو بھی اپنے ساتھ لاتی ہے اور ذات کے ساتھ انسان سازی کا ایک پورا کارخانہ بھی اس تحریک کے قبضے میں آجاتا ہے اور جتنے پیچ پرزے اس کارخانے سے تیار ہو کر نکلتے ہیں وہ کسی غیر اسلامی مشین میں استعمال ہونے کی جگہ اسلام کی کل ہی میں نصب ہونے کے قابل ہوتے ہیں۔[1]

انسانی نفسیات کے لیے رول ماڈل ایک پرکشش تصور ہے جس کے اِتباع میں انسان زندگی گزارنا چاہتا ہے۔آج پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ہمارے نوجوانوں کے جذبات سے کھیلنے اور پیسہ کمانے کی غرض سے اُن کے سامنے خود ساختہ اور چھوٹے چھوٹے کرداروں کو رول ماڈل کے طور پر پیش کرتا ہے اور بد قسمتی سے ہمارا نوجوان طبقہ بھی کوئی مناسب راہ نمائی نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔جس کے نتیجے میں ہمارا تہذیبی اور قومی مستقبل خطرے میں ہے۔

مسلمانوں کے لیے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ وصحابیاتؓ کا اُسوۂ مبارکہ بہترین ماڈل ہے۔مسلمان خواتین کے لیے بطورِ خاص صحابیات رول ماڈل ہیں کیونکہ خواتین ہونے کے ناطے اس میں ان کے لیے ایک طبعی موانست موجود ہے۔صحابیاتؓ کی سیرت سے اُن کو وہ حرارت مل سکتی ہے جس سے وہ اپنی زندگیوں کو بدل کر

---

[1] عورت معرضِ کشمکش میں، ص ۷۸

اسلامی معاشرے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکتی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مقصد کے لیے ایسا مفید اور مستند لٹریچر تیار کیا جائے جو دعوتی بھی ہو اور تحقیقی اصولوں کے مطابق بھی ہو، جس سے خواتین اپنے مقام اور ذمہ داریوں کا شعور اور اپنی اصلاح و تربیت کے لیے راہ نمائی حاصل کرسکیں۔قرآن وسنت میں خواتین کے حقوق و فرائض کے مطالعے کے ساتھ ساتھ دورِاول کی پاک نفوس خواتین کی خدمات کا تذکرہ اس مقصد کے لیے بے حد مفید ہے۔

محترم نعیم صدیقیؒ نے سیرت النبی ﷺ پر اپنی شاہکار تصنیف ''محسن انسانیت'' کی تکمیل کے بعد اس موضوع پر تحقیقی کام کے بقیہ مراحلِ کار کے ضمن میں جن موضوعات پر کام کرنے کی سفارش کی ہے ان میں یہ بھی شامل ہے کہ ''خواتین نے کس کس طرح حضور کی جدوجہد میں تعاون کیا''۔ [1]

اسی لیے میں نے Ph.D کے مقالے کے لیے اہل علم کے مشورے سے ''رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں صحابیاتؓ کا کردار'' کا موضوع منتخب کیا اور خالص اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کام کا آغاز کردیا۔چونکہ موضوع کافی وسیع ہے اس لیے مواد کی تلاش کے سلسلے میں سیکڑوں کتابوں اور درجنوں لائبریریوں کو دیکھنا پڑا۔

تاریخ کی کتابوں میں عموماً مردوں کا تذکرہ زیادہ ہے کیونکہ مرد کی ذمہ داریوں کا تعلق بیرونِ خانہ سے ہے۔جنگوں،حکومتوں کے عروج وزوال اور سیاسی نظام کی نگرانی میں مردوں کا کردار ہمیشہ سے نمایاں رہا ہے جو مؤرخ کو جلد معلوم ہوجاتا ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ سرے سے خواتین کی خدمات کا تاریخ میں ذکر ہی نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں صحابیاتؓ کے حالات کم دستیاب ہیں۔صحابیاتؓ یا خواتین کے بارے میں نسبتاً کم مواد کی دستیابی کی وجہ مؤرخین کا

---

[1] محسن انسانیت،ص ۵٦٦

تعصب نہیں بلکہ عورتوں کا وہ دائرہ کار ہے جس کا بنیادی میدان اُن کا گھر ہے اور ظاہر ہے کہ بالعموم گھر کے اندر کام کرنے والوں کے حالات باہر کام کرنے والوں کے مقابلے میں کم ہی دستیاب ہو سکتے ہیں۔

میں نے جب اس موضوع پر مواد کی تلاش شروع کی تو توقع سے بڑھ کر مواد پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محدثین، اربابِ سیر اور مؤرخین کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اپنی کتب میں جا بجا خواتین کی خدمات کو محفوظ کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو تلاش کیا جائے اور اس کی جدید انداز میں تدوین کر کے ایسے نتائج اخذ کیے جائیں جو فکر و عمل کے لیے مفید ہوں۔ زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کاوش ہے۔

اُردو میں صحابیات کے موضوع پر متعدد کتابیں موجود ہیں۔ جن میں نمایاں درج ذیل ہیں:

مولانا سعید انصاریؒ کی کتاب ''سیر الصحابیات'' کافی مشہور ہے جس میں مولانا عبدالسلام ندویؒ کی ''اُسوۂ صحابیات'' بھی شامل ہے۔ سیر الصحابیات میں پینتالیس صحابیاتؓ کا تذکرہ ہے۔ یہ بیسویں صدی کے شروع میں لکھی جانے والی ایک مختصر مگر عمدہ کتاب ہے۔ اور اردو خوان طبقہ میں مقبول ہے۔

دوسری کتاب نیاز فتح پوری کی ''صحابیات ہے''۔ نیاز صاحب کی اس کتاب پر بھی ان کی دیگر کتب کی طرح سرقے کا الزام ہے۔ محققین کی رائے ہے کہ یہ دراصل ''سیر الصحابیات'' سے سرقہ کی ہوئی ہے۔[1] اس کے باوجود نیاز صاحب نے اس میں کئی اضافے کیے ہیں اور ذیلی عنوانات کو بھی بہتر کیا ہے۔

تیسری مشہور کتاب طالب ہاشمی کی ''تذکار صحابیاتؓ'' ہے۔ یہ ایک دلچسپ اور خوبصورت انداز میں لکھی گئی مفصل کتاب ہے، لیکن اس میں حوالہ جات اور ذیلی عنوانات کا اہتمام نہیں ہے۔ زبان بھی قدرے مبالغے کی ہے۔ متعدد صحابیات کا صرف تعارف ہے۔

---

[1] خالد جامعی، سید (مرتب): جریں، ج ۲۷، مقدمہ ص CV

لازمی عربی اقتباسات بھی نہیں دی گئی ہیں۔اس کے باوجود عوام کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے کیونکہ یہ انھی کی ضروریات کے لیے لکھی گئی ہے اور اُن میں مقبول بھی ہے۔ البتہ اہل تحقیق کی ضروریات پوری نہیں کرتی۔

احمد خلیل جمعہ کی ''نساء من عصر النبوۃ'' اور ''نساء مبشرات بالجنۃ'' بھی بالترتیب ''عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین'' اور ''جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین'' کے نام سے اردو زبان میں ترجمہ ہو کر چھپ گئی ہیں۔ترجمہ اتنا لفظی اور ناقص ہے کہ قاری ایک دو صفحے پڑھ کر ہی اُکتا جاتا ہے۔اگر تکرارِ کلمات کو حذف کیا جائے تو ان کتابوں کی ضحامت آدھی رہ جائے گی۔اصل عربی کتاب تو نہ مل سکی لیکن ترجمے کے مندرجات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ادبی انداز میں لکھی گئی عمدہ کتابیں ہوں گی۔

اِن کے علاوہ بعض کتابیں بطورِ خاص ازواج مطہراتؓ اور بنات طاہراتؓ مثلاً: ''اُمہات المومنین مع بنات اربعہ،قدم بہ قدم'' وغیرہ یا اُن میں کسی ایک خاتون کی حیات پر لکھی گئی ہیں۔

اِن میں سے ہر کتاب کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں اور اس طرح کمزور پہلو بھی ہیں۔ مروّجہ کتابوں میں عموماً روایات کے درمیان موجود خلا کو افسانوی طرز پر اپنے اندازوں سے اس طرح پُر کیا گیا ہے کہ روایت اور اندازوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا مشکل ہے۔تاریخ وسیر کی کتابوں سے واقعات کا انتخاب بھی ایک نازک مسئلہ ہے جو مستند یا غیر مستند اور عملاً مفید یا غیر مفید ہونے کے لحاظ سے طویل مطالعے کے ساتھ ساتھ طویل غور وخوض کا متقاضی ہے۔اس لحاظ سے بھی مروجہ کتب میں تساہل موجود ہے۔اس میدان میں علمی اُسلوب پر حوالہ جات کا اہتمام تو شاید ہی کوئی مصنف کرتا ہو۔مارکیٹ کی ضروریات مصنف پر تحقیق کی ضروریات سے زیادہ حاوی رہتی ہیں،جس کی وجہ سے عوام الناس کے علمی ذوق کا ترقی کرنا تو دور،مزید گھٹتا جا رہا ہے۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ ہر انسانی کام میں کوئی نہ کوئی خامی رہ ہی جاتی ہے، اس حقیقت سے علمی کاوشیں بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ایک محقق کی کمی کو دوسرا محقق پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ زمانے کی ضروریات کے لحاظ سے بھی تحقیقی کام میں تبدیلی اور بہتری کی گنجائش نکلتی رہتی ہے۔ علمی ترقی کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ اس میں، میں بھی اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ڈال کر خوشی محسوس کر رہا ہوں۔

میں نے اپنے تحقیقی کام میں درج ذیل خصوصیات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۱) اُمہات المؤمنین کا تذکرہ اُن کا رسول اللہ ﷺ سے نکاحوں کی ترتیب سے کیا گیا ہے۔

(۲) اُن کے بنیادی تعارفی کوائف مختلف کتابوں سے تلاش کر کے شروع میں یکجا کر دیے گئے ہیں۔ تلاش کے باوجود کوائف کی جو تفصیلات نہیں مل سکیں، ان کے بارے میں دستیاب معلومات پر اکتفا کرنا پڑا۔

(۳) مواد کی تلاش اور انتخاب میں کتبِ حدیث کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ جو واقعہ حدیث کی کسی کتاب میں دستیاب ہو سکا ہے وہ تاریخ وسیر کی کتابوں سے نہیں لیا گیا ہے البتہ اگر ان میں کوئی اضافی بات ملی تو درج کر دی گئی ہے۔

(۴) حدیث اور سِیَر کی کتابوں سے بے شمار ایسے واقعات کو دریافت کیا گیا ہے جو سیرت صحابیات کے موضوع پر لکھی جانے والی مروجہ کتابوں میں نہیں ملتے۔

(۵) یہ مقالہ بنیادی طور پر خواتین کی اصلاح وتربیت کے لیے لکھا گیا ہے اس لیے تمام واقعات کو دعوتی اور اصلاحی نقطۂ نظر سے ترتیب دیا گیا ہے۔ دعوت کو وسیع تر تناظر میں دیکھا گیا ہے جس میں تبلیغ دین، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تنقید برائے اصلاح، اِشاعتِ علم، جہاد، راہ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں پر صبر واستقامت، جانی اور مالی ایثار، داعیِ اعظم کی اطاعت، محبت اور وفاداری شامل ہیں۔

(٦) غیر ضروری تشریحات اور لمبے چوڑے تبصروں سے گریز کیا گیا ہے۔ ہر مفید واقعے کو ایک مناسب عنوان کے تحت درج کیا گیا ہے جس سے اس کے مندرجات واضح ہوں۔ زندگی میں تحریک پیدا کرنے کے لیے مواد کو عمل سے جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مطالعہ کرنے والوں سے بھی گزارش ہے کہ اپنے عمل کو اپنے علم سے جوڑنے کی مسلسل کوشش جاری رکھیں کیونکہ علم نافع وہی ہے جس پر عمل کیا جائے۔

(٧) فقہی مباحث سے اجتناب کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ اس لیے اس کے مندرجات سے اختلافی فقہی مسائل کے لیے اِستدلال نہ کیا جائے۔

(٨) زبان سادہ استعمال کی گئی ہے۔ مشکل الفاظ، مشکل تراکیب، تشبیہ و اِستعارات اور مبالغے سے گریز کی کوشش کی گئی ہے۔ عربی عبارات اور خاص خاص اُردو الفاظ پر بہتر تفہیم کی خاطر اِعراب لگا دیے گئے ہیں۔ عربی عبارات کا ترجمہ رواں اُردو میں دیا گیا ہے۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تحقیق کا کام مکمل ہوا اور کراچی یونیورسٹی نے ٢٠٠٩ میں ڈگری سے بھی نوازا۔ میری محنت کا فائدہ عوام تک صرف اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے کہ مقالے کو عوام تک پہنچانے کے لیے شائع کیا جائے۔ ہمارے ملک میں اس طرح کے کاموں کی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے اکثر مقالے اشاعت کے انتظار میں الماریوں ہی کی زینت بنے رہتے ہیں، جس سے میرا مقالہ بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ خوش قسمتی سے اسلامک پبلی کیشنز لاہور جو کہ ایک نظریاتی ادارہ ہے، کے تعاون سے اب یہ خواہش بھی عملی صورت اختیار کر رہی ہے۔

اِشاعت کے نقطۂ نظر سے جب مقالے کا جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ یہ کافی ضخیم ہے، جس کو یکجا شائع کرنا قاری کے لیے اُکتاہٹ کا باعث بن سکتا تھا، اس لیے مشورے کے بعد فیصلہ ہوا کہ اس کے مختلف حصوں کو الگ الگ شائع کیا جائے۔

سر دست مقالے کے دو حصوں جو رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں اُمہات المؤمنین ؓ اور آپ کی بنات طاہراتؓ کے کردار سے متعلق ہیں، کو شائع کیا جا رہا ہے، جو مقالے کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ ہے۔ مقالے کے دیگر اجزا جو مہاجرات اور انصاریات کی خدمات، اور اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے مقام و کردار سے متعلق ہیں، وہ ان شاء اللہ عن قریب شائع کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم کے بعد اپنے اس اہم علمی کام کی تکمیل میں مجھے بے شمار اہل علم کی راہ نمائی اور مدد حاصل رہی، جن کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

اپنے شفیق اور ملنسار سپر وائزر جناب ڈاکٹر عبید احمد خان کی شفقت، راہ نمائی، تعاون اور حوصلہ افزائی کی بدولت میں اپنا کام بروقت پایہ تکمیل تک پہنچا سکا ہوں ۔ ملک کے معروف سیرت نگار جناب طالب ہاشمیؒ نے اپنی مصروفیات اور پیرانہ سالی کے باوجود متعدد بار خطوط کے بروقت جوابات دے کر راہ نمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ جامعہ فاروقیہ کراچی کے اُستادِ حدیث و مدیر معہد عربی مولانا ولی خان المظفر (حال الغزالی یونیورسٹی کراچی)، مولانا عزیز الرحمٰن اور ناظم کتب خانہ مولانا خادم الرحمٰن نے بھی بھر پور تعاون کیا۔ بریگیڈیئر (ر) مولانا ڈاکٹر فیوض الرحمٰن برابر راہ نمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

ڈاکٹر عامر طاسین، ڈائریکٹر مجلس علمی فاؤنڈیشن کراچی، اور ڈاکٹر محمود حسین لائبریری، دارالعلوم کورنگی لائبریری ،لیاقت لائبریری ،ادار ہ معارف اسلامی اور پی اے ایف ائیروار کالج لائبریری کے منتظمین نے کتابوں کی فراہمی میں مدد کی۔

اُستادِ محترم مولانا حافظ ضیاء اللہ شفیق کی بھر پور مدد اور راہ نمائی ہر ہر قدم پر شامل حال رہی۔ اُستاد محترم مولانا محمد صفی اللہ تسلسل کے ساتھ اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ مؤخر الذکر دونوں اصحاب علم نے پورے مقالے کو بالاستیعاب پڑھا اور اس کی غلطیوں کی اصلاح کی۔ جس کا میں بطورِ خاص ممنون ہوں۔

برادرِعزیز مولانا واجد علی بھی خاص شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے بڑی محنت سے کتاب کے لیے بامعنی اور خوب صورت سرِورق بنایا۔والدین کی پرخلوص دعائیں مسلسل حوصلہ افزائی اور آسانی کا سبب رہیں۔

میں ان تمام اہلِ علم اوران کے علاوہ دیگر بے شمار ساتھیوں کے بارِاحسان سے کبھی سبک دوش نہیں ہوسکتا،جن کی مدد،حوصلہ افزائی اور مخلصانہ دعاؤں کی بدولت ہی میں اس خدمت کو انجام دینے کے قابل ہوا ہوں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔آمین۔

یہ کتاب برسوں کی محنت اور بے شمار اہلِ علم کی آراء کو مدِنظر رکھ کر تیار کی گئی ہے لیکن بنیادی طور پر یہ ایک طالب علم کی کاوش ہے جس میں غلطی اور کوتاہی کا پوراپورا امکان موجود ہے۔ویسے بھی ایک انسان کے کام میں غلطی کا پایا جانا عین ممکن ہے۔بڑے بڑے اہلِ علم اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں چہ جائے کہ مجھ جیسا ایک کم مایہ اورنو وارد طالب علم۔میں اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے بخشش اور اہل علم سے راہ نمائی کا طالب ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو خواتینِ اُمت کی اصلاح اور میرے لیے فلاح اُخروی کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

نصیر خان

naseerkhandr@gmail.com

باب اول

اُمہات المومنینؓ،
حیات وخدمات
اور داعیانہ کردار

اہلِ بیت کی فضیلت

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۱۔ ﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهٰتُهُمْ ﴾

(الاحزاب ۳۳:۶)

''بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔''

۲۔ ﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۳)

اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کردے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ يَعْذِرُنَا فِي رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا (صحیح البخاری، حدیث: ۲۶۳۷)

کون ہے جو ہمیں نجات دے، اُس شخص سے جس نے مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں اذیت دی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنے گھر والوں میں صرف بھلائی ہی دیکھتا ہوں۔

اُم المومنین حضرت خدِیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لؤی، قُصی پر جا کر آپ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

قبیلہ: قریش کے خاندان بنو اَسد سے تعلق تھا۔

کنیت: اُم ہند

لقب: ''طاہرہ'' اور ''سیّدۂ قریش'' کے لقب سے عہد جاہلیت میں پکاری جاتی تھیں۔

ماں کا نام: فاطمہ بنت زائدہ، جو بنو عامر بن لؤی سے تھیں۔

نکاح سابق

حافظ ابن حجرؒ کے مطابق پہلے عتیق بن عبداللہ بن عمر مخزومی سے شادی ہوئی۔ اس کے بعد ابو ہالہ مالک بن النباش بن زرارہ تمیمی سے شادی ہوئی۔ جبکہ ابن سعدؒ کے مطابق پہلے ہند بن النباش بن زرارہ تمیمی سے شادی ہوئی۔ اس کے بعد عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر مخزومی سے شادی ہوئی۔

اولاد

پہلے شوہروں سے ہند بن عتیق، ہند بن ابی ہالہ [1] اور ہالہ بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے، قاسم رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب طاہر اور طیب تھا، جو بچپن میں فوت ہو گئے اور چار بیٹیاں زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا

[1] ہند بن ابی ہالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ آپ نے فصیح وبلیغ الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کشی کی ہے۔

ہوئیں۔سب بیٹیوں نے بعثت کے آغاز میں ہی اسلام قبول کیا۔

پیدائش

مشہور قول کے مطابق عام الفیل [1] سے پندرہ سال قبل پیدا ہوئیں۔حافظ ابن حجرؒ اور ابن سعدؒ نے واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔امام ابن جریر طَبَریؒ نے بھی شادی کے وقت عمر چالیس سال لکھی ہے۔حافظ ابن کثیرؒ نے امام بیہقیؒ کی حوالے سے امام حاکمؒ کا قول نقل کیا ہے کہ شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر پینتیس یا پچیس سال تھی۔حافظ ابن کثیرؒ پچیس سال والے قول کو زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔[2] حافظ ابن کثیرؒ کے راجح قول کے مطابق آپ کی پیدائش کا سال ۵۷۰ء بنتا ہے۔شادی کے بعد آپ کے چھے بچوں کی ولادت سے بھی یہی درست معلوم ہوتا ہے۔جو لوگ حضرت خدیجہؓ سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر اولاد کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کے بعد عموماً عورت کے ہاں اتنے زیادہ بچے پیدا نہیں ہوتے۔واللہ اعلم

رسول ﷺ سے شادی

حضرت خدیجہؓ مکہ کی ایک شریف اور تجارت پیشہ مالدار خاتون تھیں۔اُن کا مالِ تجارت،قریش کے پورے قافلے کے مالِ تجارت کے برابر ہوتا تھا۔انھوں نے کئی ملازم رکھے ہوئے تھے جو کمیشن پر ان کا مال ملکِ شام لے جایا کرتے تھے۔جب رسول اللہ ﷺ پچیس برس کے ہوئے،اُس وقت تک آپ کی شہرت صادق،کریم اور امین کی حیثیت سے مکے میں پھیل چکی تھی۔اس لیے حضرت خدیجہؓ نے آپ کی طرف پیغام

---

[1] جس سال ابرہہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے مکہ آیا تھا۔یعنی ۵۷۰ء

[2] تاریخ طبری،ج۱،ص۵۲۱،الإصابة،ج۵،ص۱۴۴؛الطبقات الكبرى،ج۸،ص۲۵۰،البداية والنهاية،ج۲،ص۳۶۰

بھجوایا کہ آپ میرا مال لے کر ملکِ شام چلے جائیں، اور میرے غلام میسرہ کو بھی ہمراہ لے جائیں، جتنا معاوضہ میں اور لوگوں کو دیتی ہوں، آپ کو اس کا دوگنا دوں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی درخواست منظور فرمائی اور آپ کا مال لے کر شہر بُصریٰ گئے۔ آپ نے وہ مال اُدھر بیچ دیا اور دوسرا مال خرید کر مکہ ساتھ لے آئے۔ اس طرح آپ دوگنا منافع کما کر لائے۔ حضرت خدیجہ ؓ نے بھی آپ ﷺ کو دوگنا معاوضہ ادا کیا۔ اور آپ کی دیانت داری سے اتنی متاثر ہوئیں کہ اپنی لونڈی نُفیسہ کے ذریعے نکاح کا پیغام بھجوادیا۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ کا مخلصانہ پیغام قبول فرمایا۔ محفل نکاح کے لیے حضرت خدیجہ ؓ اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا لائیں کیونکہ ان کے والد حرب فجار سے قبل فوت ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چچاؤں حمزہ، ابو طالب اور خاندان کے دوسرے افراد سمیت تشریف لائے۔ اس طرح حضرت خدیجہ ؓ کے چچا عمرو بن اسد نے ان کی شادی رسول اللہ ﷺ سے کر دی۔ بارہ اوقیہ حق مہر مقرر ہوا۔ [۱]

ابن اسحاق ؒ نے حضرت خدیجہ ؓ کے پیغام کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

إِنِّي قَدْ رَغِبْتُ فِيكَ لِقَرَابَتِكَ مِنِّي ، وَ شَرَفِكَ فِي قَوْمِكَ وَسَطِتِكَ فِيهِمْ وَأَمَانَتِكَ عِنْدَهُمْ ، وَحُسْنِ خُلُقِكَ ، وَصِدْقِ حَدِيثِكَ [۲]

آپ کی مجھ سے قرابت، اپنی قبیلے میں شرافت اور وقار، امانت داری، حسن اخلاق اور راست گفتاری کی وجہ سے میں اپنے دل میں آپ کی رغبت پاتی ہوں۔

اِس سے جہاں رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق و کردار کا پتہ چلتا ہے، وہاں حضرت خدیجہ ؓ کی سلامتیٔ طبع کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ اخلاق و کردار کو مال و منصب سے بڑا اثاثہ سمجھتی ہیں۔ ایک نیک سیرت عورت کو شادی کے لیے اِن اوصاف کے حامل

---

[۱] ابن هشام، جلد۱، ص۱۸۷ـ۱۹۰؛ البداية والنهاية، ج۲، ص۲۵۵ـ۲۶۵؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۳۴ـ۳۶

[۲] ابن إسحاق، ص۶۰؛ بیهقی، دلائل النبوة:۳۹۸، ج۱، ص۴۴۶

شوہر ہی کی تلاش ہونی چاہیے۔

قبولِ اسلام

رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو سب سے پہلی آواز جو آپ کی تصدیق اور حمایت کے لیے اٹھی، وہ حضرت خدیجہؓ ہی کی آواز تھیں۔ زُرقانیؒ اور ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کو مردوں اور عورتوں، سب میں قبول اسلام میں سبقت حاصل ہے اوراس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا اور مدد کرنا

رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں کے ذریعے ہوئی۔ آپ ﷺ جو بھی خواب میں دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوجاتا تھا۔ جب باقاعدہ وحی کا آغاز ہوا توحضرت خدیجہؓ نے تصدیق کر کے اِن زوردار الفاظ سے آپ ﷺ کو تسلی دی:

كَلَّا أَبْشِرْ فَوَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا ، فَوَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ (وَتُوَدِّي الْأَمَانَةَ [كذا في ابن إسحاق]) [2]

ہرگز نہیں! آپ کے لیے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم !اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بےکسوں اورفقیروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔ (اور امانت ادا کرتے ہیں)۔

اس طرح حضرت خدیجہؓ نے ایک انتہائی نازک اورمشکل وقت میں آپ ﷺ کو تسلی دے کراور تائید کر کے بھرپور مدد کی۔

حضرت خدیجہؓ کی خدمات بے شمار ہیں۔ آپ نے اس دور میں اسلام قبول کیا اور

---

[1] أسد الغابة، ج۷،ص۸۰؛ زرقانی، ج۴،ص۳۶۳

[2] صحيح البخاری: ۴، ۴۹۴۵؛ صحيح مسلم: ۱۶۰؛ ابن إسحاق، ص۱۱۲؛ تاریخ طبری، ج۲،ص۴۷

رسول اللہ ﷺ کی مدد کی جب اسلام کا نام لینا بھی طرح طرح کی تکالیف کو دعوت دینے کے برابر تھا۔ ابن اسحاقؒ، ابن حجرؒ اور دیگر ائمہ سیرت نے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے قوم کی مخالفتوں اور ایذاؤں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر جو وحی نازل ہوئی، حضرت خدیجہؓ اس پر ایمان لائیں اور آپ کے مشن میں مدد کی۔ اس طرح حضرت خدیجہؓ پہلی ہستی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ بھی صدمہ پہنچتا، حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر دور ہو جاتا تھا، وہ آپ ﷺ کی ثابت قدمی کا ذریعہ بنتیں، بوجھ ہلکا کرتیں، تصدیق کرتیں اور مشرکین کے معاملے کو آپ ﷺ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ [1]

حضرت خدیجہؓ کا اُسوہ اُن تمام خواتین کو جن کے مرد دعوتِ دین کی سعی و جہد میں لگے ہوئے ہیں، دعوت دے رہا ہے کہ وہ اپنے مردوں کی پشت پناہ اور مددگار بن جائیں۔

حضرت خدیجہؓ زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کی معاون رہیں۔ انھوں نے اپنی ساری دولت رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دی۔ مشرکین کی سازشوں کے راستے میں اُن کی وجاہت بھی ایک رکاوٹ تھی۔ ان کی وفات کے بعد آپ ﷺ پر مصیبتوں اور مشکلات کا ایک نیا دور آیا۔ ابن ہشامؒ اور دیگر مورخین نے لکھا ہے:

فَتَتَابَعَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَصَائِبُ بِهَلَاكِ خَدِيجَةَ وَأَبِي طَالِبٍ وَكَانَتْ لَهُ وَزِيرَةَ صِدْقٍ عَلَى الْإِسْلَامِ يَسْكُنُ إِلَيْهَا [2]

حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے مصائب آنے شروع ہو گئے۔ حضرت خدیجہؓ اسلام کے بارے میں آپ کی سچی مددگار تھیں۔ آپ مصائب کے وقت اُن کے ہاں سکون پاتے تھے۔

---

[1] ابن إسحاق، ص۱۱۲؛ الإصابة، ج۵، ص۱۳۵؛ ابن هشام، ج۱، ص۲۴۰

[2] ابن إسحاق، ص۲۲۷؛ ابن هشام، ج۱، ص۴۱۶؛ البداية والنهاية، ج۲، ص۴۸۹

حضرت خدیجہؓ کی ذات رسول اللہ ﷺ کے لیے ہمیشہ بالواسطہ اور بلاواسطہ ذریعۂ طمانیت اور مددرہیں۔ حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار بھی اپنے خاندانی تعلقات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے کام آتے تھے۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ دعوت دین سے وابستہ افراد اپنے خاندانی رشتوں کو نبھانے کی کوشش کرتے رہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے باہر اپنے خاندان کے ساتھ شِعب ابی طالب نامی گھاٹی میں محصور تھے، جس میں حضرت خدیجہؓ بھی ساتھ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام غلّہ لے کر اُن کے پاس جا رہے تھے کہ راستے میں ابوجہل ملا، اس نے کہا:

أَتَذْهَبُ بِالطَّعَامِ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ؟ وَاللهِ لَا تَبْرَحُ أَنْتَ وَطَعَامُكَ حَتَّى أُفْضِحَكَ بِمَكَّةَ... [1]

کیا تم بنی ہاشم کے پاس کھانا لے کر جا رہے ہو؟ اللہ کی قسم! ہم تمھیں اور تمھارے کھانے کو نہیں جانے دیں گے، یہاں تک کہ تمھیں مکے میں رسوا کر دیں۔ اس دوران وہاں ابوالبختری بن ہاشم بھی آیا جب اس نے معاملہ دریافت کیا تو اس کو بتایا گیا کہ یہ بنو ہاشم کے پاس کھانا بھیجنا چاہتا ہے۔ تو ابوالبختری نے کہا: کیا تم اس کو اپنی پھوپھی کے پاس کھانا لے جانے سے منع کر رہے ہو؟ اس آدمی کا راستہ چھوڑ دو۔ ابوجہل پھر بھی اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اس بات پر ان کے درمیان تلخ کلامی ہوئی تو ابوالبختری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لی اور ابوجہل کو دے ماری۔ حضرت حمزہؓ بھی موجود تھے اور دیکھ رہے تھے۔ مشرکین نہیں چاہتے تھے کہ اس بات کا علم رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کو ہو جائے اور وہ اُن کی فضیحت پر خوش ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کو اپنا غلام ہبہ کرنا

جب حضرت خدیجہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے شادی ہوئی تو آپؓ نے اپنا غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو آزاد کیا۔ [2] جو پوری زندگی آپ کے انتہائی وفادار ساتھی اور خادم رہے۔

[1] ابن إسحاق، ص۱۴۲؛ ابن هشام، ج۱، ص۳۵۴؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۷۴، البداية والنهاية، ج۲، ص۲۴۲-۳۴۲

[2] ابن هشام، ج۱، ص۲۴۸؛ زرقانی، ج۴، ص۳۸۵؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۶۱

رسول اللہ ﷺ کی خدمت

حضرت خدیجہؓ باوجود اپنی مال داری کے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مہمانوں کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی تھیں۔ بیہقی ؒ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابتدائے بعثت میں قریش کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے کھانے پر بلایا تو حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر اُن کے لیے کھانا تیار کیا۔[۱] دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کو بہترین نتائج کے حصول کے لیے اپنے مخاطبین کے اِکرام واعزاز کا یہ پہلو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ یہ جہاں سنت نبوی ہے وہاں انسانوں کی نفسیاتی ضرورت بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے فکرمندی

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نبوت کے ابتدائی دنوں میں غار حرا گئے ہوئے تھے۔ جب شام تک واپس نہیں آئے تو حضرت خدیجہؓ نے پیچھے بندے بھیجے کہ پتہ کرلیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس گھر تشریف لے آئے تو آپؓ نے کہا:

يَا أَبَا الْقَاسِمِ أَيْنَ كُنْتَ ؟ فَوَاللهِ لَقَدْ بَعَثْتُ رُسُلِي فِي طَلَبِكَ ، حَتّٰى بَلَغُوا مَكَّةَ وَرَجَعُوا إِلَيَّ[۲]

ابوقاسم! آپ کہاں تھے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آپ کے پیچھے بندے بھیجے اور انھوں نے بالائی مکہ تک آپ کو تلاش کیا اور واپس آئے۔

خطرات سے بے خوف ہو کر بیت اللہ میں نماز پڑھنا

اِحیائے اسلام کے آغاز میں کچھ عرصے کے لیے حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خفیہ طور پر نماز پڑھا کرتی تھیں، پھر بیت اللہ میں بھی ساتھ جانے لگیں۔ اس دور

[۱] الخصائص الکبریٰ، ج۱، ص۲۰۶

[۲] ابن هشام، ج۱، ص۲۳۷؛ إتحاف الوریٰ، ج۱، ص۱۷۰

میں جب ابھی گنتی کے چند لوگ مسلمان ہوئے تھے یہ بڑی جرأت کی بات تھی۔عفیفؓ کندی بیان کرتے ہیں:

میں تجارت پیشہ آدمی تھا، (قبول اسلام سے قبل) حج کے زمانے میں تجارت کی بعض اشیا خریدنے کے لیے عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس آیا۔ چنانچہ میں نے اس کے پاس قیام کیا۔ایک دفعہ صبح کا وقت تھا، میری نگاہ کعبہ کی طرف تھی۔عباسؓ بھی ساتھ تھے۔اتنے میں ایک نوجوان آیا، اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھا کر دیکھا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر میں ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ پھر اس جوان کی امامت میں اس لڑکے اور عورت نے نماز پڑھی۔تو میں نے عباسؓ سے کہا: عباس! میں دیکھتا ہوں کہ کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے۔عباسؓ نے جواب دیا: ایسا ہی ہے۔ پھر کہا: تم جانتے ہو؟ یہ جوان، لڑکا اور عورت کون ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ عباسؓ نے کہا: یہ جوان میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے اور یہ لڑکا میرا بھتیجا علیؓ بن ابی طالب ہے جبکہ یہ عورت محمد (ﷺ) کی بیوی خدیجہؓ بنت خویلد ہے۔ میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ جس دین پر وہ ہے اس کا حکم اس کے رب نے دیا ہے، جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے۔ (طبریؒ اور ابن کثیرؒ کی روایت میں ہے: اس کا خیال ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے) اور میرے علم کے مطابق اس مذہب پر یہی تین لوگ ہیں۔ میں نے (بعد میں ان پر رشک کر کے اپنی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے) کہا: کاش! میں مسلمان ہو کر ان کا چوتھا ہوتا۔[1]

بتوں سے نفرت

حضرت خدیجہؓ نے جب دینِ حنیف قبول کیا تو لوگوں کے معروف خداؤں کے نام سننا بھی گوارا نہ رہے۔ مسند امام احمدؒ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:

---

[1] مسند أحمد: ١٧٩٠؛ ابن إسحاق، ص١١٩؛ تاريخ طبري، ج٢، ص٥٦-٥٧؛ البداية والنهاية، ج٢، ص٣٦٢-٣٦٣

أَیْ خَدِیجَةُ وَاللّٰهِ لاَ أَعْبُدُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَاللّٰهِ لاَ أَعْبُدُ أَبَداً قَالَ فَتَقُولُ خَدِیجَةُ خَلِّ اللَّاتَ خَلِّ الْعُزّٰی... [1]

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی بھی لات کی عبادت نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ کی قسم میں کبھی بھی عزیٰ کی عبادت نہیں کروں گا۔ آپؓ نے جواب میں کہا: لات وعزیٰ کا ذکر ہی رہنے دیجیے۔

فضیلت / جنت کی خوشخبری

آپؓ کی فضیلت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے آپ کے لیے جنت کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ ایک دفعہ عمرہ کے موقع پر کسی نے آپؓ کا نام لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَشِّرُوا خَدِیجَةَ بِبَیْتٍ مِنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیهِ وَلَا نَصَبَ [2]

خدیجہؓ کو جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری سنا دیجیے جس میں شور وغل اور محنت مشقت نہ ہوگی۔

صحیحین کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

خَیْرُ نِسَائِهَا مَرْیَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَخَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیجَةُ ... [3]

کائنات میں افضل ترین عورت مریم بنت عمران اور خدیجہ ہیں۔

یہ آپ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ زبان نبوت سے آپ کی شاندار خدمات کا اعتراف بھی ہے۔

جبریل کا آپؓ کو اللہ تعالیٰ کا اور اپنا سلام کہنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذِهِ خَدِیجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِیهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِیَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّی [4]

---

[1] مسند أحمد: ۲۲۵۵۸

[2] صحیح البخاری: ۱۷۹۲؛ صحیح مسلم: ۲۴۳۳؛ سنن الترمذی: ۳۸۷۶

[3] صحیح البخاری: ۳۴۳۲؛ صحیح مسلم: ۲۴۳۰؛ سنن الترمذی: ۳۸۷۷

[4] صحیح البخاری: ۳۸۳۱؛ صحیح مسلم: ۲۴۳۲

یارسول اللہؐ! یہ خدیجہؓ ہے، ان کے پاس ایک برتن میں سالن یا کھانے پینے کی کوئی چیز ہے جو آپ کی خدمت میں لا رہی ہیں۔ جب وہ آجائے تو اُن کو اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے سلام کہہ دیجیے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَأْ عَلٰى خَدِيْجَةَ مِنْ رَّبِّهَا السَّلَامَ فَقَالَتْ اللّٰهُ هُوَ السَّلَامُ وَمِنْهُ السَّلَامُ وَعَلٰى جِبْرِيْلَ السَّلَامَ [1]

اے محمدؐ! خدیجہؓ کو اپنے رب کی طرف سے سلام کہہ دیجیے۔ (جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی اطلاع حضرت خدیجہؓ کو دی) تو انھوں نے فرمایا: اللہ خود سلامتی اور سلامتی کا منبع ہے اور جبریل پر سلامتی ہو۔

آپ نے اپنے جواب میں معرفتِ الٰہی کا بھی بہترین ثبوت دیا کیونکہ آپ کا جواب اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب تھا۔

بارگاہِ نبوی میں آپؓ کی قدر و منزلت

حضرت خدیجہؓ نے دعوتِ اسلامی کے ابتدائی دور میں انتہائی مشکل حالات میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ عمر بھر آپ کی خدمات کے معترف رہے اور آپ کے احسانات کو یاد کرتے رہتے تھے۔ آپ کی محبت کی وجہ سے آپ کے رشتہ داروں اور سہیلیوں کا بھی خیال فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا حضرت خدیجہؓ پر کیا، حالانکہ میں نے اُن کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ اکثر اُن کا ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی بکری ذبح فرماتے تو اس کو کاٹ کر حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے ہاں بھیج دیتے۔ کبھی میں آپ سے کہتی: جیسے دنیا میں حضرت خدیجہؓ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں! رسول اللہ ﷺ اس کے جواب میں فرماتے: وہ اس طرح اور اس طرح (اچھی) تھیں اور ان سے میری اولاد ہے۔ [2]

---

[1] المستدرك: ۴۸۵۶؛ ابن هشام، ج۱، ص۲۴۱؛ الاستيعاب، ج۴، ص۱۸۲۱

[2] صحيح البخاري: ۳۸۱۸

دوسری روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے پہچان لی کہ یہ تو وہی آواز ہے جو حیات خدیجہ میں اجازت طلب کرنے کے لیے سنائی دیتی تھی۔ آپ خوشی سے دروازے کی طرف لپکے اور فرمایا: یا الٰہی! ہالہ ہوگی۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی گھر سے نکلتے تو حضرت خدیجہؓ کا ذکر کر کے اچھی طرح تعریف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک دن اُن کا ذکر کیا تو مجھے رشک ہوا اور کہا: وہ تو ایک بوڑھی عورت تھی، جو گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن سے بہتر عورتیں عطا کی ہیں۔ آپ کو میری بات ناگوار گزری اور ناگواری کا اثر آپ کے چہرۂ انور پر نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

...آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِيَ النَّاسُ وَصَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِيَ النَّاسُ وَوَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِيَ النَّاسُ وَرَزَقَنِيَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَدَهَا إِذْ حَرَمَنِيَ النِّسَاءُ...[2] فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَا أَذْكُرُهَا بِسَيِّئَةٍ أَبَداً[3]

ہرگز نہیں! جب لوگوں نے کفر کیا تو اس نے اسلام قبول کیا، جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی۔ اس نے اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم رکھا۔ جب میری اولاد نہیں تھیں تو اللہ نے مجھے اس سے اولاد عطا کیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو دل میں کہا: میں کبھی بھی ان کا برا تذکرہ نہیں کروں گی۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے ہی موقع پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

إِنِّي قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا[4]

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۲۷؛ صحیح مسلم: ۲۴۳۷

[2] مسند أحمد: ۲۴۳۴۳؛ أسد الغابة، ج۷، ص۸۶؛ البداية والنهاية، ج۲، ص۴۹۸

[3] الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۲۴؛ زرقانی، ج۴، ص۳۷۲؛ صفة الصفوة، ج۲، ص۳

[4] صحیح مسلم: ۲۴۳۵

بے شک مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے۔

حضرت انسؓ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی چیز آتی تو آپ فرماتے:

اِذْهَبُوا بِهِ إِلٰى فُلَانَةٍ ، فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيقَةَ خَدِيجَةَ ، اِذْهَبُوا بِهِ إِلٰى بَيْتِ فُلَانَةٍ ، فَإِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيجَةَ [1]

اس کو فلاں عورت کے پاس لے جاؤ، وہ خدیجہؓ کی سہیلی تھی اور اس کو فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کیونکہ اس کو خدیجہؓ سے محبت تھی۔

ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں جثامہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم حضانہ (یا حسانہ) ہو، تمھارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم کیسی رہیں؟ اس نے کہا: یارسول اللہؐ! خیریت سے۔ جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:

یارسول اللہؐ! آپ کا اس بوڑھی عورت کا اتنا استقبال! آپؐ نے جواب میں فرمایا:

إِنَّهَا كَانَتْ تَأْتِينَا زَمَنَ خَدِيجَةَ ، وَإِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ [2]

یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھیں اور تعلق کو اچھے طریقے سے نبھانا ایمان کا تقاضا ہے۔

حضرت خدیجہؓ جب تک زندہ تھیں رسول اللہ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ جب آپ نے اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کی شادی ابو العاصؓ سے کرنا چاہی تو رسول اللہ ﷺ فوراً تیار ہو گئے۔ ابن ہشامؒ لکھتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا يُخَالِفُهَا [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

---

[1] الأدب المفرد: ٢٣٢، الإصابة، ج٥، ص ١٤٩ ؛ أسد الغابة، ج٧، ص ٦٦

[2] المستدرك: ٣٩، أسد الغابة، ج٧، ص ٣٨؛ الاستيعاب، ج٤، ص ١٨١٠

[3] المعجم الكبير: ١٨٤٨٣، ابن هشام، ج١، ص ٦٥١

شرافت

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی ذات میں بے شمار خوبیاں جمع کی تھیں۔امام حلبیؒ آپ کے اوصاف وکمالات کوخراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَتْ خَدِيجَةُ بنتُ خُوَيلَدَ أَي ضَابِطَةً جَلِدَةً أَي قَوِيَّةً شَرِيفَةً ... [1]

حضرت خدیجہؓ ضبط ،قوت اورشرافت رکھنے والی خاتون تھیں۔اللہ تعالیٰ نے اُن کوعزت اور بھلائی سے نوازا تھا۔وہ خواتین قریش میں صاحب حسب اورسب سے زیادہ شریف، مالدار،اور حسین تھیں۔عہد جاہلیت میں وہ طاہرہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔اُن کو سیدۂ قریش بھی کہا جاتا تھا۔

وفات

ابن سعدؒ،ابن حجرؒ اور بعض دیگر اہل علم کے مطابق آپؓ نے دس رمضان تین قبل ہجری میں پینسٹھ سال کی عمر میں مکہ میں وفات پائی اور مقام حجون [2] میں دفن کی گئیں۔

حافظ ابن کثیرؒ کے مطابق صحیح تر بات یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی۔رسول اللہ ﷺ نے خود آپؓ کو قبر میں اُتارا اور چونکہ احکامِ جنازہ اس وقت نازل نہیں ہوئے تھے،اس لیے آپؓ کا جنازہ نہیں پڑھا۔آپؓ کی وفات شِعب ابی طالب سے رہائی کے تھوڑا عرصہ بعد ہوئی اور چونکہ آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے شادی مشہور روایت کے مطابق چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی اس لیے رفاقت کا عرصہ پچیس سال بنتا ہے۔کلبی کہتا ہے کہ اُم ایمنؓ اور اُم الفضلؓ نے آپؓ کو غسل دیا۔ [3]

ڈاکٹر محمد حمیدؒ اللہ حضرت خدیجہؓ کی خدمات کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

---

[1] السیرة الحلبیة، ج۱،ص ۱۳۲

[2] یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے جو مکہ مکرمہ کے شمال مغرب میں حرم سے دوتین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔یہی پر مکہ کی مشہور قبرستان جنت المعلیٰ واقع ہے جس میں حضرت خدیجہؓ سمیت متعدد اہل بیت اور صحابہ کرام مدفون ہیں۔

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۵۱؛ الإصابة ج۵،ص۱۴۵؛ البدایة والنهایة، ج۲،ص۳۵۹

آپؓ نہ صرف پیغمبر اسلام کی حرم محترم تھیں بلکہ تبلیغ اسلام کے ابتدائی اور نہایت کٹھن کام میں انمول خدمات بھی آپؓ نے انجام دیں۔ اگر یہ عاشق زار اور رفیق سِر وعَلَن رسول کریم ﷺ کو میسر نہ آتیں تو عالمِ اسباب کے لحاظ سے اسلام کا آغاز معلوم نہیں ہو بھی سکتا یا نہیں اور بہت سے دیگر انبیائے سلف کی طرح ختم المرسلین بھی شاید بہت محدود کار کردگی کے بعد دنیا سے رخصت ہو جاتے۔[1]

❁ ...... ❁ ...... ❁

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: عائشہ بنت ابی بکر الصدیق بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ بن کعب بن لؤی

کنیت: اُم عبداللہ

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: جس طرح اور عورتوں کی کنیت ہوتی ہے، میرے لیے بھی رکھ دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بیٹے عبداللہ کے نام پر کنیت رکھ لو۔ اس طرح آپؓ کی کنیت اُم عبداللہ مقرر ہوئی۔[2] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے بیٹے اور آپؓ کے بھانجے تھے۔

ماں کا نام: اُم رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینۃ بن سبیع بن دہمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ[3]

قبیلہ: قریش

خاندان: باپ کی طرف سے تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ

---

[1] رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۹۴

[2] سنن أبي داود: ۴۹۷۰؛ مسند أحمد: ۲۴۲۳۵؛ الإصابة، ج۵، ص ۱۵۰

[3] اطبقات الکبریٰ، ج۸، ص ۲۷۵؛ الاستیعاب، ج۴، ص ۱۸۸۱

پیدائش: چونکہ آپؓ کا نکاح شوال دس نبوی میں چھے سال کی عمر میں ہوا تھا اور رخصتی شوال ایک ہجری میں نو سال کی عمر میں ہوئی تھی اس طرح آپؓ کا سنِ ولادت بعثتِ نبوی کا چوتھا سال بنتا ہے۔[1]

رسول اکرم ﷺ سے شادی

جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو رسول اکرم ﷺ اُن کی جدائی کی وجہ سے اکثر مغموم رہنے لگے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ بن مظعون کی بیوی حضرت خولہؓ بنت حکیم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''خدیجہؓ کی وفات کے بعد میں آپ کو ہمیشہ غمگین دیکھتی ہوں!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بالکل ایسا ہی ہے، بچوں اور گھر کی دیکھ بھال اس کے ذمے تھی۔'' اس بات چیت کے بعد حضرت خولہؓ نے آپ کی اجازت سے حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کے لیے آپ کا پیغامِ نکاح دیا۔ اس سے پہلے حضرت عائشہؓ، جبیر بن مطعم سے منسوب ہو چکی تھیں، لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے اس سے بات کرنے کے لیے مہلت مانگی۔

جب حضرت ابوبکرؓ مطعم بن عدی کے پاس گئے اور یہ بات اس کے سامنے رکھی تو اس نے اپنی بیوی اُم الفتی کو بلا کر اس سے پوچھا: بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے؟ چونکہ وہ مسلمان نہیں تھی اس لیے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا: اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی تمھارے گھر میں کر دیں تو ہو سکتا ہے تم اس کو اس کے دین سے پھیر کر اپنے دین میں داخل کر دو۔ مطعم نے بھی بیوی کی تائید کی۔ اس طرح جب یہ نسبت ختم ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں دے دیا۔[2]

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت خولہؓ بنت حکیم رسول اللہ ﷺ کے اِیما

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۹۶، ۳۸۹۴

[2] زرقانی، ج۴، ص۳۸۲؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۲، ص۵۰۳؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۴۱۲؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۱

پر حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئی تو حضرت اُم رومانؓ سے کہا: مَاذَا أَدْخَلَ اللهُ عَلَيْكِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ؟ ''اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا ہی خیر و برکت نازل کردی ہے!'' حضرت اُم رومانؓ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ حضرت خولہؓ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ کے لیے پیغامِ نکاح دے کر بھیجا ہے۔ حضرت اُم رومانؓ نے کہا: ابوبکرؓ کے آنے کا انتظار کرو۔ جب حضرت ابوبکرؓ آئے تو حضرت خولہؓ نے بات اُن کے سامنے رکھ دی۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا بھائی سمجھتے تھے اس لیے حیرت سے پوچھا: کیا ایسا ہوسکتا ہے وہ تو آپ کے بھائی کی بیٹی ہے؟ حضرت خولہؓ نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو یہ بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ جواب دے کر بھیجا:

اِرْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهُ أَنَا أَخُوكَ وَأَنْتَ أَخِي فِي الْإِسْلَامِ وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِي [1]

جا کر اُن کو بتا دو کہ میں آپ کا اور آپ میرے دینی بھائی ہیں اور آپ کی بیٹی میرے نکاح میں آسکتی ہے۔

اس طرح اس نکاح کے ساتھ جاہلیت کی ایک رسمِ بد کی بھی اصلاح ہوگئی کہ منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ ﷺ سے آپؓ کا نکاح آپؓ کی اپنی روایت کے مطابق شوال دس نبوی میں ہجرت سے تین سال قبل ہوا اور نو سال کی عمر میں شوال ہی کے مہینے میں آپؓ کی رخصتی ہوئی۔ [2]

شوال میں شادی کو پسند کرنا

آپؓ کا نکاح بھی شوال میں ہوا تھا اور رخصتی بھی، اس لیے آپؓ پسند کرتی تھیں کہ لوگوں کی شادیاں بھی شوال ہی میں ہوں اور آپؓ خود بھی اس پر فخر کرتی تھیں۔ [3]

---

[1] مسند أحمد: ۲۶۵۱۷؛ البداية والنهاية، ج۲، ص۵۰۳

[2] صحيح البخاري: ۳۸۹۶، ۳۸۹۴

[3] سنن الترمذي: ۱۰۹۳؛ سنن ابن ماجه: ۱۹۹۰؛ مسند أحمد: ۲۳۷۵۱

عہدِ جاہلیت میں لوگ شوال میں شادی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ شوال میں آپ کی شادی سے اس رسمِ بد کی بھی اصلاح ہوگئی۔

خواب کے ذریعے نکاحِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بشارت

رسول اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونے کی ایک شکل یہ تھی کہ سچے خوابوں کے ذریعے آپ کو کوئی بات بتادی جاتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی بشارت بھی آپ کو اس ذریعے سے پہلے سے دی جا چکی تھی۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ ، أَرَى أَنَّكِ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ وَيَقُولُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَاكْشِفْ عَنْهَا... [1]

تم مجھے خواب میں دو دفعہ دکھائی گئی۔ میں نے دیکھا کہ تم ریشم کے کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو اور کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ تیری بیوی ہے، کپڑا ہٹا کر دیکھ لو۔ جب میں نے کپڑا ہٹایا تو تمھیں دیکھا۔ چنانچہ میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کردے گا۔

مہر

کتبِ حدیث میں یہ صراحت ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی ہوتا تھا۔ جو پانچ سو درہم کے برابر ہوتا تھا۔ [2] یہ وزن جدید اَوزان کے حساب سے ۱۳۱ تولہ تین ماشہ کے برابر ہے۔ آپ کا بھی یہی مہر مقرر ہوا۔ مشہور مہرِ فاطمی کی بھی یہی مقدار ہے۔ [3]

ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آگئے تو بحکمِ اِلٰہی مدینے کی

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۹۵؛ صحیح مسلم: ۲۴۳۸؛ مسند أحمد: ۲۴۷۵۷

[2] صحیح مسلم: ۱۴۲۶؛ سنن أبي داود: ۲۱۰۵؛ سنن ابن ماجه: ۱۸۸۶

[3] محمد شفیع، مفتی، جواہر الفقہ (اوزان شرعیہ)، ج ۱، ص ۴۲۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی

طرف ہجرت فرمائی۔ مسلمانوں نے بھی اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لیے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر والے اس قربانی میں پیش پیش تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو دونوں نے گھر والوں کو مکے میں چھوڑا۔ جب آپ مدینے میں مقیم ہو گئے تو اپنے گھر والوں کو لینے کے لیے حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت ابورافعؓ کو دو اونٹ اور بوقت ضرورت اور سواریاں خریدنے کے لیے پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی عبداللہ بن اُریقط کو دو یا تین اونٹنیاں دے کر ساتھ کر دیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو لکھا کہ وہ عائشہؓ، اسماءؓ اور اُم رومانؓ کو مدینہ روانہ کر دے۔ مقامِ قدید میں حضرت زیدؓ نے اس رقم سے تین اونٹ خریدے اور مکہ پہنچ کر حضرت عائشہؓ، اسماءؓ، اُم رومانؓ، فاطمہؓ، اُم کلثومؓ، سودہؓ اور اُم ایمنؓ کو لے کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی تعمیر کر رہے تھے۔[1]

رخصتی

حضرت عائشہؓ کا نکاح تو ہجرت سے تین سال قبل مکہ ہی میں ہو گیا تھا، لیکن رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوئی۔ رخصتی کا واقعہ خود آپؓ ہی سے اس طرح مروی ہے:

ہم مدینہ ہجرت کر کے بنوالحارث بن الخزرج کے محلے میں ٹھیریں۔ مدینہ آ کر سخت بخار کی وجہ سے میرے سر کے بال جھڑ گئے۔ پھر جب کچھ صحت بحال ہوئی تو بال دوبارہ اُگ آئے۔ ایک دن میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری والدہ اُم رومانؓ نے آ کر مجھے بلایا۔ میں ان کے پاس ہانپتی ہوئی گئی لیکن مجھے پتہ نہیں تھا کہ میری والدہ کا مقصد کیا ہے؟ والدہ میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے تک لے آئی پھر میرا منہ دھلایا اور بال سنوارے اور مجھے اس کمرے میں لے گئی جہاں انصار کی عورتیں انتظار میں بیٹھی تھیں۔

---

[1] سیر أعلام النبلاء، ج۲،ص۱۵۲۔۱۵۳؛ المستدرك: ۶۷۱۶

انھوں نے مجھے اندر داخل ہوتے ہوئے عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ ''خیر وبرکت اور نیک فالی کے ساتھ آؤ'' کہہ کر استقبال کیا پھر مجھے سنوارا۔ کچھ ہی دیر بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور ان کے ساتھ میری رخصتی ہوگئی۔ [1]

ولیمہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری شادی کے موقع پر اونٹ اور بکریاں ذبح نہیں ہوئیں۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ کھانے کا جو لگن (dish) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے وہ انھوں نے بھیجا، بس وہی کھانا تھا جو اس موقع پر کھایا گیا۔ [2]

حصولِ علم کا شوق

حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور خطبات کو سن کر یاد کر لیا کرتی تھیں۔ حدیث کی کتابوں میں بکثرت ایسے واقعات کا تذکرہ ملتا ہے کہ انھوں نے آپ سے سوالات کیے اور جب تک مطمئن نہیں ہوئیں، گفتگو برابر جاری رکھی۔ آپ کی علمی جستجو کی صرف دو مثالیں ملاحظہ کیجیے:

صحیح بخاری میں ابن ابی مُلیکہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ زوجہ رُسول جو بات بھی سنتی تھیں، جب تک سمجھ نہیں لیتی تھیں، اس کے بارے میں پوچھتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا حساب لیا گیا، اس کو عذاب دیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے؟

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ (الانشقاق ۸:۸۴) قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ، وَلَكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ [3]

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۹۴؛ صحیح مسلم: ۱۴۲۲؛ سنن ابن ماجہ: ۱۸۷۶

[2] تاریخ طبری، ج۲، ص۴۱۳

[3] صحیح البخاری: ۱۰۳

وہ عنقریب آسان حساب لے گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا لیکن جس کے حساب کتاب میں بحث وتکرار ہوگا وہ ہلاک ہوگا۔

ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی بات پوچھنے کے لیے حاضر ہوا۔حضرت عائشہؓ دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں۔اس طرح وہ حدیث سن کر یاد کر لی اور بعد میں لوگوں کو اس کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔[1]

آپ کا علمی مقام

قرآن کریم کا نزول ایک بھرپور عالمی علمی تحریک کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔جاہلیت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا معاشرہ یکا یک نورعلم سے آشنا ہوا۔اس علمی تحریک کے سربراہ رسول اللہ ﷺ اور کارکنان آپ کے بلند پایہ صحابہ کرام اور صحابیات تھے۔حصول علم اور ترویج علم کے بغیر اصلاح معاشرہ کی کوئی تحریک کبھی پائدار انقلاب برپا نہیں کرسکتی۔علمی ذوق دعوت واصلاح کا کام کرنے والے مردوں اور خواتین دونوں کے لیے ناگزیر ہے۔ قرنِ اوّل کی خواتین اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھیں۔

حضرت عائشہؓ علم کے سب میدانوں میں یکتا تھیں۔تفسیر ،حدیث،فقہ، علم الفرائض،علم الانساب،ایامِ عرب،ادب،شعر اور خطابت پر آپ کو عبور حاصل تھا۔آپ علمِ طب سے بھی واقفیت رکھتی تھیں۔قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی تشریح اور ماخذِ شریعت سے فقہی مسائل کے اِستنباط کے حوالے سے آپ کی آراء کثرت سے کتبِ حدیث میں منقول ہیں۔

ازواج مطہراتؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی حدیثیں یاد کی تھیں لیکن حضرت عائشہؓ اور حضرت اُم سلمہؓ سب سے بڑھ کر رہیں۔حضرت عائشہؓ ،

---

[1] صحیح مسلم:۱۱۱۰

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں اور بعد میں بھی وفات تک فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اہم معاملات میں راہ نمائی کے حصول کے لیے ان کے پاس اپنے نمائندے کو بھیجا کرتے تھے۔[1] آپ کی علمی حیثیت اور خدمات کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے تو ایک مستقل مقالے کی ضرورت ہے جو سر دست پیش نظر نہیں ہے، تاہم ذیل میں مختصراً ارباب علم کی کچھ ایسی منتخب آراء کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کے علم و فضل پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابوموسیٰؓ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم اصحابِ رسول نے جب کبھی کسی حدیث کو سمجھنے میں کوئی مشکل پائی اور حضرت عائشہؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان کے پاس اس کے بارے میں ضرور علم پایا۔[2]

ایک دفعہ حضرت مسروقؒ سے کسی نے پوچھا: هَلْ كَانَتْ تُحْسِنُ الْفَرَائِضَ؟ ''کیا ان کو علم فرائض میں مہارت حاصل تھی؟'' حضرت مسروقؒ نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بڑے بڑے اصحاب رسول کو ان سے علم فرائض کے بارے میں پوچھتے دیکھا ہے۔''[3]

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تمام ازواج مطہرات اور تمام عالم نسواں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم پھر بھی افضل ہی رہے گا۔[4]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو فرماتے تھے:

وَاللّٰهِ لَا تَكْذِبُ عَائِشَةُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَبَداً[5]

---

[1] أنساب الأشراف، ج۱، ص۴۱۵

[2] سنن الترمذی: ۳۸۸۳

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۵؛ الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۸۳؛ أسد الغابة، ج۷، ص۱۸۹

[4] الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۸۳؛ تہذیب التہذیب، ج۱۲، ص۴۳۵

[5] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۷

اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کبھی بھی جھوٹی بات کی نسبت نہیں کرتیں۔

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو قرآن، فرائض، حرام وحلال، فقہ، طب، شعر، عرب کے واقعات اور انساب کا عالم نہیں دیکھا۔[1]

حضرت مسروقؒ جب روایت کرتے تو فرماتے:

حَدَّثَتْنِي الصِّدِّيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللهِ الْمُبَرَّاةُ[2]

مجھے صدیقہ بنت صدیق، اللہ تعالیٰ کے حبیب کی محبوب بیوی (جو منافقین کی سازش میں) بری قرار دی گئی تھیں، نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

حضرت عطا بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ مِنْ أَفْقَهِ النَّاسِ وَأَحْسَنِ النَّاسِ رَأْياً فِي الْعَامَّةِ[3]

حضرت عائشہؓ سب لوگوں سے زیادہ فقیہہ اور عام معاملات میں سب سے اچھی رائے رکھنے والی تھیں۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں:

وَاللهِ مَا رَأَيْتُ خَطِيبًا قَطُّ أَبْلَغَ وَلا أَفْطَنَ مِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا[4]

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے عائشہؓ سے بڑھ کر فصیح، بلیغ اور ذہین خطیب نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ کہتے ہیں:

كَانَتْ غَزِيرَةَ الْعِلْمِ[5]

وہ علم کا خزانہ تھیں۔

---

[1] أسد الغابة، ج۷، ص۱۸۹؛ تهذيب التهذيب، ج۱۲، ۴۳۵؛ زرقانی، ج۴، ص۳۸۹

[2] أسد الغابة، ج۷، ص۱۸۸؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۲۷۵

[3] أسد الغابة، ج۷، ص۱۸۹؛ زرقانی، ج۴، ص۳۸۹

[4] المعجم الكبير: ۱۸۸۱۹، زرقانی، ج۴، ص۳۸۹

[5] تذكرة الحفاظ، ج۱، ص۲۸

زُرقانیؒ نے لکھا ہے: قِيلَ إِنَّ رُبُعَ الأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ مَنْقُولٌ عَنْهَا [1]

کہا جاتا ہے کہ شریعت کے چوتھائی احکام آپ سے منقول ہیں۔

بلاذریؒ کے مطابق حضرت عائشہؓ پڑھنا جانتی تھیں مگر لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ [2]

حضرت عائشہؓ کی تفسیری خدمات

علمِ تفسیر کو تمام دینی علوم میں اولیّت کا مقام حاصل ہے کیونکہ اس کا تعلق ربِ کائنات کی عظیم کتاب سے ہے۔ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے قرآن کریم کو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور فکر و عمل میں جذب کیا۔ اس لیے ان کی تفسیری آراء خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ علم و عمل کے دیگر میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی صحابیاتؓ، صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ سرگرم عمل رہیں۔ کتبِ تفاسیر، کتبِ احادیث، کتبِ فقہ اور کتبِ سیر و تاریخ میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی علمی خدمات بشمول خدماتِ قرآن دیگر سب صحابیاتؓ سے زیادہ ہیں۔ اس کی وجہ آپ کی ذہانت، ذوقِ علم اور رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت تھی۔

بچپن ہی سے قرآن سے لگاؤ

حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی پیدائش سے قبل ہی آپ کے والدین مسلمان ہو چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کثرت سے آپ کے گھر آیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کو بچپن ہی سے ایک اسلامی ماحول میں پرورش پانے کا موقع ملا۔ رسول اللہ ﷺ کے رفیقِ خاص کے گھر میں ہونے کی وجہ سے آپ کو بچپن ہی سے قرآن کریم سے خاص لگاؤ تھا۔ صِغر سنی میں جو آیات آپ نے سن کر یاد کیں، اس کے بارے میں فرماتی ہیں کہ:

---

[1] زرقانی، ج۴، ص۳۸۹

[2] فتوح البلدان، ج۲، ص۲۵۳

لَقَدْ أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، وَإِنِّي لَجَارِيَةٌ أَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾ (القمر ۵۴:۴۶) [1]

میں بچی ہی تھی اور کھیل رہی تھی جب محمد ﷺ پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ''بلکہ قیامت کا دن ان کے وعدے کا دن ہے اور قیامت نہایت سخت اور تلخ ہوگی۔''

قرآنِ کریم سے اُسوۂ نبوی ﷺ پر استدلال

ایک مرتبہ حضرت سعد بن ہشامؒ اور حضرت حکیم بن افلحؒ دینی مسائل پوچھنے کے لیے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق اور تہجد کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ حضرت عائشہؓ نے قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے جواب میں فرمایا:

أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى. قَالَتْ فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ -صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَم- كَانَ الْقُرْآنَ... أَلَسْتَ تَقْرَأُ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ (المزمل ۷۳:۱)...... [2]

کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟......اللہ کے نبی کے اخلاق قرآن ہی تو تھے......پھر تہجد کے بارے میں فرمایا: کیا تم نے سورۂ مزمل نہیں پڑھی؟

حج کے موقع پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی حیثیت

ایک مرتبہ حضرت عروہؒ نے جو حضرت عائشہؓ کے بھانجے اور شاگرد تھے، آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ﴾ (البقرة ۲:۱۵۸)... [3]

عروہؒ نے کہا کہ اس کا تو مطلب ہے کہ اگر کوئی طواف نہ بھی کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اگر آیت کا مطلب وہی

---

[1] صحيح البخاري: ۴۸۷۶

[2] صحيح مسلم: ۷۴۶

[3] أيضاً: ۴۴۹۵

ہوتا جوتم کہتے ہوتو آیت اس طرح ہوتی :{فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا} یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ اسلام سے قبل منات کو پکارتے تھے اور منات قُدَید کے سامنے نصب تھا اور اسی لیے وہ صفا مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے۔جب اسلام آیا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

نزولِ قرآن میں ترتیب کی حکمت

مکی اور مدنی سورتوں کی ترتیبِ نزول میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ حکمتیں ہیں۔ ترتیبِ نزولِ قرآن کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن کی جو سب سے پہلی سورۃ نازل ہوئی وہ مفصلات میں سے تھی جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف آ گئے تو حرام وحلال کے احکام نازل ہوئے۔آپ فرماتی ہیں:

لَوْ نَزَلَ أَوَّلُ شَيْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوا لَا نَدَعُ الْخَمْرَ أَبَدًا وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوا لَقَالُوا لَا نَدَعُ الزِّنَا أَبَدًا ...[1]

اگر پہلے ہی شراب سے ممانعت کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر زنا سے ممانعت کا حکم نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی زنا نہیں چھوڑیں گے۔

مراد یہ ہے کہ اصلاح کے کام میں تدریج سے کام لینا فطری، مفید اور دوررس اثرات کی حامل حکمت عملی ہے۔

﴿حَتّٰٓی اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ کی تفسیر

حضرت عُروہؒ نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت ﴿حَتّٰٓی اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ...﴾ (یوسف ۱۲:۱۱۰) ’’جب رسول نا اُمید ہو گئے اور لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا تو اچانک ہماری مدد آ گئی۔‘‘ کے بارے میں پوچھا:

---

[1] صحیح مسلم: ۴۹۹۳

''کُذِّبوا (جھٹلائے گئے) یا کُذِبوا (جھوٹ بولے گئے) میں کونسا درست ہے؟'' حضرت عائشہؓ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''کُذِّبوا (جھٹلائے گئے) عروہؓ نے کہا کہ اس کا تو اُن کو یقین تھا کہ وہ جھٹلائے گئے، یہ ظن تو نہ تھا۔ اس لیے کُذِبوا (جھوٹ بولے گئے) صحیح ہے۔'' فرمایا: ''انبیاءؑ اللہ کی نسبت ایسا گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ان کے ساتھ نصرت کا جھوٹا وعدہ کیا۔'' عروہؓ نے پوچھا کہ پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا کہ ''یہ اُمتیوں کے بارے میں ہے کہ جب انھوں نے ایمان قبول کیا اور اپنی قوم نے ان کو ستایا اور نصرت الٰہی میں ان کو تاخیر معلوم ہوئی، یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے نا اُمید ہو گئے اور خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کی وجہ سے اہل ایمان بھی کہیں ہماری تکذیب نہ کر دیں تو اچانک اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہو جاتی ہے۔''[1]

اس روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی کذبوا کی قراءت عام قراءت سے مختلف ہے۔

میاں بیوی کے درمیان کچھ حقوق سے دستبرداری پر مصالحت

ناراضگی دور کرنے کے لیے صلح کر لینا تو ظاہر بات ہے کہ جائز ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس کے لیے اس خاص حکم کے نزول کی کیا حاجت تھی؟ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور حضرت عائشہؓ کی تفسیر درج ہیں:

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء ۴:۱۲۸)...[2]

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے ناراضگی یا بے رخی کا خوف ہو تو ان دونوں کے (حقوق کی کمی بیشی پر) صلح کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور صلح تو ہر حال میں بہتر ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا

---

[1] صحیح البخاری: ۴۶۹۵

[2] صحیح مسلم: ۳۰۳۱؛ صحیح البخاری: ۴۶۰۱

شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہ ہو یا بیوی بہت عمر رسیدہ ہوگئی ہو۔ اس حالت میں اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور بیوی رہ کر شوہر کو اپنے حق سے سبکدوش کردے تو یہ باہمی مصالحت بری نہیں ہے بلکہ طلاق سے یہ صلح کرنا بہتر ہے۔

یتیم لڑکیوں سے نکاح کا معاملہ

درج ذیل آیت کے پہلے اور آخری ٹکڑے میں بظاہر تعارض ہے:

﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانْكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ‌ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء ۴:۳)

اور اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں میں سے جس کے ساتھ چاہو، دو دو، تین تین اور چار چار شادیاں کرو اور اگر بے انصافی کا خوف ہو تو ایک بیوی پر اکتفا کرو۔

ایک شاگرد نے حضرت عائشہؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ''آیت کی شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ جو یتیم لڑکیوں کے ولی بن جاتے ہیں، وہ اُن کے مال اور جمال کو پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اُن سے نکاح تو کریں لیکن حقوق ادا نہ کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اُن مردوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ اگر تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف نہ کر سکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار نکاح کر لو لیکن ان یتیم لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لے کر بے انصافی کے مرتکب نہ بنو۔''[1]

اسی سے متعلق درج ذیل آیت بھی ہے:

﴿وَيَسۡتَفۡتُوۡنَكَ فِى النِّسَآءِ‌ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِيۡهِنَّ ۙ وَمَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فِى الۡكِتٰبِ فِىۡ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىۡ لَا تُؤۡتُوۡنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ﴾ (النساء ۴:۱۲۷)

ان لڑکیوں کے بارے میں لوگ تم سے پوچھتے ہیں، کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے

---

[1] صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۴۵۷۴؛ صحیح مسلم: ۳۰۱۸

میں اور جو کچھ قرآن میں تمھیں پڑھ کر سنایا گیا ہے، تمھیں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جن کو تم نہ ان کے مقررہ حقوق دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو...

جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس آیت میں جو حکم ہوا ہے اس سے مراد وہی پہلی آیت ہے۔ یہ حکم ان اولیاء سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیوں کو نہ خود اپنے نکاح میں لیتے ہیں کہ وہ حسن و جمال سے محروم ہیں اور یہ بھی نہیں چاہتے ہیں کہ دوسرے ان سے نکاح کرلیں کیونکہ ان کو جائیداد کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہوتا ہے۔ [1]

تکالیف کے بدلے میں مومن کے گناہ صغیرہ کی بخشش

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دل میں جو خیال اور اندیشے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا بھی حساب لے گا، پھر اگر چاہے گا تو معاف کردے گا اور اگر چاہے گا تو سزا دے گا۔ لیکن دل میں خود بخود پیدا ہو جانے والے وسوسوں پر بھی اگر پکڑ تسلیم کرلیا جائے تو یہ انسان کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۳ بھی ہے۔ ذیل میں یہ آیات اور حضرت عائشہؓ سے منقول اس کی تفسیر پیش کی جاتی ہے:

۱۔ ﴿وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِيٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ..﴾ (البقرۃ ۲: ۲۸۴)

اور اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کردو یا چھپا دو، اللہ اس کا حساب لے گا اور پھر جس کی چاہے گا مغفرت کردے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا......

۲۔ مَنْ يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهِ... (النساء ۴: ۱۲۳)

اور جو برا عمل کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا......

حضرت عائشہؓ سے حضرت اُمیہؒ نے اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے بھی یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں اور آزمائشوں کے ذریعے سزا ہے (اس کے بدلے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں)۔ مومن جب بیمار ہوتا ہے یا اس پر کوئی

---

[1] صحیح البخاری: ۲۴۹۴، ۴۵۷۴؛ صحیح مسلم: ۳۰۱۸

مصیبت آتی ہے، یہاں تک کہ جیب میں کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور اس کی تلاش میں اس کو پریشانی لاحق ہوتی ہے (اللہ تعالیٰ اس پر اس کو اجر دیتا ہے)۔ پھر یہ حال ہو جاتا ہے کہ جس طرح سونا آگ سے خالص ہو کر نکلتا ہے اسی طرح مومن دنیا سے پاک ہو کر نکلتا ہے۔ [1]

یتیم کے ولی کے لیے خرچہ لینے کا مسئلہ

یتیم کا ولی جو اس کے مال کی نگرانی کرتا ہے اگر وہ تنگ دست ہو تو اس کے مال سے معروف طریقے پر خرچ لے سکتا ہے۔ حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ یہ آیت:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾... (النساء ۴:۶) [2]

''اور جو مالدار ہو تو وہ کچھ نہ لے اور جو تنگ دست ہو وہ معروف طریقے سے کھائے۔'' یتیم کے ولی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس کا اور اس کے مال کی نگرانی کرتا ہے کہ اگر وہ تنگ دست ہو تو معروف طریقے سے اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

الصلاۃُ الوسطیٰ کا مصداق

حضرت عائشہؓ کے غلام ابو یونسؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے اس آیت ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرۃ ۲:۲۳۸) ''نمازوں کی حفاظت کرو اور بالخصوص صلاۃ وسطیٰ کی'' کے ساتھ ہی'' وَصَلٰوةُ الْعَصْرِ '' لکھوا دیا تھا۔ [3] اس کا مقصد والصلاۃ الوسطیٰ کی تفسیر تھی جو کہ حضرت عائشہؓ نے نماز عصر بیان کی ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمانوں کی آزمائش

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ

[1] سنن الترمذی: ۲۹۹۱
[2] صحیح البخاری: ۲۲۱۲
[3] صحیح البخاری: ۴۵۳۳

﴿وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ ... (الاحزاب ۳۳:۱۰)[1]

''اور جب وہ تمھارے سامنے سے آئے اور تمھارے پیچھے سے آئے اور آنکھیں چندھیا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔'' کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ غزوۂ خندق کی بات ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ، علم غیب اور فریضۂ رسالت

درج ذیل روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رویت باری تعالیٰ اور آپ کے پاس مطلق علم غیب کی نفی اور آپ کے فرضِ تبلیغ کی ادائیگی کے بارے میں آیات کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ فرماتی ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی نے ان میں سے ایک بات بھی کہی تو اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا: جس نے کہا کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھ لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ج وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام ۶:۱۰۳) ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ...﴾ (الشوریٰ ۴۲:۵۱) ''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک رکھتا ہے اور وہ باریک بین اور ہر چیز کا خبر رکھنے والا ہے''، ''اور کسی بشر کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کر سکے مگر بطور وحی یا پردے کے پیچھے سے''۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں ٹیک لگائے ہوئے تھا تو بیٹھ گیا اور کہا: اے اُم المومنین! میری طرف توجہ فرمائیے اور جلدی نہ کیجیے، کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے؟ ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم ۵۳:۱۳) '' اور ایک مرتبہ پھر اس نے اس کو دیکھا۔'' اور ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ (التکویر ۸۱:۲۳) ''اور اس نے اس کو روشن اُفق پر دیکھا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن کر فرمایا: سب سے پہلے میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس سے مراد جبریل ہے...... اور جس نے خیال کیا کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ احکام میں کوئی بات چھپائی ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] صحیح البخاری: ۴۱۰۳؛ صحیح مسلم: ۳۰۲۰

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (المائدة٥:٦٧) ”اے رسول! پہنچادو جو تیرے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے“، اور جس نے خیال کیا کہ محمد ﷺ کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (النمل٢٧:٦٥) ”کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“[1]

بدشگونی اور تقدیر کا معاملہ

ایک روایت میں ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ عورت، سواری اور گھر میں بدشگونی ہے...... جب حضرت عائشہ ؓ نے سنا تو فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس نے ابو القاسم پر قرآن نازل کیا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا کہنا ہے کہ اہل جاہلیت ایسا کہتے تھے کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھر میں اور سواری میں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ...﴾ (الحدید٥٧:٢٢) ”زمین پر اور کسی کی جان پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر وہ کتاب (تقدیر) میں لکھی ہوتی ہے۔“[2]

مردے کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کا معاملہ اور سماع موتیٰ

ایک مرتبہ آپ کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر سے گزرے تو فرمایا کہ اس کو اپنے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جا تا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ

---

[1] سنن الترمذی: ٣٠٦٨

[2] مسند أحمد: ٢٥٥٥٧

ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے، اُن سے غلطی ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾... (فاطر ۳۵:۱۸) [۱]

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔'' اور بے شک رسول اللہ ﷺ کا فرمان اس طرح ہے کہ مردے کو عذاب دیا جاتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کے گھر والے اس پر روتے ہیں۔''

دوسری روایت میں ذکر ہے کہ آپؓ نے درج ذیل آیتیں بھی بطور استدلال پیش کیں:

﴿فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ (النمل ۲۷:۸۰)

بے شک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے؛

﴿وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ (فاطر ۳۵:۲۲)

اور تم قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہے؛

﴿وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ (فاطر ۳۵:۱۸)

اور اگر تم کسی کو بوجھ اُٹھانے کے لیے پکارو تو وہ نہیں اُٹھا سکے گا۔ [۲]

تفقہ فی الدین

آپ کو اللہ تعالیٰ نے شرعی اُمور کا خصوصی فہم عطا کیا تھا۔ آپ اپنے فہمِ دین کو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی عامۃ الناس کی راہ نمائی کے لیے بروئے کار لاتی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت اسماءؓ انصاریہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے حیض سے پاک ہونے کے لیے غسل کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''پانی میں بیری کے پتے ملا کر غسل کرو اور تھوڑی سی روئی لے کر اس پر مشک لگاؤ اور اچھی طرح طہارت حاصل کرو۔'' خاتون کو بات سمجھ نہیں آئی، اس نے دوبارہ

---

[۱] مسند أحمد: ۴۸۵۰

[۲] صحيح البخاري: ۳۹۷۹؛ أيضاً، كتاب الجنائز، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم الميت يعذب ببكاء أهله؛ صحيح مسلم: ۹۳۲

پوچھا۔ آپ ﷺ حیا کی وجہ سے کھلے الفاظ میں اُن کو سمجھا نہیں سکتے تھے۔ اس لیے منہ پھیر کر پھر وہی جملہ دُہرایا۔ اس نے پھر پوچھا تو آپ نے سبحان اللہ کہہ کر پھر وہی جملہ دُہرایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو آپ ﷺ کی منشا کو سمجھ گئیں۔ چنانچہ اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور ارشاد نبوی کا منشا سمجھا دیا کہ جہاں خون کا اثر ہوتا ہے وہاں مشک لگی ہوئی روئی پھیر دو، پھر فرمایا:

نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ [1]

انصار کی عورتیں کیا ہی اچھی ہیں! دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے سے حیا ان کو نہیں روکتی۔

خدماتِ حدیث

آج ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا اہم حصہ احادیث کی صورت میں محفوظ ہے۔ احادیث شریعت کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ احادیث کو جمع کرنا، حفاظت کرنا، یاد کرنا اور زمانے کے لحاظ سے موجود تمام ذرائع کو استعمال کر کے دوسروں تک پہنچانا دعوت کی توسیع کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی اس اہم خدمت میں بھر پور کردار ادا کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ سعادت حاصل ہے۔ آپ نے تعلیماتِ نبوی کی اشاعت میں زبردست کردار ادا کیا۔ کوئی دوسری خاتون اس شرف میں آپ کی ہم سر نہیں ہے۔ آپ کے شاگردوں میں حضرات وخواتین دونوں شامل ہیں۔

مرویات

آپ سے کل ۲۲۱۰ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ جن میں سے ۱۷۴ پر بخاری و مسلم متفق ہیں۔ چوّن احادیث میں امامِ بخاری اور چھیاسی میں امامِ مسلم منفرد ہیں۔ [2]

تلامذہ

آپ سے درج ذیل بزرگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم: ۳۳۲؛ صحیح البخاری: ۳۱۵،۷۳۵۷،۳۱۴

[2] زرقانی، ج۳، ص۳۸۹

قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر، اُم کلثوم بنت ابی بکر، عوف بن الحارث بن الطفیل، حفصہ بنت عبدالرحمٰن، اسما بنت عبدالرحمٰن، عبداللہ بن ابی عتیق، محمد بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن زبیر، عروہ بن زبیر، عباد بن حبیب بن عبداللہ بن زبیر، عباد بن حمزہ بن عبدا للہ بن زبیر، عائشہ بنت طلحہ، ذکوان، ابن فروخ، عمرو بن العاص، ابو موسیٰ وغیرہ......رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔حافظ ابن حجرؒ نے اٹھاسی رواۃ ذکر کیے ہیں۔[1] حافظ ذہبیؒ نے تقریباً پونے دوسو نام لکھے ہیں۔[2]

شوہر کو سوکن سے راضی کرانا

حضرت صفیہؓ آپ کی سوکن تھیں، لیکن اس کے باوجود دونوں کے تعلقات باہمی جذبۂ رَقابت سے پاک اور باہمی خیرخواہی پر مبنی تھے۔مشن کی یکسانیت نے رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کو سوکناپے کے منفی اثرات سے محفوظ کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت صفیہؓ سے ناراض ہو گئے تو انھوں نے حضرت عائشہؓ سے گزارش کی:

هَلْ لَكِ أَنْ تُرْضِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّي وَلَكِ يَوْمِي... [3]

کیا آپؓ اس بات کے لیے تیار ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں جس کے صلے میں، میں اپنی باری کا دن آپؓ کو دے دوں؟ آپ نے کہا: مجھے منظور ہے۔آپ نے زعفران سے رنگی ہوئی چادر لی اور اس پر پانی چھڑکا تا کہ خوشبو تازہ ہو جائے، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ایک طرف بیٹھ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! یہ تمھاری باری کا دن نہیں ہے، اس لیے چلی جاؤ۔ آپ نے کہا: ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (الجمعۃ ۶۲:۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا

---

[1] تہذیب التہذیب، ج۱۲،۴۳۳۔۴۳۵
[2] سیر أعلام النبلاء، ج۲،ص۱۳۶۔۱۳۹
[3] سنن ابن ماجه: ۱۹۷۳؛ مسند أحمد: ۲۴۵۹۸، ۲۴۱۱۹

کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ حضرت صفیہؓ سے راضی ہو گئے۔

کشادہ دلی

حضرت حسانؓ بن ثابت اگرچہ واقعۂ اِفکُ میں آپ کو ایذا دے چکے تھے لیکن آپ کے دل میں پھر بھی ان کے لیے کوئی کینہ نہ تھا۔ آپ اُن کی اسلامی خدمات کی نہ صرف معترف تھیں بلکہ اکثر اُن کو یاد کیا کرتی تھیں اور اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ کوئی آپ کے سامنے ان کو برا بھلا کہے۔ ایسے موقعے پر آپ حضرت حسانؓ کے اس شعر کو دہراتی تھیں:

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ [1]

میرے باپ، دادا اور میری عزت وآبرو، رسول اللہ ﷺ کی عزت وآبرو کی حفاظت پر قربان ہیں۔

قاضی ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسانؓ بن ثابت نے اپنے بڑھاپے میں جبکہ اُن کی نظر جا چکی تھی، حضرت عائشہؓ کے ہاں آنے کی اجازت چاہی۔ آپؓ نے اجازت دے دی اور عزت افزائی فرمائی۔ جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے آپؓ سے کہا: کیا یہ وہ شخص نہیں ہے جو اِفک کی سازش میں شامل تھا؟ آپ نے جواب میں کہا: کیا اس نے یہ اشعار نہیں کہے؟

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرے باپ دادا اور میری عزت وآبرو، رسول اللہ ﷺ کی عزت وآبرو کی حفاظت پر قربان ہیں۔

پھر فرمایا: یہ شعر اُن کے تمام گناہوں کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری: ۴۱۴۱

[2] الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۸۵

حضرت عروہؒ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت حسانؓ کو بُرا بھلا کہا تو آپ نے منع کرکے فرمایا: ان کو بُرا بھلا نہ کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔ (1)

حضرت عائشہؓ کی فضیلت

کتب حدیث اور سِیَر میں کثرت سے آپ کے فضائل ومناقب مروی ہیں، جن میں سے چند کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ (2)

عورتوں پر عائشہؓ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید (3) کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میری صورت سبز ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لے آئے اور عرض کیا:

إِنَّ هٰذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ (4)

یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

آپؓ کی اعلیٰ و ارفع حیثیت صحابہ کرامؓ میں معروف تھی۔ ایک دفعہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور آپ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ وہاں موجود تھے۔ انھوں نے فوراً اس شخص کو ڈانٹ کر کہا: ذلیل وخوار ہو! دفع ہوجاؤ، اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ تو دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ (5)

---

(1) صحیح البخاری: ۳۵۳۱

(2) صحیح البخاری: ۳۴۱۱، ۳۴۳۴؛ صحیح مسلم: ۲۴۴۶؛ سنن الترمذی: ۳۸۸۷

(3) گوشت کے سالن میں ملیدہ بنانا

(4) سنن الترمذی: ۳۸۸۰؛ أسد الغابۃ، ج۷، ص۱۸۸

(5) أحمد بن محمد بن حنبل: فضائل الصحابۃ، ج۲، ص۸۷۰

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج پر دس طرح سے فضیلت حاصل ہے۔ پوچھا گیا: وہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔

(۲) آپ کی کسی اور بیوی کے ماں باپ دونوں مہاجر نہیں ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے میری برأت آسمان سے نازل فرمائی۔

(۴) جبریلؑ میری صورت ریشم میں آپ کے پاس آسمان سے لے آئے اور فرمایا: یہ تیری بیوی ہے اس سے شادی کیجیے۔

(۵) میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔

(۶) میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں اور آپ نماز پڑھ لیتے تھے۔

(۷) آپ پر میرے بستر پر وحی نازل ہوتی تھی۔

(۸) آپ کی وفات ایسی حالت میں ہوئی کہ آپ میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

(۹) آپ کا وصال میری باری کے دن ہوا۔

(۱۰) آپ کی تدفین میرے گھر میں ہوئی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی آپؓ سے محبت

حضرت عائشہؓ اپنی بھرپور صلاحیتوں اور حسن کردار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضرت عمروؓ بن العاص فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کہ لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''عائشہؓ''۔ میں نے پھر پوچھا: مردوں میں کون؟ تو آپؐ نے فرمایا: أَبُوهَا [2] ''اس کا باپ۔''

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۷۴؛ زرقانی، ج۳۸۸،۴، یہ تمام باتیں صحیحین میں بھی متفرق طور پر موجود ہیں۔

[2] صحیح البخاری: ۴۳۵۸، ۳۶۶۲؛ صحیح مسلم: ۲۳۸۴؛ سنن الترمذی: ۳۸۸۶، ۳۸۸۵

صحیحین کی روایت ہے کہ لوگوں کا معمول تھا کہ جس دن حضرت عائشہؓ کی باری ہوتی تھی، اسی دن وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیے بھیجا کرتے تھے، کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہیں۔ ان کا مقصد اس سے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی ہوتی تھی۔ ایک دن ازواج مطہراتؓ حضرت اُم سلمہؓ کے پاس جمع ہوگئیں۔ سب نے حضرت اُم سلمہؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ''عائشہؓ کی طرح ہم سب بھلائی کی خواہاں ہیں، اس لیے آپ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ آپ جس کے گھر میں بھی ہوں، اُن کو ہدیے بھیجنے چاہییں۔'' حضرت اُم سلمہؓ نے ازواج مطہرات کی یہ فرمائش رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے دو دفعہ اعراض فرمایا۔ جب انھوں نے تیسری دفعہ بات دہرائی تو آپؐ نے فرمایا:

يَا أُمَّ سَلَمَةَ لاَ تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ ، فَإِنَّهُ وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرَهَا [1]

اُم سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کے علاوہ کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

اس کے بعد حضرت زینبؓ بنت جحش اسی مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت عائشہؓ کو سخت باتیں سنائیں۔ حضرت عائشہ بیٹھی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا کہ جواب دے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا اشارہ پا کر اس زور سے اپنا موقف بیان کیا کہ حضرت زینبؓ لاجواب ہو کر چپ ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آخر وہ بھی ابوبکر کی بیٹی ہے!'' [2]

حضرت عائشہؓ سے خصوصی محبت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفات میں دیگر ازواج مطہراتؓ سے ان کے ہاں رہنے کی اجازت طلب کی، جب انھوں نے

---

[1] صحيح البخاري: ٣٧٧٥؛ سنن الترمذي: ٣٨٧٩؛ مسند أحمد: ٢٥٩٧٣

[2] صحيح البخاري: ٢٥٨١؛ صحيح مسلم: ٢٤٤٢؛ مسند أحمد: ٢٤٠٥٤

اجازت دے دی تو آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس رہنے لگے، یہاں تک کہ انھی کے ہاں وصال ہو گیا۔ [1]

دوسری ازواجِ مطہراتؓ کو حضرت عائشہؓ کی اس قدر و منزلت کا بخوبی علم تھا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے آپؓ کی وفات کے بعد کہا:

يَرْحَمُهَا اللهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ كُلِّهِمْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَبُو هَا [2]

اللہ تعالیٰ ان پر رحمتوں کا نزول فرمائے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، وہ سوائے ان کے والد کے تمام لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

رسول اللہ ﷺ ان سے اپنی محبت کا اظہار اس طرح بھی فرماتے تھے کہ جب پانی پیتے تھے تو برتن کے اس جانب اپنا دہن مبارک رکھتے، جس جانب حضرت عائشہؓ نے منہ رکھ کر پانی پیا ہوتا۔ [3]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

أَيْ بُنَيَّةُ! أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ. فَقَالَتْ: بَلَى قَالَ: فَأَحِبِّي هٰذِهِ [4]

میری لختِ جگر! کیا تم اس سے محبت نہیں کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا: کیوں نہیں! تو آپ نے حضرت عائشہؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: پس اس سے محبت کرو۔

آپؓ کی تفریح کا انتظام

اسلام جائز حدود کے اندر تفریح کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ یہ انسانی نفسیات کی

---

[1] صحیح البخاری: ۴۴۵۰، ۳۷۷۴، ۱۹۸،۴۴۴۲؛ صحیح مسلم: ۲۴۴۳

[2] حِلية الأولياء، ج۲، ص۴۴

[3] مدارج النبوة، ج۱، ص۷۰

[4] صحیح مسلم: ۲۴۴۲

ضرورت ہے اور مزاج پر مثبت اثر ڈالتی ہے اور کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کی اس ضرورت کا پورا پورا خیال فرماتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں آپ کے پاس گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو وہ چھپ جایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ ان کو میرے پاس بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔''[1]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی گڑیوں کو دیکھ کر فرمایا: ''عائشہ! یہ کیا ہے؟'' آپؓ نے جواب دیا: ''میری گڑیاں ہیں۔'' گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا کھڑا تھا جس کے چمڑے کے دو پَر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: ''اور یہ کیا ہے؟'' آپؓ نے جواب دیا: ''گھوڑا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا: ''گھوڑے کے پَر کیسے ہو گئے ہیں؟'' حضرت عائشہؓ اگرچہ کم سن تھیں لیکن ذہین و فطین تھیں اس لیے فوراً جواب دے کر کہا: ''کیا آپ نے حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پَروں کے بارے میں نہیں سنا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ آپ کا یہ بے ساختہ مگر درست جواب سن کر مسکرا دیے۔[2]

ایک بار کسی سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو آگے بھیج کر آپ سے دوڑ لگائی۔ اس دوڑ میں آپ آگے نکل گئیں۔ پھر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد جب آپؓ کا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو دوبارہ دوڑ لگائی۔ اس دفعہ دوڑ میں رسول اللہ ﷺ آگے نکل گئے تو لطف سے آپ سے فرمایا: ''یہ اس سبقت کا بدلہ ہے۔''[3]

ایک مرتبہ عید کے دن کچھ حبشی مسجد میں نیزہ بازی کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اُن کا کھیل دکھانے کے لیے بلایا۔ انھوں نے آپ کے کندھے پر اپنا

---

[1] صحیح البخاری: ٦١٣٠؛ صحیح مسلم: ٢٤٤٠؛ سنن ابن ماجه: ١٩٨٢

[2] سنن أبي داود: ٤٩٣٢

[3] أیضاً: ٢٥٧٨؛ سنن ابن ماجه: ١٩٧٩؛ مسند أحمد: ٢٣٥٩٨

سر رکھا اور کھیل دیکھنے لگیں۔ آپ ﷺ مسلسل انھیں وہ کھیل دکھا رہے تھے یہاں تک کہ سیر ہو کر وہ خود ہی وہاں سے ہٹ گئیں اور دیکھنا بند کر دیا۔ [1]

آخری دو واقعات تفریح کے ساتھ ساتھ خواتین کے لیے فنون جنگ سے واقفیت اور تربیت کے لیے بھی مفید ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابیات نے میدان جہاد میں خود بھی کارہائے نمایاں انجام دیے اور انھوں نے اپنے بچوں کو بھی اس کے لیے تیار کیا تھا۔

آپؓ کی وجہ سے اُمت کو تیمم کی سہولت

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضرت اسماؓ سے ہار مستعار لیا اور رسول اللہ ﷺ سے غزوۂ ذات الرقاع [2] کے سفر میں ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔ دوران سفر راستے میں وہ کہیں ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ صحابہؓ کو اس کی تلاش میں بھیجا۔ راستے میں نماز کا وقت آیا (اور پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے) انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ کر آئے تو پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ لوگوں کی آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آیت تیمم نازل فرمائی تو حضرت اُسیدؓ بن حضیر نے (حضرت عائشہؓ کو مخاطب کرکے) فرمایا:

جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً [3]

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم! آپؓ کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس سے نکلنے کا راستہ بنایا اور مسلمانوں کے لیے بھی وہ ذریعۂ برکت ثابت ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ نے پہلے حضرت عائشہؓ پر غصے کا اظہار کیا کہ تمھاری وجہ سے مسلمانوں کو تاخیر ہوئی لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے بھی کہا: مَا عَلِمْتُ إِنَّكِ

---

[1] صحیح البخاری: ۴۵۵، ۳۵۳۰؛ صحیح مسلم: ۸۹۲

[2] پانچ ہجری میں حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبائل انمار و ثعلبہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ چار سو صحابہ کرام کا لشکر لے وہاں چلے گئے لیکن مذکورہ قبائل بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

[3] صحیح البخاری: ۳۳۴، ۳۶۷۲، ۴۶۰۸، ۵۱۶۴، ۳۷۷۳؛ صحیح مسلم: ۳۶۷؛ سنن ابن ماجہ: ۵۶۸

لَمُبَارَكَةٌ...... [1] ''مجھے علم نہیں تھا، تم تو مبارک ہو۔'' جب حضرت عائشہؓ کے اونٹ کو اٹھایا گیا تو اسی کے نیچے سے ہار مل گیا۔

کثرت سے روزے رکھنا

دوسری عبادات کی طرح آپ کو روزوں سے بھی خصوصی شغف تھا، اس لیے آپ کثرت سے روزے رکھتی تھیں۔ ابن الجوزیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں۔ [2] اسی طرح ابونعیم الاصبہانیؒ نے لکھا ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ برابر روزے رکھتی تھیں یہاں تک روزوں کی کثرت نے آپؓ کو کمزور اور لاغر کر دیا۔ [3]

حضرت جبریلؑ کا آپؓ کو سلام کہنا

حضرت ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا عَائِشُ، هَذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ... [4]

اے عائش! یہ جبریلؑ ہیں، تمھیں سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو پیار سے عائش بھی کہا کرتے تھے۔

کثرتِ انفاق

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا جہاں ثواب کا کام ہے وہاں اپنے تزکیہ وتربیت کے

---

[1] سنن ابن ماجه: ٥٦٥؛ مسند أحمد: ١٨٣٠٩

[2] صفة الصفوة، ج٢، ص١٥؛ الطبقات الكبرىٰ، ج٨، ص٢٧٦

[3] حلية الأولياء، ج٢، ص٤٧

[4] صحيح البخاري: ٣٢١٧، ٦٢٠١، ٦٢٤٩؛ صحيح مسلم: ٢٤٤٧؛ سنن الترمذي: ٣٨١٦

لیے بھی یہ ضروری ہے۔ حضرت عائشہ میں یہ وصف بدرجہ کمال موجود تھا۔ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے پاس جو کچھ بھی آتا وہ اپنے پاس نہیں رکھتی تھیں بلکہ فوراً صدقہ کر دیتی تھیں۔ اُن کی کثرتِ انفاق کو دیکھ کر ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ اب اُن کے ہاتھ روک دیے جائیں۔ حضرت عائشہؓ کو جب پتہ چلا تو ان کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی یہ بات اتنی ناگوار گزری کہ اُن سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی حالانکہ عبداللہ کا برتاؤ آپ کے ساتھ نہایت کریمانہ تھا۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا کہ خالہ ناراض ہوگئیں ہیں تو صلح کے لیے سفارش کرائی لیکن آپ کی ناراضگی اتنی شدید تھی کہ فرمایا:

لَا وَاللّٰهِ لَا أُشَفِّعُ فِيهِ أَبَدًا، وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلَى نَذْرِي...إِنِّي نَذَرْتُ، وَالنَّذْرُ شَدِيدٌ...[1]

نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس میں نہ تو کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ ہی اپنی قسم توڑوں گی۔ جب مقاطعے (boycott) نے طول پکڑا تو حضرت مسورؓ بن مخرمہ اور عبدالرحمٰنؓ بن اسود نے بڑی مشکل سے ابن زبیرؓ سے ملاقات کے لیے ان کی اجازت حاصل کی۔ جب عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت کی تو قسم توڑنے کا خوف اتنا تھا کہ غم سے روتے ہوئے فرمایا: میں نے نذر مانی تھی اور نذر کو توڑنا سخت گناہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی کفارے کے طور پر چالیس غلام آزاد کیے۔ جب بھی نذر یاد آتی تو خوب روتیں یہاں تک کہ چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

ایک دفعہ ایک خاتون دو بیٹیوں کو لے کر آپؓ کی خدمت میں مدد طلب کرنے کے لیے آئی۔ اس وقت آپؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ آپؓ نے وہ بھی اس کو دے دی، جس کو خاتون نے آدھا آدھا کر کے بیٹیوں کو دے دیا۔[2]

---

[1] صحیح البخاری: ۶۰۷۵، ۳۵۰۵؛ مسند أحمد: ۱۸۴۴۲

[2] صحیح البخاری: ۱۴۱۸؛ صحیح مسلم: ۲۶۲۹

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سونے کا ہار بھیجا، جس میں موتی جڑے ہوئے تھے، جن کی قیمت ایک لاکھ درہم تک تھی۔ آپؓ نے اس کی رقم ازواجِ مطہراتؓ میں تقسیم کر دی۔ [۱]

حضرت عائشہؓ کی باندی اُمِ ذَرَّہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی خدمت میں ایک ہزار درہم دو تھیلیوں میں بھیجے۔ اس دن حضرت عائشہؓ روزہ سے تھیں۔ آپ نے اسی وقت ایک طشتری (tray) منگوا کر وہ رقم اس میں ڈال دی اور لوگوں میں تقسیم کر دی۔ شام کو جب باندی سے افطاری لانے کو کہا تو اس نے کہا کہ جو مال تقسیم کیا ہے اس میں سے ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیا ہوتا۔ آپ نے سن کر فرمایا: مجھے تو یاد ہی نہ تھا اگر یاد کروا دیتی تو منگوا لیتی۔ [۲]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کثرتِ انفاق کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ اپنی ذاتی ضروریات تک یاد نہ رہتیں۔

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ نے ستر ہزار درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لُٹا دیے۔ [۳] ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، جو آپ نے شام ہونے سے قبل ہی تقسیم کر دیے۔ [۴]

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ روزہ کی حالت میں تھیں۔ ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ آپؓ کے پاس سوائے ایک روٹی کے کچھ بھی نہیں تھا۔ آپؓ نے باندی کو حکم دیا کہ وہ روٹی مسکین کو دی جائے۔ باندی نے عرض کیا: اس کے علاوہ آپ کی افطاری کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود آپؓ نے کہا: روٹی اس کو دے دو۔ چنانچہ باندی نے روٹی

---

[۱] صِفة الصَفوة، ج۲، ص۱۳۔۱۴

[۲] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۶؛ زُرقانی، ج۴، ص۳۹۰؛ حِلیة الأولیاء، ج۲، ص۴۷

[۳] تاریخ إسلام، ج۳، ص۲۵۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۵

[۴] المستدرك: ۶۷۴۵؛ حِلیة الأولیاء، ج۲، ص۴۷

مسکین کو دے دی۔ جب شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھیج دیا تو آپؓ نے باندی کو بلا کر کہا: كُلِي مِنْ هٰذَا هٰذَا خَيْرٌ مِنْ قُرْصِكِ[۱] ''یہ کھاؤ، یہ تمھاری روٹی سے بہتر ہے۔''

حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ان کا گھر ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں خریدا اور تاحیات رہائش کی شرط قبول کی۔ آپ نے وہ تمام رقم بھی صدقہ کر کے تقسیم کر دی۔[۲]

مذہبی رواداری رغیر مسلموں کی مدد

کوئی غیر مسلم بھی آپؓ سے مدد کی اپیل کرتا تو آپ ضرور اس کی مدد کرتیں۔ سنن نسائی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودیہ آئی اور کوئی چیز مانگی تو آپ نے دے دی۔[۳]

امام احمدؒ کی روایت ہے کہ ایک یہودیہ نے خوشبو مانگی تو آپؓ نے دے دی۔[۴]

ہوسکتا ہے کہ دوسری روایت پہلی ہی کی وضاحت ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہوں۔

خدمتِ نبوی

حضرت عائشہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ وہ آپ کی خدمت اپنے لیے اعزاز سمجھتی تھیں۔ کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور خانہ داری کے دیگر اُمور خود ہی انجام دیتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں اپنے ان ہاتھوں سے رسول اللہ ﷺ کے قربانی کے جانوروں کی رسیاں اور پٹے درست کرتی تھیں۔[۵]

رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک کے بالوں میں خود ہی بہترین خوشبو لگاتی

---

[۱] موطأ، كتاب الجامع، باب الترغيب في الصدقة

[۲] الوفاء، ص۲۵۸

[۳] سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر

[۴] مسند أحمد: ۲۳۶۵۸

[۵] صحيح البخاري: ۱۶۹۶؛ مسلم: ۱۳۲۱

تھیں یہاں تک کہ اس کی چمک آپ کی داڑھی میں نظر آنے لگتی تھی۔[1] اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو خود ہی دھوتی تھیں۔[2] رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں میں کنگھی بھی آپ رضی اللہ عنہا ہی کرتی تھیں۔[3]

رسول اللہ ﷺ جب کبھی بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے آپ پر دم کرتے تھے جب بیماری میں شدت آ گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ خدمت سرانجام دیتی تھیں۔[4]

جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینے کی طرف ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سفر کے لیے زادِ راہ تیار کیا۔[5] اس طرح آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو مسواک چبا کر دیا کرتی تھیں۔

صرف رسول اللہ ﷺ کی نہیں بلکہ آپ سے ملنے کے لیے آنے والے وفود کی بھی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت لقیط رضی اللہ عنہ بن صبرہ سے مروی ہے کہ وہ اور ان کا ایک ساتھی بنوالمنتفق کے وفد کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ گھر پر موجود نہیں تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھر پر موجود تھیں۔ انھوں نے ہمارے لیے خزیرہ یا عصیدہ[6] بنوایا اور ایک بڑی رکابی (plate) میں کھجور بھجوائی۔[7]

رسول اللہ ﷺ کو مِسواک چبا کر دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفات میں وصال سے کچھ

---

[1] صحیح البخاری: ۵۹۲۳؛ صحیح مسلم: ۱۱۸۹

[2] صحیح مسلم: ۲۹۷؛ صحیح البخاری: ۳۰۱

[3] صحیح مسلم: ۲۹۷؛ صحیح البخاری: ۲۰۲۸

[4] مسند أحمد: ۲۴۳۱۰

[5] صحیح البخاری: ۵۸۰۷، ۳۶۰۶

[6] ایک قسم کا کھانا جو آٹا، دودھ اور تیل ملا کر تیار کیا جاتا تھا۔

[7] سنن أبی داود: ۱۴۲؛ مسند أحمد: ۱۵۹۴۹

پہلے میرے ساتھ ٹیک لگایا ہوا تھا کہ میرے بھائی عبدؓ الرحمٰن آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھنے لگے۔ چونکہ مجھے آپ کی مسواک سے محبت کا علم تھا اس لیے میں نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر آپ کا ارشاد ہو تو مسواک لے دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ میں نے عبدؓ الرحمٰن سے مسواک لی اور چونکہ وہ سخت تھی اس لیے اپنے دانتوں سے نرم کی اور آپ کو دے دی۔ آپ نے اس حال میں مسواک کی کہ میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگایا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی اس قربت پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں:

إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللهِ عَلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَأَنَّ اللهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ [1]

اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک نعمت مجھ پر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں، میری باری کے دن اور میری گود میں فوت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال کے وقت میرا لعاب آپ کے لعاب سے ملا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے آرام کا خیال کرنا

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں جا رہی تھیں۔ راستے میں آپؓ کا ہار گم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو تاخیر ہوئی۔ چونکہ اس مقام پر پانی نہیں تھا اس لیے لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ ''دیکھو! عائشہؓ کی وجہ سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہیں۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کی باتیں سن کر حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، (اس وقت رسول اللہ ﷺ آپ کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے) اور آپ کو ڈانٹتے ہوئے کہا: ''تمھاری وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو دیر ہو رہی ہے حالانکہ یہاں پانی تک موجود نہیں ہے!'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ ''وہ میرے پہلو میں ہاتھ سے مارتے رہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا، اس لیے میں

[1] صحیح البخاری: ۴۴۵۰، ۴۴۴۹

حرکت نہیں کر رہی تھی کہ کہیں آپ کے آرام میں خلل نہ پڑ جائے۔''[1]

ایک بار رسول اکرم ﷺ آپؓ کے پاس غصے کی حالت میں آئے تو آپؓ نے فرمایا:

مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللهِ [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ[2]

یا رسول اللہ ﷺ! کس نے آپ کو غضبناک کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے!

حضرت عمر فاروقؓ کے ہاں آپؓ کی قدر و منزلت

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں اموالِ عراق میں سونے کی ایک بیش قیمت ڈبیہ، جس میں موتی تھے، آئی تو انھوں نے لوگوں سے پوچھا: اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کو عائشہؓ کی خدمت میں بھیج دوں، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیوی تھیں۔ لوگوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو آپؓ نے وہ ڈِبیہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیج دی۔ جب حضرت عائشہؓ نے کھول کر دیکھا تو فرمایا کہ ''یا اللہ تعالیٰ! عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے احسان کیے۔ آئندہ مجھے ان کے عطیات کے لیے زندہ نہ چھوڑنا۔''[3]

حضرت عمر فاروقؓ نے دیگر اُمہات المومنینؓ کے لیے دس دس ہزار درہم نفقہ مقرر کیا تھا لیکن بارگاہِ نبوی میں آپؓ کی قدر و منزلت کی وجہ سے آپؓ کا نفقہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔[4] آپ کی سرگرمیاں چونکہ دیگر ازواج سے زیادہ تھیں، اس لیے اخراجات بھی زیادہ تھے اور اس طرح آپ زیادہ نفقے کی مستحق تھیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے لیے آپؓ کا ایثار

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے روضہ ہائے مبارک کے ساتھ اپنی قبر کے لیے جگہ مختص کی تھی لیکن جب حضرت عمر فاروقؓ نے وفات سے قبل اس جگہ اپنی

---

[1] صحیح البخاری: ۳۷،۶۸۴۴؛ صحیح مسلم: ۳۶۷

[2] صحیح البخاری: ۴۴۴۹،۴۴۵۰

[3] فضائل الصحابۃ، ج۲، ص۸۷۵

[4] المنتظم، ج۴، ص۱۹۵

تدفین کے لیے اجازت طلب کرنے کی وصیت کی تو خود پر اُن کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے مخصوص کی تھی لیکن آج میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔''[1]

جذبات کا لطیف اظہار

حضرت عائشہؓ اگر کبھی بشری تقاضوں کے تحت کسی بات پر ناراض بھی ہو جاتیں تو خلافِ ادب کوئی بات آپ کے منہ سے نہیں نکلتی تھی ، بلکہ ایک اعلیٰ اور لطیف پیرائے میں اپنے جذبات کا اظہار فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو فرمایا: ''تمھاری رضامندی اور ناراضگی کا مجھے علم ہو ہی جاتا ہے۔'' فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: ''آپ کو کیسے پتہ چلتا ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو یوں قسم اُٹھاتی ہو: محمد ﷺ کے رب کی قسم! اور جب ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو: ابراہیمؑ کے رب کی قسم!'' فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! بالکل ایسا ہی ہے۔ میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔''[2]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث میں ایک لطیف نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''مطلب یہ کہ ناخوشی کی حالت میں صرف آپ کا نام نہیں لیتی لیکن آپ کی ذات گرامی اور آپ کی یاد میرے دل میں ہے اور میری جان آپ کی محبت میں مستغرق ہے اس محبت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا''۔[3]

خوش طبعی

خوش طبعی انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ازواج مطہراتؓ کبھی کبھی آپس میں ہنسی مذاق کر لیتی تھیں کیونکہ ان کے باہمی تعلقات دوستانہ اور بغض وکینہ سے پاک تھے۔

---

[1] صحیح البخاری: ۳۷۰۰، ۱۳۹۲

[2] صحیح البخاری: ۵۲۲۸؛ صحیح مسلم: ۲۴۳۹؛ مسند أحمد: ۲۳۷۹۷، ۲۳۴۹۲

[3] مدارج النبوۃ، ج۲، ص۵۵۶

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے خزیرہ بنایا۔ حضرت سودہؓ میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے ان کو کہا: ''کھا لیجیے۔'' انھوں نے کہا: ''مجھے خواہش نہیں ہے، میں نہیں کھاتی۔'' میں نے اصرار کر کے کہا: ''آپ کو کھانا پڑے گا ورنہ میں آپ کے منہ پر مَل دوں گی۔'' جب انھوں نے پھر بھی نہیں کھایا تو میں نے واقعتاً اس کے منہ پر مَل دیا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے، وہ ہنس پڑے۔ اس کے بعد حضرت سودہؓ نے بھی حریرہ لیا اور میرے منہ پر مَل دیا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔[1] شاید کھانا منہ میں دیتے ہوئے کچھ حصہ چہرے پر لگ گیا ہو۔

ہر کام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اجازت لینا

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ابوالقُعَیس کے بھائی افلح، جو اُن کے رضاعی چچا تھے، آئے اور ملاقات کی اجازت طلب کی تو آپؓ نے فرمایا: جب تک میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر اجازت نہ لے لوں، اس کو داخلے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تمھارا چچا ہے اس لیے تمھارے پاس آسکتا ہے۔'' حضرت عائشہؓ نے اپنی تسلی کے لیے مزید وضاحت چاہی: ''مجھے تو دودھ عورت نے پلایا ہے مرد نے نہیں۔'' تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''وہ تمھارا چچا ہے اس لیے آسکتا ہے۔''[2]

شوقِ جہاد

فریضۂ جہاد ایک مشکل ذمہ داری ہے، اس لیے اسلام نے صنفِ نازک کو اس کی تکلیف نہیں دی ہے۔ لیکن پھر بھی صحابیات کے دل جہاد کے فضائل کے پیشِ نظر ہر وقت اس کے شوق سے لبریز رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے

---

[1] فضائل الصحابۃ، ج۱، ص۳۵۰

[2] صحیح البخاری:۲۶۴۴؛ صحیح مسلم:۱۴۴۵؛ سنن الترمذی:۱۱۴۸

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَخْرُجُ فَنُجَاهِدَ مَعَكَ فَإِنِّي لَا أَرَى عَمَلًا فِي الْقُرْآنِ أَفْضَلَ مِنَ الْجِهَادِ قَالَ لَا وَلَكُنَّ أَحْسَنُ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ حَجُّ الْبَيْتِ حَجٌّ مَبْرُورٌ [1]

یا رسول اللہؐ! کیا ہم آپ ساتھ نکل کر جہاد نہ کریں؟ کیونکہ میں نے قرآن میں جہاد سے افضل کوئی عمل نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: بلکہ (عورتوں کے لیے) افضل جہاد حج بیت اللہ ہے جو مقبول ہو۔

میدانِ جہاد میں مجاہدین کی خدمت

غزوۂ اُحد کے نازک موقع پر آپؓ دیگر صحابیات کے ساتھ مجاہدین کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہیں۔ حضرت انسؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت اُم سلیمؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا ،... تَنْقُلاَنِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا ، فَتُفْرِغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ [2]

میں نے اُن دونوں کو بار بار بڑی محنت سے پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لاد کر لاتے ہوئے اور لوگوں کو پلاتے ہوئے دیکھا۔ تیز تیز اور محنت سے آنے جانے کی وجہ سے اُن کی پنڈلیوں کا نچلا حصہ نظر آتا تھا۔

آپ کا داعیانہ مزاج / اصلاح وتربیت کی کوششیں

حضرت عائشہؓ داعیانہ مزاج کی مالک تھیں۔ آپ کا رویہ برائیوں کے ساتھ مصالحانہ نہیں بلکہ اُن کو جڑ سے اُکھاڑنے کا تھا۔ آپ اس میں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں کرتی تھیں، برائی جس میں بھی دیکھتیں تو فوراً اس کو ٹوکتیں اور اصلاح کرتی تھیں۔

ایک دن آپ، حضرت صفیہؓ اُم طلحہ کے پاس آئیں اور دیکھا کہ ان کی بیٹیاں بغیر

---

[1] سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب فضل الحج؛ صحیح البخاری: ۱۶۸۱

[2] صحیح البخاری: ۴۰۳۶، ۲۸۸۰، ۳۸۱۱؛ صحیح مسلم: ۱۸۱۱

چادر کے نماز پڑھ رہی ہیں حالانکہ وہ بالغ ہوچکی تھیں تو فرمایا: ان میں سے کوئی بغیر چادر کے نماز نہ پڑھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے۔ میرے پاس ایک لڑکی تھی (اور اس کے سر پر چادر نہیں تھی) آپ ﷺ نے مجھے اپنی لنگی دی اور کہا کہ اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا اس کو اور ایک اُم سلمہ ؓ کی پرورش میں جو لڑکی ہے، اس کو دے دو، کیونکہ میرے خیال میں وہ بالغ ہوچکی ہیں۔ [1]

ایک مرتبہ حضرت ابوسلمہ ؓ کی اپنے قبیلے والوں کے ساتھ زمین کے بارے میں لڑائی ہوگئی۔ جب وہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس آئے تو آپ ؓ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ابوسلمہ ؓ! زمین سے بچو، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ [2]

جس نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کی۔ قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اس زمین کے ٹکڑے کے برابر زمین اس آدمی کے گلے میں بطورِ سزا طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔

ایک دفعہ آپ ؓ کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن آپ ؓ کے پاس آئی۔ اس نے باریک اوڑھنی پہن رکھی تھی، جس سے اس کا جسم جھلک رہا تھا۔ آپ نے اس سے وہ اوڑھنی لے کر پھاڑ ڈالی اور تذکیر بالقرآن کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم نے سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام نہیں پڑھے ہیں؟'' پھر اس کو ایک موٹی اوڑھنی منگوا کر دے دی۔ [3]

ایک مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے ایک عورت کو دیکھا کہ چادر میں صلیب لگا یا ہوا ہے تو فوراً منع کرتے ہوئے فرمایا:

اِنْزَعِي هٰذَا مِنْ ثَوْبِكِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَآهُ فِي ثَوْبٍ قَضَبَهُ [4]

---

[1] مسند أحمد: ۲۴۱۲۵؛ سنن أبي داود: ۶۴۲

[2] صحیح مسلم: ۱۶۱۲؛ صحیح البخاري: ۲۴۵۳؛ مسند أحمد: ۲۵۶۹۲

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۹؛ موطأ، کتاب الجامع، باب ما یکرہ للنساء لبسه من الثیاب

[4] مسند أحمد: ۲۵۳۵۳

اپنے کپڑوں سے اس کو اُتار دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس قسم کی چیزیں کپڑوں میں دیکھتے تو توڑ دیتے تھے۔

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو دیکھا کہ وضو اچھی طرح نہیں کیا تو فوراً تنبیہ فرمائی اور حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا: اے عبدالرحمٰن! کامل طریقے پر وضو کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وَيْلٌ لِلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ [1] ''ٹخنوں کے لیے آگ ہے۔ (اگر وہ وضو میں خشک رہ جائیں)۔''

حضرت عائشہؓ کے مکان میں ایک کرایہ دار رہتا تھا۔ اس کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے، سخت غصہ ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ کہ نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینک دو گے تو میں تمھیں اپنے گھر سے نکلوا دوں گی۔ [2]

ایک مرتبہ کچھ عورتیں حاضر خدمت ہوئیں تو آپؓ نے اُن کو ہدایت کی کہ مجھے مردوں کو ٹوکتے ہوئے شرم آتی ہے، اس لیے اپنے شوہروں کو آگاہ کرو کہ پانی سے طہارت حاصل کیا کریں، کیونکہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ [3]

جب حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے آخر میں فتنوں نے سر اُٹھایا تو حضرت عائشہؓ اصلاح احوال کے لیے سرگرم ہوگئیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک، نعلین اور کپڑے لوگوں کو نکال کر دکھائے اور کہا:

مَا أَسْرَعَ مَا تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ [4]

تم لوگوں نے کتنا جلد اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا!

حاکمِ وقت کو نصیحت

حکام کے سامنے سیدھی اور دوٹوک بات کہنے کے لیے بہت بڑی جرأت کی ضرورت

[1] مسند أحمد: ٢٥٦٨٢

[2] الأدب المفرد، ص ٣٥٤

[3] مسند أحمد: ٢٢٣٦٩

[4] أنساب الأشراف، ج٥، ص٨٨

ہوتی ہے، لیکن یہ کام جتنا مشکل ہے اتنا ہی زیادہ باعثِ اجر وفضیلت ہے۔ حضرت عائشہؓ کو صحبت نبوی کی وجہ سے یہ فضیلت بھی بدرجہ کمال حاصل تھی۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہؓ نے درخواست کی کہ آپؓ اُن کو ایک مختصر اور نصیحت آموز خط لکھیں تو آپ نے اُن کو یہ خط لکھا:

سَلَامٌ عَلَيْكَ! أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ[1]

السلام علیکم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی مول لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکالیف سے بچانے کے لیے کافی ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُن کے سپرد کر دے گا۔

ایک حاکمِ وقت کی نصیحت کے لیے اس خط میں اختصار کے ساتھ جامعیت، موزونیت اور جرأت مثالی ہے۔

حضرت معاویہؓ کو ایک دوسرے خط میں آپؓ نے لکھا:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَمِلَ بِمَعْصِيَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَادَ حَامِدُهُ مِنَ النَّاسِ ذَامًّا[2]

جو بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال کرے گا۔ وہ اس کی تعریف کرنے والوں کو اس کی مذمت کرنے والا بنا دے گا۔

جب زیاد نے حضرت حجرؓ بن عدی کو بغاوت کے الزام میں حضرت معاویہؓ کے دربار میں پیش کیا (کیونکہ وہ اُمراکے ظلم وستم پر نکیر فرماتے تھے) تو حضرت معاویہؓ نے ان کو قتل کرا دیا۔ جب حضرت عائشہؓ حضرت معاویہؓ سے ملی تو ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذی: ۲۴۱۴

[2] مجمع الزوائد: ۱۷۶۷۵؛ صفة الصفوة، ج۲، ص۱۵؛ العقد الفرید، ج۱، ص۵۶

أَمَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ وَأَصْحَابِهِ؟[1]

اے معاویہ! کیا تمھیں حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے۔

عبادات سے شغف

آپؓ کے بھانجے حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت عائشہؓ کے گھر رات بسر کرتا تو صبح اُٹھ کر اُن کو سلام کرتا۔ ایک دن میں صبح اٹھا تو دیکھا کہ وہ کھڑی تھیں، تسبیح کر رہی تھیں اور اس آیت کی تلاوت کر رہی تھیں: ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ (الطور ۵۲:۲۷) ساتھ دعائیں کر رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔ آپؓ یہ عمل بار بار کر رہی تھیں۔ جب میں تھک گیا تو کسی کام کے لیے بازار گیا۔ واپس آیا تو وہ پھر بھی کھڑی تھیں، نماز پڑھ رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔[2]

آپ چاشت کی آٹھ رکعت پابندی سے ادا کرتی تھیں۔ یہ نماز آپؓ کو اتنی مرغوب تھی کہ فرماتی تھیں کہ اگر میرے ماں باپ بھی قبر سے اُٹھ کر مجھے اس سے منع کریں تب بھی میں اس کو نہیں چھوڑوں گی۔[3] رمضان المبارک میں اپنے غلام ذکوانؓ کی امامت میں نماز تراویح پڑھتی تھیں۔[4]

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے جارہی تھیں کہ مقام سرِف پر آپؓ کو ماہ واری کا عارضہ لاحق ہوگیا تو رونے لگیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو کہا:

میں چاہتی ہوں کہ میں اس سال حج ہی نہ کرتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید

---

[1] الروض الأنف، ج۳، ص۳۶۶

[2] الروض الأنف، ج۳، ص۳۶۶؛ صفة الصفوة، ج۲، ص۱۵

[3] موطأ، كتاب النداء والصلاة، باب صلاة الضحىٰ

[4] أيضاً، باب ما جاء في قيام الليل

تمھیں ماہ واری آ گئی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے اثبات میں جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں پر لازم ہے۔ تم حاجیوں کی طرح مناسکِ حج ادا کرو، صرف طواف نہ کرو۔ جب پاک ہو جاؤ تو پھر طواف کر لو۔''[1]

مسند امام احمدؒ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس موقع پر اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

يَرْجِعُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَنَا أَرْجِعُ بِنُسُكٍ وَاحِدٍ [2]

لوگ دو مناسک ادا کر کے جا رہے ہیں اور میں ایک ادا کر کے جا رہی ہوں!

صحیح مسلم میں اسی طرح کے واقعہ میں حضرت صفیہؓ بنت حیی کا ذکر ہے۔[3]

اعمال پر مداومت

قاسم بن محمدؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو''۔ راوی اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ کے عمل کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ إِذَا عَمِلَتِ الْعَمَلَ لَزِمَتْهُ [4]

حضرت عائشہؓ جب کوئی نیک عمل کرتیں تو پابندی سے کرتی تھیں۔

آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جا رہے تھے۔ سفر میں ہم رکابی کے لیے قرعہ اندازی میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کا نام نکلا تھا، اس لیے وہ دونوں ساتھ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ رات کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ چلتے اور ان سے باتیں کرتے

---

[1] صحيح البخاري: ٣٠٥

[2] مسند أحمد: ٢٥٥٥٤

[3] صحيح مسلم: ١٢١١؛ مسند أحمد: ٢٤٩٠٠

[4] صحيح مسلم: ٧٨٣

تھے۔ ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا: ''کیوں نہ آج رات آپ میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں آپ کے اونٹ پر سوار ہو جاؤں تاکہ دونوں دیکھ لیں کہ کیا ہوتا ہے''۔ حضرت عائشہؓ نے آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''کیوں نہیں!'' اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے کے اونٹوں پر سوار ہو گئیں۔ رات کو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاس آئے۔اس پر حضرت حفصہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام کیا اور رات کو سفر جاری رکھا۔ جب منزل پر پہنچ گئے اور حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو موجود نہیں پایا تو اپنے پاؤں اذخر نامی گھاس میں رکھ کر فرمایا:

يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي، وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا [1]

اے اللہ! کسی بچھو یا سانپ کو مجھ پر مسلط کر دے، جو مجھے ڈس جائے کیوں کہ تیرے رسول کو تو میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتی۔

ایک دفعہ اپنی باری میں رات کو رسول اللہ ﷺ کو اپنے بستر پر موجود نہیں پایا۔ اُٹھ کر چادر لی اور آپ کی تلاش میں نکلیں جب دیکھا کہ جنت البقیع میں آپ موجود ہیں تو مطمئن ہو گئیں۔ [2]

متاعِ دنیا پر رفاقتِ رسول کو ترجیح

ہجرت کے ابتدائی سالوں میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپ کے گھر میں کئی کئی دنوں تک چولہا نہیں جلتا تھا۔ جب فتوحات کے آغاز کے ساتھ مالی آسودگی کا بھی آغاز ہو گیا تو ازواج مطہراتؓ نے مطالبہ کیا کہ اب ہمارے خرچے میں اضافہ کیا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری:۵۲۱۱؛ صحیح مسلم:۲۴۴۵

[2] سنن الترمذی:۷۳۹

رسول اللہ ﷺ کی نظر گھر کے ساتھ اصحابِ صفّہ [1] کے اخراجات اور مسلمانوں کے اجتماعی اُمور پر بھی ہوتی تھی، بلکہ آپ گھر والوں کی ضروریات پر اُن کو ترجیح دیتے تھے، جیسا کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ پر ان کو فرمایا تھا کہ اہلِ صفہ کی ضروریات ان پر مقدم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ازواجِ مطہراتؓ کے اس مطالبے پر ناراض ہو کر ان سے الگ ہو گئے اور بالا خانے میں تنہا رہنے لگے۔ اس کی وجہ سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو معلوم ہوا تو اپنی اپنی بیٹیوں کی تادیب کی، جس پر انھوں نے کہا:

وَاللّٰهِ لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ [2]

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز کبھی نہیں مانگیں گی جو ان کے پاس نہیں ہے۔

یہ دونوں تو دستبردار ہو گئیں لیکن دیگر ازواج اپنے مطالبے پر قائم رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ الاحزاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

(الاحزاب ۳۳:۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو، اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو، تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دار آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو بھی نیکو کار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بڑا

---

[1] مسجد نبوی میں پیچھے کی جانب ایک چبوترا بنا گیا تھا جہاں علم سیکھنے والے فقراء صحابہ اور باہر سے آنے والے مہمان رہتے تھے۔ صفہ سائبان کو کہتے ہیں۔ اہل صفہ یہاں رہنے والے صحابہ کو کہتے ہیں۔

[2] مسند أحمد: ۲۵۳۵۳

اجر مہیا کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد سب سے پہلے میرے پاس آئے اور فرمایا: ''میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، مگر والدین سے مشورہ کیے بغیر اس کا جلدی میں جواب نہ دینا'' کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ والدین مجھے آپ سے علیحدگی کا مشورہ کبھی نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے مندرجہ بالا آیت تلاوت کی۔ جب میں نے یہ آیت سنی تو عرض کیا:

أَفِي هَذَا اَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيدُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الآخِرَةَ... [1]

کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں۔ آپؓ کا یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے، پھر دیگر ازواجِ مطہراتؓ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو آپ نے دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے بچنا

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ اُن کی اکثر تعریف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی اور کہا: ''وہ ایک بوڑھی تھی جو گزر چکی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن سے بہتر نعم البدل عطا کیا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کو آپ کی بات ناگوار گزری اور غصے ہو گئے۔ چنانچہ آپ فوراً بھانپ گئیں اور اپنی بات پر نادم ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ کر کہا:

وَاللهِ لَا أُعَاتِبُكَ فِيهَا بَعْدَ الْيَوْمِ [2]

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آج کے بعد ان کے بارے میں کبھی ایسی بات نہیں کروں گی جس سے آپ کو غصہ آجائے۔

معافی مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

---

[1] صحيح البخاري: ۴۷۸۶، ۲۴۶۸؛ صحيح مسلم: ۱۴۷۵؛ مسند أحمد: ۲۴۲۰۰

[2] سِيَر أعلام النبلاء، ج۲، ص۱۱۷

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ إِنْ أَذْهَبْتَ غَضَبَ رَسُولِكَ عَنِّي لَمْ أَعُدْ إِلَى ذِكْرِهَا بِسُوءٍ [1]

اِلٰہی! اگر تو اپنے رسول کا غصہ ختم کردے تو میں دوبارہ ان (حضرت خدیجہؓ) کا برا تذکرہ نہیں کروں گی۔

قناعت

صبر وشکر، عاجزی اور قناعت مؤمن کی بنیادی صفات ہیں۔ یہ صفات جہاں مؤمن کی انفرادی زندگی کو آسودہ بناتی ہیں وہاں پورے خاندان اور معاشرے کو سکون وطمانیت سے بھر دیتی ہیں۔ ہم خانوادۂ نبوت میں اس کی بھرپور جھلک دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ دوسرے لوگوں پر خرچ کرنے کے بارے میں تو انتہائی سخی تھیں لیکن خود سادہ زندگی گزارنے کی عادی تھیں۔ ایک دن اپنے نقاب کی مرمت کررہی تھیں تو کسی نے پوچھا: اُم المومنین! کیا اللہ تعالیٰ نے کثرتِ مال سے نہیں نوازا؟ آپ کو اس کا یہ سوال ناگوار گزرا چنانچہ اُسے کہا:

دَعْنَا مِنْكَ، لَا جَدِيدَ لِمَنْ لَا خَلِقَ لَهُ [2]

ہمیں چھوڑ دیجیے! جو پرانا استعمال نہیں کرتا اس کو نیا بھی نصیب نہیں ہوگا۔

فطری حیاداری

ایک دفعہ حضرت اُم سلیمؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عائشہؓ بھی پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت اُم سلیمؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''اگر عورت بھی خواب میں وہی دیکھ لے جو مرد دیکھتا ہے تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟'' حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو بے ساختہ بولیں: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَضَحْتِ النِّسَاءَ تَرِبَتْ يَمِينُكِ ''اُم سلیم! تیرا ہاتھ خاک آلود ہو، تم نے تو عورتوں کو رسوا کردیا۔''

چونکہ حضرت اُم سلیمؓ نے ایک درست مسئلہ پوچھا تھا، جس میں شرم کی کوئی بات نہیں

[1] تاریخ إسلام، ج۱، ص۲۳۸؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۱۱۲

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۹؛ حلیة الأولیاء، ج۲، ص۴۸

تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے حضرت عائشہ ؓ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

بَلْ أَنْتِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ إِذَا رَأَتْ ذَاكِ [1]

بلکہ تمھارا ہاتھ خاک آلود ہو، پھر اُم سلیم ؓ کو مسئلہ بتاتے ہوئے فرمایا: ہاں، اس کو چاہیے کہ غسل کرے جب وہ یہ دیکھے۔

ایک دوسرے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا کہ تمھارا حشر اس حالت میں ہوگا کہ تم ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں گے تو حضرت عائشہ ؓ نے فوراً دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا مرد وعورت ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: اَلْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذَاكَ [2] ''حشر کا معاملہ اس سے زیادہ سخت ہے کہ لوگ اس طرف دھیان کریں۔''

حجاب کی پابندی

حیا عورت کی زینت اور حجاب اس کی حفاظت کی ضمانت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے خواتین اسلام کے لیے لازم کیا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ سختی سے اس کی پابندی کرتی تھیں۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور عبید بن عمیرؒ، حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ترکی گنبد میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ لٹکا ہوا تھا۔ [3]

اسحاقؒ ایک نابینا بزرگ تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا تو آپ ؓ نے مجھ سے پردہ کیا۔ میں نے عرض کیا: ''میں تو آپ کو نہیں دیکھ سکتا اور آپ پھر بھی مجھ سے پردہ کرتی ہیں؟'' تو آپ نے جواب میں فرمایا: إِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَانِي فَإِنِّي أَرَاكَ [4]

---

[1] صحیح مسلم: ۳۱۰

[2] صحیح البخاری: ۶۵۲۷؛ صحیح مسلم: ۲۸۵۹

[3] صحیح البخاری: ۱۶۱۸

[4] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۷

''اگر تم مجھے نہیں دیکھ سکتے تو میں تو تمھیں دیکھ سکتی ہوں۔''

عورتوں کی حاجات آپ تک پہنچانا

رسول اللہ ﷺ نے فاطمہؓ نامی ایک عورت کا ہاتھ حد میں کٹوایا تھا۔ سزا ملنے کے بعد اس نے عمدگی سے توبہ کی تھی۔ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آ کر اپنی ضروریات بتایا کرتی تھی۔ حضرت عائشہؓ ان کی ضروریات رسول اللہ ﷺ کو بتایا کرتی تھیں۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کے راز کی حفاظت

جنگی مہمات میں، خواہ وہ دفاعی ہو یا اِقدامی، دشمن کے رازوں کے کھوج لگانے اور اپنے رازوں کی حفاظت فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن وسنت اور اُسوۂ حسنہ میں ہمیں اس حوالے سے بہترین راہ نمائی ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میدان میں مردوں کے ساتھ خواتین کی بھی بہترین تربیت فرمائی تھی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہؓ کو زادِ سفر تیار کرنے اور بات کو خفیہ رکھنے کا حکم دیا اور خود کسی ضرورت سے گھر سے باہر چلے گئے۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ صدیق آپ کے گھر آئے تو حضرت عائشہؓ گھر میں موجود تھیں اور غلہ صاف کر رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا: ''بیٹی! کس لیے تیاری کر رہی ہو؟'' حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔ انھوں نے پھر اِستفسار کیا: ''کیا رسول اللہ ﷺ کا ارادہ جہاد کا ہے؟'' حضرت عائشہؓ اب بھی خاموش رہیں۔ انھوں نے پھر پوچھا: ''کیا آپ کا ارادہ روم پر حملے کا ہے؟'' حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔ انھوں نے پھر پوچھا: ''کیا اہل نجد پر حملے کا ارادہ ہے؟'' حضرت عائشہؓ خاموش رہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر پوچھا: ''پھر ہو سکتا ہے کہ قریش پر حملے کا ارادہ ہو؟'' حضرت عائشہؓ اس بار بھی خاموش رہیں، راز کو خفیہ رکھا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو خود

[1] صحیح البخاری: ۲۶۴۸، ۴۳۰۴، ۶۸۰۰

ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منصوبے سے آگاہ کردیا۔[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ صرف آپ رضی اللہ عنہا کے والد تھے بلکہ مدینہ کی اسلامی ریاست میں دوسری نمایاں شخصیت تھے، تاہم آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر حساس قسم کی عسکری معلومات اُن کو بھی فراہم نہیں کیں۔

تبرکاتِ نبوی کو محفوظ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے آپ کی متروکہ اَشیا کو اپنے پاس محفوظ کرلیا تھا۔ حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ ہمیں ایک موٹا یمنی تہہ بند دکھایا اور قسم کھا کر فرمایا:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فِي هَذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انھی دو کپڑوں میں وصال ہوا۔

بلاذریؒ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک، نعلین اور کپڑے بھی آپ کے پاس محفوظ تھے۔[3]

جنگِ جمل پر افسوس

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے آپ رضی اللہ عنہا نے آواز اٹھائی تھی۔ اگرچہ آپ کی نیت اصلاح کی تھی لیکن وہ تحریک مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ موقف درست تھا کہ پہلے حکومت کی گرفت مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ اپنے اس اقدام پر افسوس رہا۔ آپ رضی اللہ عنہا جب یہ آیت پڑھتیں: ﴿وَ قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۳) "اور عورتیں اپنے گھروں

---

[1] البداية والنهاية، ج۳، ص۴۷۵

[2] صحيح مسلم: ۲۰۲۸۰؛ صحيح البخاري: ۳۱۰۸

[3] أنساب الأشراف، ج۵، ص۸۸

میں قرار پکڑیں۔'' تو اتنا روتیں کہ آنسوؤں سے چادر گیلی ہو جاتی۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا: يَا أَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَنْهَانِي عَنْ مَسِيرِي [1] ''ابوعبدالرحمٰن! تم نے مجھے جانے سے کیوں نہیں روکا؟''

حضرت عائشہؓ نے اپنی تدفین کے لیے رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کے ساتھ جگہ مخصوص کی تھی لیکن واقعہ جمل کے بعد افسوس کر کے کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک نیا کام کیا ہے۔ اس لیے مجھے دوسری ازواج کے ساتھ دفن کیجیے۔ [2] چنانچہ جنت البقیع [3] میں دیگر ازواج مطہراتؓ کے ساتھ دفن کی گئیں۔

حضرت علیؓ سے صلح

آپ کا حضرت علیؓ سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں تھا اور نہ ہی واقعہ جمل کوئی باقاعدہ منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ اس لیے جنگ کے بعد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے اور علیؓ کے درمیان پہلے سے کوئی بات نہیں تھی، سوائے اس کے جو عورت اور اس کے دیوروں کے درمیان معمولی باتیں ہوتی ہیں۔'' حضرت علیؓ نے بھی فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی قسم! انھوں نے سچ کہا اور وہ بری الذمہ ہیں۔ ہمارے درمیان اس سے زیادہ کوئی بات نہیں تھی جو انھوں نے بتائی ہے۔ بے شک وہ رسول اللہ ﷺ کی دنیا و آخرت میں زوجۂ محترمہ ہیں۔'' [4]

اِنکساری

آپ کی وفات سے کچھ پہلے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ سے ملاقات کی

---

[1] سير أعلام النبلاء، ج۲، ص۱۹۳

[2] المستدرك: ٦٧١٧

[3] جنت البقیع، مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے مشرقی جانب موجود قبرستان ہے۔ یہاں اصحابِ رسول، اہلِ بیتِ رسول اور کئی معزز شخصیات مدفون ہیں۔

[4] السيرة الحلبية، ج۲، ص٤٦٦

اجازت چاہی۔ آپؓ اُن کے مزاج سے واقف تھیں کہ تعریف کریں گے، اس لیے اجازت دینے میں تأمل کیا۔ آپؓ کے پاس آپؓ کے بھتیجے عبد اللہ بن عبد الرحمٰنؓ موجود تھے۔ انھوں نے اصرار کیا کہ ابن عباسؓ آپ کی نیک اولاد میں سے ہیں جو آپ کو سلام اور الوداع کرنے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی۔

حضرت ابن عباسؓ نے آکر سلام کیا اور بیٹھ گئے پھر حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''آپ کو بشارت ہو کہ روح جسم سے جدا ہوتے ہی آپ کی محمد ﷺ اور دیگر احباب سے ملاقات ہو جائے گی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھیں اور رسول اللہ ﷺ پاک چیزوں کو ہی محبوب رکھتے تھے۔ جس رات آپؓ کا ہار گر گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاش کی اور لوگوں کو منزل پر پانی نہ ملا تو آپؓ ہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے آسانی فرما دی اور تیمم کے احکام نازل فرمائے اور آپؓ کی برأت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے نازل فرمائی، جس کی دن رات تمام مساجد میں تلاوت کی جاتی ہے۔'' حضرت ابن عباسؓ کی یہ تقریر سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''جس ذات کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم! میں تو چاہتی ہوں کہ میں بھولی بسری ہوتی۔''[1]

حضرت ابن عباسؓ نے جو تعریف کی تھی اگرچہ اس میں کوئی مبالغہ نہ تھا اور حضرت عائشہؓ حقیقت میں اس کی مستحق تھیں، لیکن یہ آپؓ کی انکساری ہی تھی کہ آپ نے اپنی تعریف پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

اس کے علاوہ آپؓ کے آخری ایام میں آپؓ سے اور بھی ایسے جملے مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؓ کی طبیعت میں عاجزی تھی اور آخرت کے حساب سے بہت زیادہ ڈرتی تھیں۔ ان میں سے چند جملے یہ ہیں:

---

[1] مسند أحمد: ۱۹۰۸، ۳۲۵۲، ۲۴۹۲؛ المستدرك: ۶۷۲۶؛ صحیح البخاری: ۴۷۵۴ (مختصراً)

وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً، وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَدَرَةً، وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ خَلَقَنِي شَيْئاً قَطُّ... [1]

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو چاہتی ہوں کہ میں درخت ہوتی! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو چاہتی ہوں کہ میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے پیدا ہی نہ فرماتے! ابو جعفرؒ سے عیسیٰؒ بن دینار نے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کہتی تھیں۔ انھوں نے جواب میں کہا: ''توبہ کے طور پر''۔

وفات

آپ خلیفہ بن خیاط کی روایت کے مطابق ۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔ اکثر اربابِ سِیر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ منگل کی رات، سترہ رمضان کو وصیت کے مطابق رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ حضرت عبداللہ، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر میں اُتارا۔ حاکمِ مدینہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [2]

ابن خلکانؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ فوت ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اُن پر رونے لگے۔ جب حضرت معاویہؓ کو پتہ چلا تو کہا: ''کیا تم ایک عورت پر روتے ہو؟'' تو انھوں نے جواب میں کہا:

إِنَّمَا يَبْكِي عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ بَنُوهَا وَأَمَّا مَنْ لَيْسَ لَهَا بِابْنٍ فَلَا [3]

اُم المومنین پر تو روتے وہ ہیں جو ان کے بیٹے ہیں اور جو بیٹے نہیں ہیں وہ روتے نہیں۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۰

[2] الإصابة، ج۵، ص۱۵۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۳؛ أسد الغابة، ج۷، ص۱۸۹؛ الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۸۵

[3] وفیات الأعیان، ج۳، ص۱۶

اُم المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب : سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد ودّ بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔(لوئی سے نسب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔)

کنیت : اُم الاسود

ماں کا نام: الشموس بنت قیس بن عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی، جو انصار کے خاندان بنونجار سے تھیں۔

قبیلہ : قریش کی شاخ بنوعامر بن لوئی سے تھیں۔

نکاحِ اول: اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو بن عبد الشمس سے نکاح ہوا، جس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ سے واپس آ کر مکہ میں فوت ہوئے۔

قبولِ اسلام: اپنے شوہر حضرت سکرانؓ بن عمرو کے ساتھ آغاز اسلام میں ایمان لائیں اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔

ہجرتِ حبشہ: اپنے شوہر حضرت سکرانؓ بن عمرو کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ [1]

ہجرتِ مدینہ: آپ کی ہجرت مدینہ کی تفصیل اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۴۰ پر حضرت عائشہؓ کی ہجرت کے ضمن میں ملاحظہ کیجیے۔

اولاد: عبدالرحمٰن بن سکرانؓ جو خلافت فاروقی میں فارس میں جنگ جلولا میں شہید ہوئے۔ [2]

رسول اللہ ﷺ سے شادی

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ اکثر افسردہ رہتے تھے۔ ایک دن حضرت خولہؓ بنت حکیم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: ’’یا رسول اللہؐ!

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۶۸؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج۱،ص۳۳۱؛ مدارج النبوۃ، ج۲،ص۵۵۰

[2] زرقانی، ج۴،ص۳۷۷۔۳۷۸

خدیجہؓ کی وفات کے بعد میں آپ کو غمگین دیکھتی ہوں''۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: أَجَلْ كَانَتْ أُمُّ العِيَالِ وَرَبَّةُ البَيتِ ''ہاں ایسا ہی ہے گھر کا انتظام اور بچوں کی دیکھ بھال اُن کے ذمے تھی۔'' حضرت خولہؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہؐ! میں آپ کے نکاحِ ثانی کے لیے کسی کو پیغام دوں؟'' پھر حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ دونوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے اِیما پر حضرت سودہؓ کے پاس پیغامِ نکاح لے کر گئیں۔ جس پر انھوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سودہؓ نے کہا کہ ''آپ میرے والد کے پاس جا کر یہ بات کہہ دیں۔'' جب اُن کے والد کی مرضی پوچھی گئی تو اس نے بھی کہا کہ یہ برابر اور معزز رشتہ ہے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں آپؓ سے شادی فرمائی۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پہلی عورت ہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ نے شادی فرمائی۔ یہ شادی رمضان دس نبوی میں ہوئی۔ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح حضرت عائشہؓ سے پہلے کیا اور رخصتی حضرت سودہؓ کی پہلے ہوئی۔ آپؓ کا مہر چار سو درہم مقرر رہوا۔[1]

خواب کے ذریعے حرمِ نبوی بننے کی بشارت

رسول اللہ ﷺ سے شادی سے قبل ایک مرتبہ حضرت سودہؓ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس آئے اور آپ کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ آپ نے یہ خواب اپنے شوہر حضرت سکرانؓ بن عمرو سے بیان کیا تو اس نے جواب دیا: ''اگر تم نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو میں عنقریب مر جاؤں گا اور رسول اللہ ﷺ تم سے شادی فرمائیں گے۔''

اگلی رات آپؓ نے پھر خواب میں دیکھا کہ آپؓ لیٹی ہوئی ہیں اور اسی اثنا میں آسمان پھٹ گیا اور چاند آپ پر آ گرا۔ آپ نے یہ خواب بھی اپنے شوہر سے بیان کیا تو شوہر نے یہ تعبیر

---

[1] الإصابة، ج۵، ص۱۶۴؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۷۱؛ زرقانی، ج۴، ص۳۷۷-۳۷۸

بتائی کہ عنقریب میں مر جاؤں گا اور تم میرے بعد (رسول اللہ ﷺ سے) شادی کروگی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کا حصول/ایثار

آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور رضامندی کے حصول کے لیے کسی بھی قسم کے ایثار سے دریغ نہیں کرتی تھیں۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت سودہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی۔ [2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سودہؓ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی عائشہؓ سے محبت سے بھی واقف تھیں اس لیے اُن کو گمان ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ اُن کو طلاق نہ دے دیں اور اس طرح وہ شرف صحبت سے محروم نہ ہو جائیں۔ اس بنا پر انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی۔ حضرت سودہؓ نے اس موقع پر آپ ﷺ سے گزارش کی:

لاَ تُطَلِّقْنِي وَأَنْتَ فِي حِلٍّ مِنِّي ،فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحْشَرَ فِي أَزْوَاجِكَ ،وَإِنِّي قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِي لِعَائِشَةَ وَإِنِّي لاَ أُرِيدُ مَا تُرِيدُ النِّسَاءُ ... [3]

مجھے طلاق نہ دیجیے گا، آپ میرے حقوق سے سبکدوش ہیں، میں تو چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں اُٹھائی جاؤں! میں اپنی باری عائشہؓ کو ہبہ کرتی ہوں اور مجھے وہ خواہش نہیں ہے جو اور عورتوں کو ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی گزارش کو قبول فرمایا۔

ابن الجوزیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنے گھر کی بھی حضرت عائشہؓ کے لیے وصیت کی تھی۔ [4]

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۷۰؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج۱،ص۳۳۱

[2] صحیح البخاری:۲۵۹۳؛ مسند أحمد:۲۴۳۳۸

[3] بیھقی،السنن الکبریٰ، ج۷،ص۷۵؛ المعجم الکبیر:۱۹۵۸۷؛ ابن إسحاق،ص۲۳۸

[4] وفاء الوفاء،ص۲۵۸،الوفا،ص۲۵۸

جذبۂ سخاوت

آپ کثرت سے صدقہ دیا کرتی تھیں۔ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آپ کی خدمت میں ایک تھیلی میں کچھ درہم بھیجے۔آپ نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: دراہم ہیں۔بولیں: فِي الغَرَارَةِ مِثْلُ التَّمرِ...[1] ''تھیلی میں کھجوروں کی طرح۔'' یہ کہہ کر اسی وقت تقسیم کر دیے۔

اِطاعتِ نبوی

آپ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے سرِ مو انحراف نہیں کرتی تھیں، یہاں تک کہ اُن باتوں میں بھی جن میں تاویل کی گنجائش ہوتی تھی۔حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہراتؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: یہ حج کرلو پھر گھروں کو لازم پکڑلو۔حضرت زینبؓ بنت جحش اور حضرت سودہؓ کے علاوہ دیگر ازواج مطہراتؓ پھر بھی حج کرتی رہیں (کیونکہ وہ اس حکم کو دینی اُمور سے متعلق نہیں سمجھتی تھیں) لیکن (ان دونوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ) وہ کہا کرتی تھیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سن لیا ہے، اس کے بعد ہم کبھی سواری پر بھی نہیں بیٹھیں گی۔[2]

حضرت عائشہؓ کا آپؓ پر رشک کرنا

حضرت عائشہؓ اگرچہ آپؓ کی سوکن تھیں لیکن آپؓ کے حسنِ کردار سے بے حد متاثر تھیں۔صحیح مسلم میں ان سے روایت ہے۔فرماتی ہیں کہ سوائے سودہؓ کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔ہاں ان میں کسی قدر طبیعت کی تیزی تھی۔[3]

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۷۰؛ زرقانی، ج۴،ص۳۸۰؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲،ص۲۶۹

[2] مسند أحمد:۲۶۲۱۱؛ أسد الغابة، ج۷،ص۱۲۷

[3] صحیح مسلم:۱۴۶۳؛ زرقانی، ج۴،ص۳۸۰؛ تهذیب الهذیب، ج۱۲،ص۴۲۷

صَناعت/ اپنے ہاتھ سے کام کرنا

حضرت سودہ ؓ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنے میں عار محسوس نہیں کرتی تھیں۔ اُن کا یہ طرزِ عمل ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ایک نمونہ ہے۔ ایک دفعہ آپ ؓ کی بکری مرگئی تو رسول اللہ ﷺ کے اِیما پر اُس کی کھال اُتاری اور صاف اور خشک کر کے اُس سے مشکیزہ بنایا۔ اس مشکیزے کو آپ ؓ استعمال کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ پرانا ہو کر پھٹ گیا۔ [1]

خوش طبعی

تفریح اور دل لگی کے کام انسان کی فطری ضروریات میں سے ہیں۔ اسلام، دین فطرت ہونے کہ وجہ سے جائز حدود کے اندر ہنسی مذاق کی اجازت دیتا ہے۔ اس طرح ایک صحت مند فضا میں انسان اپنی صلاحیتوں کو بہترین انداز میں پروان چڑھا سکتا ہے۔ ہر وقت تیور چڑھانا اور خشک مزاجی سے پیش آنا خاندانِ نبوت کے افراد کا طریقہ نہیں تھا۔

حضرت سودہ ؓ خوش طبع خاتون تھیں۔ آپ ؓ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کو کسی بات پر ہنسا دیتی تھیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: ''کل رات کو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ اتنی دیر تک رکوع میں رہے کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے اور خون نہ بہنے لگے۔'' رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے۔ [2]

جِسامت

آپ مضبوط اور بھاری جسم کی مالکہ تھیں۔ اسی لیے حج کے موقع پر مزدلفہ کے مقام پر بھیڑ سے بچنے کے لیے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے پیشگی کوچ کرنے کی اجازت مانگی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے عطا کر دی تھی۔ [3]

---

[1] صحیح البخاری: ۶۶۸۶؛ مسند أحمد: ۳۰۱۸

[2] زرقانی، ج۴، ص۳۸۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۹؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۶۸

[3] صحیح البخاری: ۱۶۸۰؛ صحیح مسلم: ۱۲۹۰؛ سنن ابن ماجه: ۳۰۲۷

نفقہ

رسول اللہ ﷺ نے دیگر ازواجِ مطہراتؓ کی طرح آپ کے لیےبھی اموالِ خیبر میں اَسی وسق کھجوراور بیس وَسق جومقرر کیے تھے۔[1]

خدماتِ حدیث

آپؓ سے پانچ احادیث مروی ہیں۔آپ کے تلامذہ میں حضرت عبداللہ بن عباس، یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ[2] ابو ہریرہ،عبداللہ بن زبیر،محمد بن عبدالرحمٰن،عطا بن یساررضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔[3]

وفات

حضرت سودہؓ کی وفات کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔واقدی کی روایت کے مطابق آپؓ کی وفات شوال ۵۴ھ میں مدینے میں حضرت معاویہؓ کے دورِامارت میں ہوئی۔[4] زُرقانیؒ نے امام بخاریؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ خلافت فاروقی میں فوت ہوئیں۔ذہبیؒ کے مطابق خلافت فاروقی کے آخر(ذی الحجہ ۲۳ھ) میں فوت ہوئیں۔ ابن سیدالناسؒ اورصاحب خمیسؒ نےبھی اسی کوصحیح کہاہے۔[5]اوریہی قرینِ قیاس معلوم ہوتاہے۔

نکاح کی حکمت

محترم نعیم صدیقیؒ رسول اللہ ﷺ کےحضرت سودہؓ سےنکاح کےضمن میں لکھتے ہیں:

حضرت سودہؓ بنت زمعہ کاتعلق (ماں کی طرف سے) بنوعدی بنونجار سے تھا۔ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا تھااور سہیل بن عمرو جومعاہدہ حدیبیہ کے وقت قریش کے

---

[1] الطبقات الکبریٰ،ج۸،ص۲۷۰ (ایک وسق پانچ من ڈھائی سیر کے برابر ہوتا ہے۔)

[2] زرقانی،ج۴،ص۳۸۱؛ تھذیب الأسماء،ج۲،ص۳۴۸

[3] الإصابة،ج۵،ص۱۶۴

[4] الطبقات الکبریٰ،ج۸،ص۲۷۱؛ زرقانی،ج۴،ص۳۸۰

[5] زرقانی،ج۴،ص۳۸۱

نمائندے تھے ،سکران کے بھائی تھے ،سکران نے (بہ اختلاف روایات) حبش میں انتقال کیا تو حضور ﷺ نے ایک طرف تو ان کی تالیفِ قلب کے لیے اور دوسری طرف حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے نکاح کرلیا۔ یہ واقعہ دسویں سال نبوت کا ہے۔ حضرت سودہؓ کی عمر بوقت نکاح حضور ﷺ کے برابر یعنی ۵۰ برس تھی۔ [۱]

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون ماموں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ چھوٹے بھائی تھے۔

ماں کا نام: زینبؓ بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حزافہ بن جمح

قبیلہ: قریش کے خاندان بنوعدی سے تعلق تھا۔

ہجرت: اپنے شوہر حضرت خُنیسؓ بن خزافہ کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔

پیدائش: بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔

نکاحِ اول: رسول ﷺ سے پہلے آپؓ حضرت خنیسؓ بن حذافہ السہمی کے نکاح میں تھیں جو جنگ بدر میں شریک ہوئے اور شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ [۲]

رسول اللہ ﷺ سے نکاح

غزوۂ بدر میں حضرت خُنَیسؓ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ کو حرمِ نبوی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ صحیح بخاری اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے:

---

[۱] محسنِ انسانیت، ص۵۱۶

[۲] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۴۔۲۸۵

جب حفصہ ؓ بیوہ ہوئیں تو میں عثمان ؓ سے ملا اور ان کو حفصہ ؓ سے نکاح کرنے کی پیشکش کی۔ انھوں نے سوچ بچار کے لیے کچھ مہلت مانگی لیکن کچھ دنوں کے بعد کہا کہ فی الحال میرا نکاح کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ میں پھر ابوبکر صدیق ؓ سے ملا اور حفصہ ؓ سے نکاح کرنے کی پیشکش کی۔ ابوبکر ؓ نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہو گئے۔ یہ بات مجھے عثمان ؓ کے جواب سے بھی زیادہ ناگوار گزری۔ پھر کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حفصہ ؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا، چنانچہ میں نے حفصہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں دے دی۔ اس کے بعد مجھے ابوبکر ؓ ملے اور فرمایا: شاید نکاحِ حفصہ ؓ کی پیشکش کے جواب میں میری خاموشی آپ کو ناگوار گزری ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو انھوں نے کہا: میری خاموشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حفصہ ؓ کا ذکر سنا تھا اور میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اور اگر رسول اللہ ﷺ اُن سے نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ [1]

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمان ؓ کی بیوی حضرت رُقیہ ؓ فوت ہوئیں اور وہ مغموم رہنے لگے تو حضرت عمر ؓ نے نکاحِ حفصہ ؓ کی پیشکش کی لیکن حضرت عثمان ؓ نے ان کو صاف جواب دے دیا۔ حضرت عمر ؓ نے اِس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں تجھے عثمان ؓ سے بہتر داماد اور عثمان ؓ کو تجھ سے بہتر سسر نہ بتاؤں؟ انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں!'' چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت حفصہ ؓ سے خود اور حضرت عثمان ؓ سے اپنی بیٹی کا نکاح کرایا۔ [2] یہ تین ہجری کا واقعہ ہے۔ [3] اور یہ شادی حضرت عائشہ ؓ سے شادی کے بعد ہوئی۔ [4]

فضیلت

حضرت عمار بن یاسر ؓ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت حفصہ ؓ نے راز کی بات

---

[1] صحیح البخاری: ۴۰۰۵، ۵۱۵۴؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ۲۸۵؛ أسد الغابۃ، ج۷، ص۶۷

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۵؛ أسد الغابۃ، ج۷، ص۶۷؛ زرقانی، ج۳، ص۳۹۴

[3] أیضاً

[4] ابن إسحاق، ص۲۴۰

حضرت عائشہؓ کو بتائی تو رسول اللہ ﷺ نے ناراض ہو کر اُن کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔اس وقت حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور فرمایا:

لَا تُطَلِّقْهَا ،فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ ،وَإِنَّهَا زَوجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ [1]

ان کو طلاق نہ دیں، یہ کثرت سے روزے رکھنے والی اور نماز قائم کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہوگی۔

تعلیم وتربیت

خاندان مرد وعورت سے مل کر بنتا ہے جو معاشرے کی اکائی اور بنیاد ہے۔بہترین خاندان اور معاشرہ تشکیل دینے کے لیے ضروری ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اپنا کردار مثبت اور تعمیری انداز میں ادا کریں۔اس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ خاندان اور معاشرے میں مرد وعورت دونوں کی تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام موجود ہو۔رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ حسنہ میں اس حوالے سے بہترین راہ نمائی موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کی تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔وہ خود بھی رسول اللہ ﷺ سے دینی اُمور کے بارے میں پوچھتی رہتی تھیں۔حضرت شفاؓ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

أَلاَّ تُعَلِّمِينَ هَذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ [2]

کیا تم اسے پھنسیوں کا دم سکھاؤ گی جس طرح تم نے اس کو لکھنا سکھایا ہے؟

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حفصہؓ لکھنا پہلے سے سیکھی ہوئی تھیں اور لکھائی (writing) سیکھنا، پڑھائی (reading) سیکھنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔یہ دونوں ہنر (skills) دیگر علوم کی تحصیل کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ازواج مطہرات کے لیے ان کے اہتمام نے

[1] الطبقات الكبرىٰ، ج۸،ص۲۸۶؛ الإصابة، ج۵،ص۱۵۵؛ صفة الصفوة، ج۲،ص۲۰

[2] سنن أبي داود:۳۸۸۷؛ مسند أحمد:۲۶۵۵۵

خواتین کے لیے علمی میدان میں اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کا دروازہ کھول دیا۔

علمی بحث ومباحثہ ایک بھرپور علمی تحریک کی جان ہوتا ہے۔ ذہنی اِشکالات یا آراء میں تنوع اور اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے، جن کو دبانا علم ودانش کی موت ہے جب کہ ان کے اظہار کی آزادی اور دلائل کا تبادلہ فکری تربیت کے لیے لازمی اور علمی ترقی کا زینہ ہیں۔ تحریک اسلامی ابتدا ہی سے اس حسن سے مالا مال تھی۔ ازواج مطہرات کو بھی علمی اور فکری ترقی کے لیے ایک آزاد ماحول دستیاب تھا۔

حضرت اُم مبشر انصاریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے ہاں ارشاد فرمایا کہ اصحابِ بدر اور اصحابِ بیعت رضوان جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس پر حضرت حفصہؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے: ﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم ۱۹:۷۱) ''تم میں سے ہر ایک جہنم میں جائے گا''۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو آپ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی تو ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾ (مریم ۱۹:۷۲) ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑ دیں گے۔''[۱]

چونکہ حضرت حفصہؓ کو بظاہر ان دو ارشادات میں تعارض نظر آیا اس لیے برملا اپنے اشکال کا اظہار فرمایا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ایک اور آیت سے رفع کیا۔

صائمۃ الدَّہر

روزے اللہ تعالیٰ کے قرب کا اہم ذریعہ اور تزکیۂ نفس کے لیے اِکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے روزوں کا اہتمام فرماتے تھے، اس لیے آپؓ کو بھی روزوں سے خصوصی شغف تھا۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ''حضرت حفصہؓ موت تک برابر روزے رکھتی رہیں۔''[۲]

---

[۱] مسند أحمد: ۲۶۵۰۲؛ صحیح مسلم: ۲۴۹۶

[۲] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۷

مُصحَف الامام کی حفاظت

قرآن کریم ہدایت کی بنیاد ہے۔اس پر ایمان لانا،اس کو پڑھنا،سمجھنا،عمل کرنا،اس کی تعلیمات کوحسب استطاعت نافذ وغالب کرنا اوراس کا پیغام دوسروں تک پہنچانا اس کے بڑے بڑے حقوق ہیں۔یہ سبھی کام تب ہی ممکن ہیں جب اس کی حفاظت کا اہتمام ہو۔خاندان نبوت کی خواتین اس مبارک کام میں برابر کی شریک رہیں۔

خلافتِ صدیقی میں جب قرآن کریم کو کتابی شکل میں مدون کیا گیاتو وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس محفوظ رہا۔پھر حضرت عمرؓ کے پاس اوران کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رہا۔[1]

خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کی کوشش

جنگِ صِفین چونکہ مسلمانوں کی آپس کی جنگ تھی اس لیے متعدد صحابہ کرامؓ اس میں شرکت کے حوالے سے محتاط تھےلیکن حالات کوسنبھالنے کے لیے کنارہ کشی بھی کوئی کام نہیں دے سکتی تھی۔حضرت حفصہؓ کواس بات کا بخوبی اِدراک تھا۔اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ مرکزی حکومت مضبوط ہو اور اسی کی انھوں نے اپنے بھائی کو بھی ترغیب دی ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں (جنگ صفین) کے موقع پر حضرت حفصہؓ کے پاس آیااورکہا کہ لوگوں کی حالت آپ دیکھ رہی ہیں اور ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت حفصہؓ نے کہا:

اِلۡحَقۡ فَإِنَّهُمۡ يَنۡتَظِرُونَكَ وَأَخۡشٰى أَنۡ يَكُونَ فِي احۡتِبَاسِكَ عَنۡهُمۡ فُرۡقَةٌ[2]

لوگوں سے جا کرملووہ آپ کا انتظا کر رہے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ آپ کی غیر موجودگی میں وہ تفرقہ میں پڑ جائیں گے۔چنانچہ حضرت عبدؓ اللہ آپؓ کا معقول مشورہ سن کر چلے گئے۔

---

[1] صحیح البخاری:۴۶۷۹

[2] صحیح البخاری:۴۱۰۸؛ تاریخ اِسلام، جزء عهد خلفائے راشدین،ص۵۵۳

رسول اللہ ﷺ کو خفا نہ کرنے کا عہد

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو یہودیہ کہا۔ رسول اللہ ﷺ اس پر سخت ناراض ہوئے تو آپؓ نے فوراً معافی مانگی اور کہا: وَاللہِ لَا أُوذِي صَفِيَّةَ أَبَداً [1] ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی بھی صفیہؓ کو ایذا نہیں دوں گی۔''

واقعہ اِیلاء کے موقع پر جب حضرت عمرؓ، آپؐ کے پاس آئے تو آپ غم سے رو رہی تھیں۔ کیونکہ آپ کی ایک غلطی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوئی تھی۔ [2]

اسی موقع پر جب حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کو ڈانٹا تو دونوں نے کہا:

وَاللہِ لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ [3]

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز کبھی بھی نہیں مانگیں گی، جو ان کے پاس نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عبادات میں شرکت کا شوق

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ آپ کے لیے خیمہ نصب کرتی تھیں۔ آپ فجر کی نماز پڑھ کر اس میں داخل ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی اجازت سے حضرت حفصہؓ نے بھی اپنے لیے خیمہ نصب کیا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اُن کے دیکھا دیکھی خیمہ نصب کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اگلے روز معلوم ہوا تو اعتکاف کا ارادہ ترک فرمادیا۔ [4] کیونکہ اِعتکاف تو جمعیتِ خاطر کے لیے کیا جاتا ہے اور اس صورت میں اس کا امکان نہیں تھا۔

---

[1] أسد الغابة، ج۷، ص۲۴۸

[2] صحیح البخاری: ۸۹

[3] صحیح مسلم: ۱۴۷۸

[4] صحیح البخاری: ۲۰۳۳؛ سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۱

خدماتِ حدیث

آپؓ کی مرویات کی تعداد ساٹھ ہے۔[1] آپ سے کسب حدیث کرنے والوں میں درج ذیل بزرگ شامل ہیں۔

عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، صفیہ بنت ابی عبید زوجہ ابن عمر، حارثہ بنت وہب، مطلب بن ابی وادعہ، اُم مبشر الانصاریہ، عبدالرحمان بن الحارث، عبداللہ بن صفوان بن اُمیہ،[2] شُتیر بن شکل، سواء الخزاعی، مسیب بن رافع، ابومجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔[3]

صدقہ کرنے کی وصیت

خیرات وصدقات آفات وبلیات کو ٹالتی ہیں اور آخرت کے لیے ذخیرہ بنتی ہیں۔ حضرت حفصہؓ کو انفاق فی سبیل اللہ کا شوق اتنا تھا کہ وفات سے پہلے آپؓ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو وصیت کی کہ مقامِ غابہ میں اُن کی جو جائیداد ہے اُس کو صدقہ کرکے وقف کردیں۔[4] ظاہر ہے وفات کے وقت صدقہ اسی کو یاد آسکتا ہے جس نے زندگی میں اس کو معمول بنایا ہو۔

رفاقتِ نبوی میں مشکلات برداشت کرنا

رسول اللہ ﷺ کی رفیقۂ حیات ہونا جتنی بڑی فضیلت کی بات ہے، اس سے اتنی ہی زیادہ قربانیاں بھی وابستہ ہیں۔ ازواجِ مطہراتؓ ہر مشکل میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبر واستقامت کے پہاڑ بنیں رہیں۔ وہ زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہونے کے باوجود رفاقت نبوی پر راضی تھیں۔ آج بھی جو خواتین اقامتِ دین کے لیے صفِ اول

---

[1] جوامع السیرۃ، ص۲۷۹؛ زرقانی، ج۴، ص۳۹۵

[2] زرقانی، ج۴، ص۳۹۵؛ تہذیب الأسماء، ج۲، ص۳۳۹

[3] تہذیب التہذیب، ج۱۲، ص۴۱۰

[4] أسد الغابة، ج۷، ص۶۷؛ الاستیعاب، ج۴، ص۲۶۹-۲۷۰

میں جدوجہد کرنا چاہتی ہیں، اُن کے لیے یہی اُسوہ قابل تقلید ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت حفصہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بستر کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ: ’’ہمارے پاس ایک موٹی چادر تھی جس کو ہم گرمیوں میں تہہ کر کے نیچے بچھاتے تھے، جب سردی ہو جاتی تھی تو ہم اس کا نصف بچھاتے تھے اور نصف اوڑھ لیتے تھے۔‘‘[۱]

وفات

حضرت حفصہؓ کے سن وفات کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ ابن سعدؒ کے مطابق آپ نے شعبان ۴۵ھ [بمطابق ۶۶۵ء] میں حضرت معاویہؓ کے دور امارت میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی لیکن یہ قول خود انھی کے دوسرے قول کے خلاف پڑ رہا ہے جس میں سن پیدائش پانچ قبل بعثت بتایا گیا ہے کیونکہ اس کے مطابق ہجرت کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ برس اور ۴۵ھ کو عمر ساٹھ نہیں تریسٹھ برس بنتی ہے۔ ابن الجوزیؒ نے سن وفات ۴۱ھ روایت کی ہے۔ اس حساب سے بوقت وفات عمر انسٹھ (یا تقریباً ساٹھ) برس بنتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی ایک روایت سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے۔ اس لیے اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

مروان بن الحکم جو اس وقت مدینے کا گورنر تھا، نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ مروان نے کچھ راستے تک اور پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے میت کو قبرستان تک اُٹھایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عاصم بن عمرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹوں سالمؒ، عبداللہؒ اور حمزہؒ نے آپؓ کو قبر میں اُتارا۔[۲]

نکاح کے فوائد

معروف سیرت نگار محترم نعیم صدیقیؒ رسول اللہ ﷺ کی حضرت حفصہؓ سے شادی

---

[۱] المنتظم، ج۴، ص۱۹۵

[۲] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۷؛ زرقانی، ج۴، ص۳۹۵؛ المنتظم، ج۵، ص۲۱۳؛ الإصابة، ج۵، ص۱۵۴

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت حفصہؓ کے نکاح کے پس منظر میں دوسرے محرکات کے علاوہ ایک سبب یہ بھی کام کر رہا تھا کہ اسلامی معاشرہ کے لیے جن رفقائے خاص کو حضور ﷺ نے اپنا مشیر بنا کر قیادت کی تربیت دی۔ ان میں سے چار سرکردہ ساتھیوں سے آپ ﷺ نے گہرے ذاتی علائق قائم کیے۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔ حضرت عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں نکاح میں دے دیں۔ حضرت علیؓ کے گھر کو جناب فاطمہؓ سے زینت بخشی۔ اندریں صورت حضرت عمرؓ کو اس حلقہ قرابت سے باہر نہیں رکھا جا سکتا تھا، حضور ﷺ نے ان کی صاحبزادی کو بھی اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس طرح حضور ﷺ نے مرکزی کڑی بن کر مستقبل کے ان قائدین کو باہم دگر مربوط کیا۔ [1]

❁ ...... ❁ ...... ❁

اُم المومنین حضرت زینب، اُم المساکین رضی اللہ عنہا

نام و نسب: زینب بنت خُزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد بن مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ

کنیت: فقراء و مساکین کی خبر گیری اور حسن سلوک اور صدقات کی کثرت کی وجہ سے آپؓ دورِ جاہلیت میں بھی ''اُم المساکین'' کے نام سے مشہور تھیں۔ [2]

نکاحِ سابق

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کے پہلے شوہر کے بارے میں اربابِ سِیَر میں اختلاف ہے۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ آپؓ پہلے طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف کے نکاح میں تھیں۔ جب اس نے طلاق دی تو حضرت عبیدہؓ بن حارث نے آپؓ سے نکاح کیا جو

---

[1] محسن انسانیت، ص۵۱۶

[2] البدایۃ والنہایۃ، ج۳، ص۲۳۶۔۲۳۷

غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے۔[1] حافظ ابن حجرؒ اور قسطلانیؒ نے تین نام بتلائے ہیں، طفیل بن حارث، حصین بن حارث، عبیدہ بن حارث۔[2] حافظ ابن حجرؒ اور ابن اثیرؒ نے حضرت عبدؓ اللہ بن جحش سے نکاح کا بھی ذکر کیا ہے۔[3]

اس طرح کے بکثرت واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرنِ اوّل میں نکاح بیوہ گان کوئی عیب کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ یہ ایک بہترین معاشرتی قدر سمجھی جاتی تھی۔ اسلام اس قدر کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے نکاح

حافظ ابن حجرؒ، ذہبیؒ اور ابن سعدؒ کی نقل کردہ روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے تیسرے سال ماہِ رمضان میں آپؓ سے نکاح فرمایا اور ساڑھے بارہ اوقیہ مہر ادا کیا۔ حضرت زینبؓ نے آٹھ مہینے (ایک اور روایت کے مطابق تین مہینے) آپ ﷺ کی خدمت میں گزار کر وفات پائی۔[4]

لونڈی کو آزاد کرنا

حضرت زینبؓ کے پاس ایک سیاہ فام لونڈی تھی، جس کو آپ آزاد کرنا چاہتی تھیں، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ''یا رسول اللہؐ! میں اس کو آزاد کرنا چاہتی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا تُفْدِينَ بِهَا بَنِي أَخِيكِ أَوْ بَنِي أُخْتِكِ مِنْ رِعَايَةِ الْغَنَمِ؟[5]

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۳

[2] الإصابة، ج۵، ص۱۶۵؛ زرقانی، ج۴، ص۴۱۶۔۴۱۷

[3] أسد الغابہ، ج۷، ص۱۳۰

[4] العبر، ج۲، ص۱۸؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۳؛ البدایة والنهایة، ج۳، ص۲۳۶۔۲۳۷

[5] الطبقات الکبریٰ، ۸، ص۳۰۳، المعجم الکبیر: ۱۹۴۹۲

اس کو اپنے بھانجے بھتیجوں میں سے کسی کو ہدیہ کیوں نہیں کرتی تا کہ اُن کی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کا کام کرے۔

مزاج شناسی رسول اللہ ﷺ کی مرضی کا لحاظ

بنو اسد کی ایک عورت کہتی ہے کہ ایک دن ہم حضرت زینبؓ کے پاس ان کے کپڑے گیرو (ایک قسم کے لال رنگ) سے رنگنے کے لیے گئی تھیں کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، جب آپ ﷺ نے کپڑوں کا رنگ دیکھا تو گھر میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹ گئے۔ راوی کا بیان ہے:

حضرت زینبؓ نے جوں ہی دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے تو اُٹھیں اور کپڑوں کو دھو کر اُن کی سرخی زائل کر دی پھر جب رسول اللہ ﷺ آئے اور وہ رنگ نہ دیکھا تو گھر کے اندر تشریف لے آئے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ طبعی زہد کی وجہ سے خالص سرخ رنگ والے شہرت کے ملبوسات کو بطور خاص اپنے گھر میں ناپسند فرماتے تھے۔ ازواج مطہراتؓ بھی اس حوالے سے آپ کی پیروی کرتی تھیں۔

وفات

رسول اللہ ﷺ سے آپؓ کی رفاقت کا عرصہ بہت مختصر ہے۔ نکاح کے چند ہی مہینے بعد آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپؓ کی تدفین ہوئی۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر تقریباً تیس برس تھی۔ آپؓ کے بھائیوں نے آپؓ کو قبر میں اُتارا۔ [2]

---

[1] سنن أبي داود: ۴۰۷۱؛ الإصابة، ج۵، ص۱۶۵

[2] الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۰۳

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: ہند بنت ابی اُمیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب

کنیت: اپنے بیٹے سلمہ کے نام پر کنیت اُم سلمہ قرار پائی۔

والدین: آپؓ کے والد کثرت انفاق کی وجہ سے ''زاد الراکب'' کے لقب سے مشہور تھے۔ ماں کا نام عاتکہ بنت عامر تھا۔

قبیلہ: قریش کے خاندان بنومخزوم سے تعلق تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید اور ابوجہل، عمرو بن ہشام کی چچازاد بہن تھیں۔

نکاحِ اول: رسول اللہ ﷺ سے نکاح سے قبل حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں۔

اسلام اور ہجرت: آپ قدیم الاسلام تھیں۔ ہجرتِ حبشہ اول، دوم اور ہجرت مدینہ کا شرف آپ کو حاصل ہے۔[1] ہجرت مدینہ کے وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔

ہجرتِ مدینہ کی صعوبتیں

گھر بار اور رشتہ داری کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنا ایک عظیم سعادت ہے۔ جس طرح مردوں نے ہجرت کر کے اسلام اور رسول اکرم ﷺ سے وفاداری کا ثبوت دیا، اسی طرح خواتین بھی کسی طرح اُن سے پیچھے نہیں رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اس سعادت میں پیش پیش تھیں۔ حضرت اُم سلمہؓ کی ہجرت کا واقعہ ایک منفرد شان کا حامل ہے۔

اپنی ہجرت کا واقعہ خود آپؓ اس طرح بیان کرتی ہیں:

جب ابوسلمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو اونٹ کا بندوبست کر کے مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو اس پر سوار کر کے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب بنومغیرہ (اُم سلمہؓ کا

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۷؛ أسد الغابۃ، ج۷، ص۳۲۹؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۰۲

خاندان) کے لوگوں نے ہمیں دیکھا تو روک کر ابوسلمہؓ کو کہا: ’’تم تو جا سکتے ہو لیکن ہماری لڑکی تیرے ساتھ نہیں جا سکتی۔‘‘ یہ کہہ کر انھوں نے اونٹ کی نکیل اپنے ہاتھ میں لی اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔

جب بنو اسد (ابوسلمہؓ کا خاندان) کو پتہ چلا تو انھوں نے مجھ سے میرا بیٹا سلمہ لے لیا اور بنو مغیرہ کے لوگوں سے کہا: ’’چونکہ تم لوگوں نے ہمارے آدمی سے لڑکی روک لی ہے، اس لیے ہم اپنے بچے کو تمھارے پاس نہیں رہنے دیں گے۔‘‘ چنانچہ وہ میرا بیٹا چھین کر لے گئے۔ ہم ماں اور بیٹا تو رہ گئے لیکن ابوسلمہؓ تنہا ہجرت کر کے چلے گئے۔ اس طرح ہم تینوں ایک دوسرے سے الگ رہنے لگے۔ میں ہر صبح آبادی سے باہر نکل کر جاتی اور وہاں بیٹھ کر روتی رہتی تھی۔ تقریباً ایک سال اسی طرح گزر گیا۔

ایک دن بنو مغیرہ کا ایک آدمی جو ہمارا رشتہ دار تھا، میرے پاس سے گزرا، میری حالت دیکھ کر اس کو رحم آیا تو جا کر قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ’’تم اس غریب کو کیوں نہیں چھوڑتے؟ تم نے اس کے شوہر، بیٹے اور اس کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔‘‘ بنو مغیرہ کے لوگوں پر اس بات کا اثر ہوا، چنانچہ انھوں نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح بنو اسد کے لوگوں نے میرا بیٹا بھی واپس کر دیا۔

میں نے سواری تیار کر لی اور بیٹے کو لے کر تن تنہا مدینہ کی طرف چل پڑی اور دل میں کہہ رہی تھی کہ شاید کوئی مل جائے۔ مقام تنعیم (مکہ سے مدینے کے راستے پر حرم مکہ کی حد) پہنچی تو وہاں بنو عبدالدار کا عثمان بن طلحہ ملا۔ اس کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ ’’میں ہجرت کر کے اپنے شوہر کے پاس مدینے جا رہی ہوں۔ اور میرا ہم سفر صرف یہی میرا بیٹا ہے۔‘‘ اس نے ہمیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر ساتھ چل پڑا۔ وہ اتنا شریف آدمی تھا کہ راستے میں جب کسی منزل پر ہمیں رکنا ہوتا تو ایک طرف درخت کی آڑ میں ہو جاتا، جب چلنے لگتے تو اونٹ کو تیار کر کے پیچھے ہٹ جاتا، جب میں آرام سے بیٹھ جاتی تو مہار پکڑ کر چل دیتا۔ اس طرح ہم مدینے پہنچ گئے۔ (فرماتی ہیں):

مَا أَعْلَمُ أَهْلَ بَيْتٍ أَصَابَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ مَا أَصَابَ آلَ أَبِي سَلَمَةَ ، وَمَا رَأَيْتُ صَاحِبًا قَطُّ كَانَ أَكْرَمَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ [1]

میں نہیں جانتی کہ ابوسلمہؓ کے آل کو اسلام کی وجہ سے جتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، کسی اور کو کرنا پڑا ہوگا۔ اور میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ معزز ساتھی کو نہیں دیکھا۔

جب حضرت اُم سلمہؓ مدینہ پہنچی اور لوگوں کو بتایا کہ وہ اُمیہ بن مغیرہ کی بیٹی ہے تو انھوں نے جھٹلایا۔ یہاں تک کہ جب حج کا زمانہ آیا تو لوگوں نے کہا کہ اگر تم واقعی اُمیہ بن مغیرہ کی بیٹی ہو تو اس کو خط لکھو۔ حضرت اُم سلمہؓ نے خط لکھا۔ جو وہ ساتھ لے کر مکہ گئے اور جب واپس آئے تو تصدیق کر دی۔ اس طرح حضرت اُم سلمہؓ کی عزت و وقار میں اضافہ ہوا۔ [2]

حضرت ابوسلمہؓ کی دعا

حضرت اُمِ سلمہؓ نے ایک دفعہ اپنے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کو کہا کہ ''میں نے سنا ہے کہ جس عورت کا بھی شوہر مر جائے اور وہ شادی نہ کرے اور اسی طرح اگر عورت مر جائے اور شوہر رہ جائے اور وہ دونوں میاں بیوی جنتی ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن کو جنت میں اکٹھا کرے گا، تو آیئے عہد کریں کہ میں آپ کے بعد اور آپ میرے بعد شادی نہیں کریں گے۔''

حضرت ابوسلمہؓ نے کہا: ''میری ایک بات مانو گی؟ آپ نے کہا: ''میں ہر حال میں آپ کی بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔'' اس کے بعد حضرت ابوسلمہؓ نے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو شادی کر لینا پھر یہ دعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ أُمَّ سَلَمَةَ بَعْدِي رَجُلاً خَيراً مِنِّي، لَا يُحْزِنُهَا وَلَا يُؤْذِيهَا [3]

یا اللہ تعالیٰ! میرے بعد اُم سلمہ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما، جو نہ ان کو غمزدہ کرے اور نہ تکلیف پہنچائے۔

---

[1] البداية والنهاية، ج٢،ص ٥١-٥٥٠؛ ابن هشام، ج١،ص ٦٩-٤٧٠؛ أسد الغابة، ج٧، ص ٢٩-٣٣٠

[2] المستدرك: ٦٧٦٦؛ الإصابة، ج٥،ص ١٥٨؛ سير أعلام النبلاء، ج٢،ص ٢٠٦

[3] زرقانی، ج٤،ص ٤٠١؛ سير أعلام النبلاء، ج٢،ص ٢٠٣

رسول اللہ ﷺ سے شادی

حضرت ابوسلمہؓ کو غزوۂ اُحد میں ایک زخم آیا تھا جس کی وجہ سے وہ آٹھ جمادی الاول سن چار ہجری کو فوت ہو گئے۔ جب حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ اُن کے گھر تشریف لے گئے، حضرت اُم سلمہؓ سے تعزیت کی اور اُن کے لیے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ عِزَّ حُزْنَهَا وَاجْبُرْ مُصِيبَتَهَا وَأَبْدِلْهَا بِهَا خَيراً ...[1]

''یا اِلٰہی! اس کی پریشانی میں اس کی مدد فرما، اس کی مصیبت دور فرما اور اس کو اس کا نعم البدل عطا فرما!''

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے شوال چار ہجری کے آخر میں آپ سے شادی فرمائی۔ چونکہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ وفات پا گئی تھیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ان کے گھر میں سکونت دی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ خود بھی رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق اس طرح کی دعا کیا کرتی تھیں۔ آپؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَجَرَهُ اللّٰهُ فِي مُصِيبَتِهِ وَأَخْلَفَ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا ...[2]

جو بندہ مصیبت کے وقت یہ دعا پڑھے گا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْن﴾ ''اِلٰہی! مجھے میری مصیبت کا اجر عطا فرما (یا میری مصیبت دور فرما) اور مجھے اس کا بہتر نعم البدل عطا فرما!'' تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرماتا ہے اور اس سے بہتر نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ جب ابوسلمہؓ

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۷

[2] صحیح مسلم: ۹۱۷؛ سنن الترمذی: ۳۵۱۱

فوت ہو گئے تو میں دل میں کہنے لگی: ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے لیکن میں پھر بھی یہ دعا پڑھتی رہی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوسلمہؓ کا بہتر نعم البدل عطا فرما دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے چند عذروں کا اظہار کیا، جن کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اطمینان دلایا۔ اس موقع پر آپ کی رسولِ مہربان سے درج ذیل گفتگو ہوئی:

یا رسول اللہ ﷺ! ایسا نہیں ہے کہ میرے دل میں آپ کی رغبت نہیں ہے لیکن میں سخت غیور عورت ہوں (اور آپ کی کئی بیویاں ہیں) مجھے ڈر ہے کہ آپ مجھ میں (دوسری ازواج کے بارے میں) کوئی ایسی چیز دیکھ نہ لیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ میری عمر زیادہ ہے اور میں صاحب اولاد ہوں (کہیں وہ آپ کے لیے باعث تکلیف نہ ہوں)۔ رسول اللہ ﷺ نے ان اَعذار کے جواب میں فرمایا:

أَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنَ الْغَيْرَةِ فَسَوْفَ يُذْهِبُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْكِ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنَ السِّنِّ فَقَدْ أَصَابَنِي مِثْلُ الَّذِي أَصَابَكِ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتِ مِنَ الْعِيَالِ فَإِنَّمَا عِيَالُكِ عِيَالِي ... [1]

آپ نے جو (بیویوں پر) غیرت کی بات کی تو وہ اللہ تعالیٰ (میری دعا سے) رفع کر دے گا۔ اور آپ نے جو عمر کی بات کی ہے تو جس طرح آپ کی عمر زیادہ ہے اس طرح میری عمر بھی زیادہ ہے۔ آپ نے جو اولاد کی بات کی ہے تو آپ کی اولاد میری اولاد ہے۔ اس کے بعد آپ کی رضامندی سے رسول اللہ ﷺ نے آپ سے نکاح کر لیا۔

دوسری روایت میں ایک اور عذر کا بھی ذکر ہے کہ اور میرے اولیاء میں کوئی موجود بھی نہیں ہے۔ جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] مسند أحمد: ۲۵۹۹۰، ۱۵۹۰۹؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۷۔۲۸۹؛ الإصابة، ج۵، ص۱۵۸؛ البداية والنهاية، ج۳، ص۲۳۸

وَأَمَّا الْأَوْلِيَاءُ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْهُمْ شَاهِدٌ وَلَا غَائِبٌ إِلَّا سَيَرْضَانِي [۱]

آپ کے اولیاء میں سے کوئی حاضر ہو یا غائب، مگر وہ میری رضامندی ہی چاہے گا۔

گھر کا سامان

رسول اللہ ﷺ نے دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں اور دو مشکیزے گھر کے سامان کے طور پر دیے۔ [۲]

محنت ومشقت/رسول اللہ ﷺ کی خدمت

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب رسول اللہ ﷺ آپ کو پیغامِ نکاح دینے تشریف لے گئے تو آپ چمڑے کی دباغت کر رہی تھیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر ہاتھ دھوئے اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ [۳]

شادی کی پہلی ہی رات کو آپ رضی اللہ عنہا نے ایک گڑھے سے کچھ جَو لے کر چمڑے کا ٹکڑا بچھایا اور چکی لے کر ان کو پیسا۔ ایک برتن سے چربی لے کر پگھلائی اور ان دونوں کو ملا کر کھانا بنایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، جو رسول اللہ ﷺ نے تناول فرمایا۔ یہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے گھر والوں کا شادی کے پہلے دن کا کھانا تھا۔ [۴]

صحابیات اور ازواجِ مطہرات کے حالاتِ زندگی سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو کام کاج اور شوہروں کی خدمت کو وہ خوش دلی سے انجام دیا کرتی تھیں۔ گھریلو اُمور میں قانونی لکیریں کھینچنے کے بجائے وہ باہمی تعاون، احسان اور ایثار کے جذبے سے سرشار تھیں۔

---

[۱] مسند أحمد: ۲۵۱۲۹، ۲۵۹۹۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۹

[۲] أیضاً

[۳] مسند أحمد: ۱۵۹۰۹؛ الإصابة، ج۵، ص۱۵۸

[۴] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۰؛ الإصابة، ج۵، ۱۵۸؛ مسند أحمد: ۲۶۰۷۹

رسول اکرم ﷺ کی مرضی کا احترام

شادی کے دوسرے دن رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ''اگر تم چاہو تو یہ ایک دن رات تمھارے کے لیے مقرر کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو تمھارے پاس سات راتوں تک رہوں لیکن پھر دوسری ازواج کے ساتھ بھی سات سات راتوں تک رہوں گا۔'' اس پر حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلْ مَا أَحْبَبْتَ [۱]

یارسول اللہ ﷺ! آپ جو چاہیں کر لیجیے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تحائف

آپؓ رسول اللہ ﷺ کو انتہائی محبوب تھیں، رسول اللہ ﷺ نے جب آپؓ سے شادی کی تو آپؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

میں نے شاہِ نجاشی کو کپڑوں کا ایک جوڑا اور کچھ اوقیہ مشک بھیجا ہے اور میرے خیال میں نجاشی کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے وہ ہدیہ میرے پاس واپس آجائے گا۔ اگر آ گیا تو وہ تجھے دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے جیسے کہا تھا ویسے ہی ہو گیا، نجاشی فوت ہو گیا تھا اور ہدیہ آپ کی طرف واپس آ گیا۔ آپ نے ایک ایک اوقیہ مشک دوسری ازواج کو دے کر بقیہ سب حضرت اُم سلمہؓ کو دے دیا اور وہ سوٹ بھی انھی کو عطا کر دیا۔ [۲]

حُلیہ

حضرت اُم سلمہؓ معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی بہرہ ور تھیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! جو مجھے بتایا گیا تھا، اس سے

---

[۱] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۹؛ أنساب الأشراف، مصر، ج۱، ص۴۳۱

[۲] مسند أحمد: ۲۶۷۳۲؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۲؛ البداية والنهاية، ج۳، ص۲۶۹۔۲۷۰؛ زرقانی، ج۴، ص۴۰۲

حسن و جمال میں کئی گناہ زیادہ تھیں۔"[1]

اِطاعتِ نبوی

آپ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کسی بھی خواہش کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتی تھیں۔ایک مرتبہ ایک ہار پہنا ،جس میں کچھ سونا بھی شامل تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو طبعی زہد کی بنا پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور منہ پھیر کر فرمایا:

مَا یُؤَمِّنُكِ أَنْ یُقَلِّدَكِ اللّٰهُ مَكَانَهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَعَرَاتٍ مِنْ نَارٍ[2]

تمھیں کس چیز نے بے خوف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں اس کے بدلے میں آگ کا ہار پہنائے! یہ سن کر حضرت اُم سلمہؓ نے فوراً وہ اُتار دیا۔

رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے پر توبہ

لوگوں کا معمول تھا کہ حضرت عائشہؓ کی باری میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجا کرتے تھے۔حضرت اُم سلمہؓ دوسری ازواج کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ وہ سب ازواج کی باری میں ہدایا بھیجا کریں ۔ جب آپؓ نے اپنی بات پر اصرار کیا تو رسول اللہ ﷺ کو یہ ناگوار گزرا۔جب آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ناگواری دیکھی تو فوراً عرض کیا:

أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ أَذَاكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ[3]

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو تکلیف پہنچانے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔

داعیانہ مزاج / اِصلاح وتربیت کی کوششیں

نیکیوں کی حوصلہ افزائی اور برائیوں کی حوصلہ شکنی ہر مسلمان مرد وعورت کا امتیازی وصف ہے۔صحابہ کرام اور صحابیات خاص طور پر اپنی اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۹۱

[2] مسند أحمد:۲۶۱۹۵

[3] صحیح البخاری:۲۵۸۱؛ مسند أحمد:۲۵۹۷۳

مستعد رہتے تھے۔

حضرت اُم سلمہؓ کی عادتِ شریفہ تھی کہ اپنے حلقۂ اثر میں جب بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے طریقوں سے ہٹ کر دیکھتیں، تو فوراً ٹوک دیتی تھیں۔

ایک دفعہ آپؓ کا بھتیجا آپ کے ہاں آیا اور مکان میں دو رکعت نماز پڑھی۔ جب سجدے کے لیے جانے لگا تو مٹی کو ہٹانے کے لیے پھونک ماری۔ آپؓ نے دیکھا تو اس کو تنبیہ کر کے فرمایا:

يَا بُنَيَّ لَا تَنْفُخْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَبْدٍ لَنَا أَسْوَدَ: أَيْ رَبَاحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ لِلّٰهِ۔ [1]

پھونک نہ مارو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یسار نامی ایک لڑکے، جس نے سجدے میں پھونک ماری تھا، کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاک آلود کرو۔

جب سلمہؓ بن ہشام کو جماعت میں غیر حاضر پایا تو ان کی بیوی سے دریافت کیا:

مَا لِي لَا أَرَى سَلَمَةَ يَحْضُرُ الصَّلَاةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ الْمُسْلِمِينَ؟... [2]

کیا وجہ ہے میں سلمہ کو نماز با جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہوتے نہیں دیکھتی؟ اس کی بیوی نے بتایا کہ چونکہ وہ جنگِ موتہ میں نہیں گئے تھے اس لیے لوگوں کے عار دلانے کی وجہ سے وہ گھر سے نہیں نکلتا۔

اُم الحسینؒ فرماتی ہیں کہ میں حضرت اُم سلمہؓ کے پاس تھی کہ کچھ مساکین آئے، جن میں عورتیں بھی تھیں۔ انھوں نے سوال کیا تو میں نے کہا: یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت اُم سلمہؓ نے سنا تو فوراً تنبیہ کر کے فرمایا:

مَا بِهٰذَا أُمِرْنَا يَا جَارِيَةُ رُدِّي كُلَّ وَاحِدٍ أَوْ وَاحِدَةٍ وَلَوْ بِتَمْرَةٍ تَضَعِيهَا فِي

---

[1] مسند أحمد: ٢٦٠٣٢

[2] ابن هشام، ج٢، ص٣٨٣؛ تاريخ إسلام، ج المغازي، ص٤٩١

يَدِهَا[1]

ہمیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو اور کچھ نہیں تو ایک کھجور ہی دے کر واپس کرو۔

ایک دفعہ حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف نے آ کر عرض کیا: میں قریش میں سب سے مالدار آدمی ہو گیا ہوں، مجھے خوف ہے کہ کہیں کثرت مال مجھے ہلاک نہ کر دے۔ حضرت اُم سلمہؓ نے جواب میں فرمایا:

يَا بُنَيَّ فَانْفِقْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَصْحَابِي مَنْ لَا يَرَانِي بَعْدَ أَنْ أُفَارِقَهُ[2]

بیٹے! اس کو خرچ کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے صحابہ میں کچھ ایسے بھی ہوں گے جو میری جدائی کے بعد مجھے نہیں دیکھیں گے۔

نماز دین کا ستون ہے اور مسنون اوقات کا التزام اس کی اقامت میں شامل ہے۔ جب دیکھا کہ اُمراء نماز کے مسنون اوقات کا خیال نہیں رکھتے تو اُن پر تنقید کر کے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ تَعْجِيلاً لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ أَشَدُّ تَعْجِيلاً لِلْعَصْرِ مِنْهُ[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر تم لوگوں سے جلد پڑھا کرتے تھے اور تم لوگ نماز عصر آپ سے جلد پڑھتے ہو!

حضرت ابولبابہؓ رکعب بن مالکؓ کو قبولِ توبہ کی خوشخبری دینا

حضرت ابولبابہؓ نے غزوۂ بنو قریظہ میں راز اِفشا کر دیا تھا۔ اس کی سزا میں انھوں نے خود کو مسجد نبوی میں ایک ستون کے ساتھ باندھ کر کہا کہ جب تک توبہ قبول نہیں ہوگی وہ

---

[1] الاستیعاب، ج۴، ص۱۹۴۰

[2] مسند أحمد: ۲۵۹۵۰

[3] سنن الترمذی: ۱۶۱؛ مسند أحمد: ۲۵۹۳۹

بندھے رہیں گے۔ حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ان کی توبہ کی قبولیت میری گھر میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت مسکرا رہے تھے، میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ ''ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''کیا میں اُن کو خوشخبری دے دوں؟'' آپ نے فرمایا: ''جیسے مرضی ہو۔'' یہ حجاب سے قبل کا زمانہ تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی ہو کر کہا:

يَا أَبَا لُبَابَةَ! أَبْشِرْ فَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكَ [1]

ابولبابہ! خوشخبری قبول کیجیے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کر لی ہے۔

اسی طرح جب حضرت کعبؓ بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تو حضرت اُم سلمہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ''کیا میں ان کے پاس خوشخبری بھجوا دوں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذاً يَحْطِمُكُمُ النَّاسُ، فَيَمْنَعُونَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلِ [2]

پھر تو لوگوں کی بھیڑ تمھارے پاس آ جائے گی اور وہ ساری رات تمھیں سونے نہیں دے گی۔

غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت

آپؓ غزوۂ خیبر (۷ھ) میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ میدانِ کارزار کے اتنی قریب تھیں کہ فرماتی ہیں: ''جب مرحب کے دانتوں پر تلوار کی ضرب پڑی تو اس کی آواز میں نے سنی۔''[3] آپؓ غزوۂ مریسیع (۶ھ) میں بھی شریک تھیں۔[4] اس طرح غزوۂ طائف (۸ھ) میں بھی شریک تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اموال میں سے

---

[1] ابن هشام، ج۲،ص۲۳۷، تاریخ طبری، ج۲،ص۴۸۔۲۴۷؛ البداية والنهاية، ج۳،ص۲۷۴

[2] صحيح البخاري: ۴۶۷۷

[3] الاستيعاب، ج۴،ص۱۹۳۹

[4] تاریخ إسلام، ج المغازي، ص۲۶۰

ایک چھوٹا خیمہ دیا تھا۔[1]

حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر غم و غصے کا اظہار

نواسۂ رسول حضرت امام حسینؓ نے یزید کی ناحق حکومت کی بیعت کرنے سے انکار کیا، جس کی پاداش میں آپ کو میدانِ کربلا میں شہید کیا گیا۔ جب آپؓ کی شہادت کی خبر آئی تو حضرت اُم سلمہؓ نے بڑی جرأت سے اس کی مذمت کی۔ آپ نے اہل عراق پر لعنت بھیجی اور کہا:

قَتَلُوہُ قَتَلَھُمُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ، غَرُّوہُ وَذَلُّوہُ، لَعَنَھُمُ اللّٰہُ[2]

اہلِ عراق نے اس کو قتل کیا، اللہ تعالیٰ ان کو قتل کرے، اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور ذلیل کیا، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔

حیاداری

شرم وحیا انسان کی فطرت کی پکار ہے۔ حیا ایمان کا ایک اہم حصہ ہے۔ جس میں حیا نہیں، وہ کسی بھی برے کام میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ حیا اسلامی تہذیب کا امتیاز اور مسلمان عورت کی بطور خاص پہچان ہے۔ اُمہات المؤمنین اس باب میں یکتا تھیں۔

حیاداری حضرت اُم سلمہؓ کی سرشت میں داخل تھی۔ کتب حدیث اور تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ آپ کی بیٹی حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ روایت کرتی ہیں:

حضرت اُم سُلَیمؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا، کیا عورت پر اِحتلام سے غسل واجب ہوجاتا ہے؟ جب حضرت اُم سلمہؓ نے یہ سنا تو شرم کے مارے منہ چھپایا اور کہا: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے (پیار کے انداز میں) فرمایا: نَعَمْ تَرِبَتْ

---

[1] ابن ھشام، ج۲، ص۴۸۲۔۴۸۳

[2] فضائل الصحابۃ، ج۲، ص۷۸۲

يَمِينُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا [1] ہاں، تیرا ہاتھ خاک آلود ہو جائے، اسی لیے تو بچہ ماں کے ہم شکل ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے کہا:

تَرِبَتْ يَدَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَضَحْتِ النِّسَاءَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [2]

اُم سلیمؓ! تیرا ہاتھ خاک آلود ہو، تم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عورتوں کو رسوا کر دیا۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے تشریف لے گئے تو اس دوران حضرت اُم سلمہؓ نے اپنا حجرہ اینٹوں سے تعمیر کیا۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے آپ سے پوچھا: یہ عمارت کس لیے بنائی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا:

أَرَدْتُ أَنْ أَكُفَّ أَبْصَارَ النَّاسِ [3]

میں چاہتی ہوں کہ لوگوں کی نظروں سے بچ کر رہوں۔

شادی کے بعد جب رسول اللہ ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لاتے تو آپ شرم کے مارے اپنی بیٹی زینب کو اٹھا لیتی تھیں اور گود میں بٹھا کر دودھ پلانا شروع کر دیتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی حیا اور شرافت کی وجہ سے کچھ کہے بغیر لوٹ جاتے تھے۔ جب کئی دفعہ ایسا ہوا اور حضرت عمار بن یاسرؓ، جو حضرت اُم سلمہؓ کے رضاعی بھائی تھے، کو پتہ چلا تو وہ زینب کو اٹھا کر لے گئے کہ ''تم اس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتی ہو!''

اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور زینب کو نہ دیکھا تو دریافت فرمایا: أَيْنَ زُنَابُ ''زُناب کدھر ہے؟'' (رسول اللہ ﷺ پیار سے زینب کو زُناب کہتے

---

[1] صحيح البخاري: ۱۳۰، ۳۳۲۸؛ مسند أحمد: ۱۳۵۸۹
[2] سنن الترمذي: ۱۲۲؛ سنن ابن ماجه: ۶۰۰؛ مسند أحمد: ۲۶۵۷۷
[3] الوفاء، ص ۲۵۸

تھے) جب حضرت اُم سلمہؓ نے بتایا کہ اس کو حضرت عمار لے گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس آ گئے۔ [1]

اپنے یتیم بچوں کا بارِ کفالت اٹھانا

حضرت ابو سلمہؓ کے انتقال کے بعد ان کے متعدد بچے یتیم رہ گئے تو حضرت اُم سلمہؓ خود ہی ان کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمہ داری نبھاتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ ...نَعَمْ لَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ [2]

یارسول اللہ! کیا ابو سلمہؓ کی اولاد پر خرچ کرنے سے مجھے اجر ملے گا کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہے۔ ان کو میں ویسے نہیں چھوڑ سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تمھیں ان پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

فضیلت

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ...﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۳) ''اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی کو دور کر دے اور تمھیں (مکمل طور پر) پاک صاف کر دے''۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: یہ میرے اہل ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: بَلٰى إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ [3] ''کیوں نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ''۔

امام احمدؒ کی روایت ہے کہ جس کپڑے میں رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو لپیٹا تھا، حضرت اُم سلمہؓ کو بھی اس میں داخل کیا اور جواب میں فرمایا:

---

[1] مسند أحمد: ۲۵۱۲۹، ۲۵۹۹۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۸۹

[2] صحیح مسلم: ۱۰۰۱؛ صحیح البخاری: ۱۴۶۷؛ السنن الکبریٰ، ج۴، ص۱۷۹

[3] أسد الغابة، ج۷، ص۳۳۱، ۲۱۸

بَلٰى فَادْخُلِي فِي الْكِسَا[1] ''کیوں نہیں! تم بھی اس کپڑے میں داخل ہو جاؤ۔''
زُرقانیؒ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
إِنَّكِ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ[2] ''بے شک تم اہل بیت میں شامل ہو۔''
سنن ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
أَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَأَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ[3] ''تم اپنی جگہ پر ہو اور تم بہتر جگہ پر ہو۔''

بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں شام وعراق فتح ہو گئے تو انھوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے مالِ غنیمت میں سب لوگوں کے لیے عطائیں مقرر کیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ازواجِ مطہراتؓ، مہاجرین وانصار، اہلِ بدر اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں کے لیے مختلف مقداریں مقرر کیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ کے لیے چار ہزار درہم مقرر کیے۔ اس پر محمد بن عبداللہ بن جحش نے اعتراض کر کے کہا: ''کس بنا پر عمر کو مجھ پر فضیلت دی؟ حالانکہ میرے والد مہاجرین میں سے تھے اور بدر میں شریک ہوئے تھے۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں کہا: ''اس بنا پر اس کو فضیلت دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو نسبت اس کو حاصل ہے تم کو حاصل نہیں، اُم سلمہؓ کی مثل کسی کی ماں ہو تو فریاد لائے، اس کی فریاد سنوں گا''۔[4]

آپؓ کا صائب مشورہ

سن چھے ہجری میں رسول اللہ ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ ہوا۔ بظاہر معاہدے کی شرائط مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں۔ جس کی وجہ سے

---

[1] فضائل الصحابة، ج۲، ص ۶۸۵۔ ۶۸۶

[2] زرقانی، ج۴، ص ۴۰۲

[3] سنن الترمذی: ۳۲۰۵؛ الإصابة، ج۵، ص ۱۶۰

[4] فتوح البلدان، ج ۲، ص ۲۱۵

مسلمانوں میں بے اطمینانی کی کیفیت تھی۔ چونکہ مسلمان عمرہ کی نیت سے آئے ہوئے تھے اس لیے حالت احرام میں تھے اور معاہدے کی رو سے مسلمان اس سال عمرہ کے لیے نہیں جاسکتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرو اور احرام کھولنے کے لیے سر منڈاؤ۔ مسلمان اس قدر رنجیدہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے تین دفعہ حکم دینے کے باوجود ایک شخص بھی تعمیل کے لیے نہیں اٹھا۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت اُم سلمہؓ سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ تو حضرت اُم سلمہؓ نے یہ مشورہ دیا:

يَا نَبِيَّ اللهِ، أَتُحِبُّ ذَالِكَ اُخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ... [1]

یا نبی اللہ! کیا آپ یہی چاہتے ہیں؟ جا کر کسی سے کچھ کہنے سے پہلے اپنا جانور ذبح کیجیے اور سر منڈوانے والے کو بلا کر سر منڈوایے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُم سلمہؓ کے صائب مشورے پر عمل کر کے قربانی کی اور سر منڈوایا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے خود اِحرام کھول دیا ہے اس لیے فیصلے میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں تو سب لوگوں نے قربانیاں کیں اور دھڑا دھڑ سر کے بال منڈوادیے۔

اس طرح حضرت اُم سلمہؓ کے ایک صائب مشورے سے ایک نازک موقع پر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل درآمد ممکن ہوا۔ اور تحریکِ اسلامی اپنے ابتدائی دور میں ایک ممکنہ بحران سے بچنے میں کامیاب ہوئی۔ دعوتِ دین کی جدوجہد میں شریک خواتین کے لیے یہ واقعہ دعوت فکر ہے کہ وہ اپنے حلقہ ہائے اثر میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مردوں کو بھی بہترین مشوروں سے مدد فراہم کریں۔

---

[1] صحیح البخاری: ۲۷۳۴؛ مسند أحمد: ۱۸۴۳۱؛ تاریخ طبری، ج۲، ص ۲۸۳

تبرکاتِ نبوی کا حصول

رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔آپ کا مشن، آپ کی ذات اور آپ سے منسوب ہر چیز مؤمنوں کو دل و جان سے پیاری ہوتی ہے۔ازواجِ مطہراتؓ اس معاملے میں مسلمانوں کی پیشوا تھیں۔وہ اس چیز کو محبوب سمجھتی تھیں جس کو رسول اللہ ﷺ سے کوئی نسبت ہو۔

صحیحین کی روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن منگوا کر اس میں منہ ہاتھ دھوئے اور ناک میں پانی ڈال کر نکالا......پھر حضرت ابو موسیٰؓ اور بلالؓ کو بلا کر فرمایا:

اِشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا، وَأَبْشِرَا ... [1]

اس پانی میں سے پیو اور اپنے چہروں اور سینوں پر بھی ڈالو اور خوشخبری قبول کرو۔(راوی کہتا ہے کہ) انھوں نے ویسا ہی کیا جیسا حکم ملا تھا۔حضرت اُم سلمہؓ پردے کے پیچھے سے دیکھ رہی تھیں، وہیں سے آواز دی: اپنی ماں کے لیے بھی کچھ اپنے برتن میں سے بچا کر رکھو۔چنانچہ انھوں نے آپ کے لیے اس میں سے کچھ بچایا۔

حضرت اُم سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک بطور تبرک اپنے پاس رکھا ہوا تھا، جس کو مہندی لگی ہوئی تھی، جو آپ کبھی کبھی لوگوں کو دکھاتی تھیں۔ [2]

خدمتِ نبوی کے لیے غلام کو مشروط طور پر رہا کرنا

حضرت سَفینہؓ، حضرت اُم سلمہؓ کے غلام تھے۔ابوداوٗد کی روایت میں ہے کہ آپ نے اُس کو اِس شرط پر آزاد کر دیا کہ جب تک تم زندہ رہو گے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے رہو گے۔ [3] ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ زندہ رہے

---

[1] صحیح مسلم: ۲۴۹۷؛ صحیح البخاری: ۴۳۲۸

[2] مسند أحمد: ۲۵۹۹۹

[3] سنن أبي داود: ۳۹۳۲

تم ان کی خدمت کرتے رہو گے۔[۱]

بارگاہِ نبوت میں مقبول سفارش

جب رسول اللہ ﷺ مدینے سے دس ہزار صحابہ کا لشکر ہمراہ لے کر مکے پر حملے کے لیے آرہے تھے تو ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن اُمیہ نے مکے سے نکل کر راستے میں آپ سے ملنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھ کر اِعراض فرمایا۔ جب آپ نے پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے حاضری کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اجازت نہیں دی۔

جب حضرت اُم سلمہؓ کو پتہ چلا کہ ابوسفیان بن حارث اور ان کے بھائی کی بدبختی آ گئی تو فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور التجا کی:

لَا يَكُنِ ابْنُ عَمِّكَ وَابْنُ عَمَّتِكَ أَشْقَى النَّاسِ بِكَ، فَقَدْ جَاءَا مُسْلِمَيْنِ ...[۲]

آپ کے چچازاد اور میرے بھائی آپ کی بارگاہ رحم وکرم سے محروم نہیں ہو سکتے، وہ دونوں مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ملنے کی اجازت دی اور دونوں نے سچے دل سے اسلام قبول کیا۔

جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی مدد

جنگ جمل میں حضرت اُم سلمہؓ اگرچہ حضرت علیؓ کو برحق سمجھتی تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد کے بموجب خود جنگ کے لیے نہیں نکلیں تاہم اس نازک موقع پر آپؓ نے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہؓ کو حضرت علیؓ کی مدد کے لیے بھیجا اور ساتھ یہ پیغام بھی بھجوایا:

میں نے اس (اپنے بیٹے عمر) کو، جو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے، آپ کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ آپ کے ساتھ ہو کر لڑے گا، جب تک اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ نہ کر ڈالے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ ہو کر نکلتی جیسے عائشہؓ،

---

[۱] سنن ابن ماجه: ۲۵۲۶؛ مسند أحمد: ۲۱۴۲۰

[۲] الدرر، ص ۲۲۸

طلحہؓ اور زبیرؓ کے ساتھ نکلی ہیں۔ [1]

حضرت عائشہؓ کو جنگِ جمل پر جانے سے منع کرنا

حضرت اُم سلمہؓ جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ کے نکلنے کے حق میں نہیں تھیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے حضرت عائشہؓ کو درج ذیل خط لکھا جو آپؓ کی بصیرت کا کھلا ثبوت ہے:

مِنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوجِ النَّبِيِّ، إِلىٰ عائِشَةَ أُمِّ الْمُومِنِينَ: فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيكِ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ، إِنَّكِ سُدَّةٌ بَينَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتِهِ، وَحِجَابٌ مَضْرُوبٌ عَلىٰ حُرْمَتِهِ، قَدْ جَمَعَ القُرآنُ ذَيلَكِ فَلَا تَنْدَحِيهِ وَسَكَرَ خَفَارَتَكِ فَلَا تَبْتَذِلِيهَا فَاللّٰهُ مِنْ وَرَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَو عَلِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النِّسَاءَ يَحْتَمِلْنَ الْجِهَادَ عَهِدَ إِلَيكِ، أَمَا عَلِمْتِ أَنَّهُ قَدْ نَهَاكِ عَنِ الفِرَاطَةِ فِي الْبِلَادِ فَإِنَّ عَمُودَ الدِّينِ لَا يَثْبُتُ بِالنِّسَاءِ إِنْ مَالَ، وَلَا يُرَابُ بِهِنَّ إِنْ انْصَدَعَ؟ جِهَادُ النِّسَاءِ غَضُّ الأَطْرَافِ، وَ ضَمُّ الذُّيُولِ، وَ قَصْرُ الوَهَازَةِ، مَا كُنْتِ قَائِلَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَو عَارَضَكِ بِبَعضِ هٰذِهِ الْفَلَوَاتِ نَاصَّةً قَعُوداً مِنْ مَنْهَلٍ إِلىٰ مَنْهَلٍ؟ وَغَداً تُرَدِّينَ عَلىٰ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، وَأُقْسِمُ لَو قِيلَ لِي: يَا أُمَّ سَلَمَةَ اُدْخِلِي الْجَنَّةَ لَاسْتَحْيَيتُ أَنْ أَلْقَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ هَاتِكَةً حِجَاباً ضَرَبَهُ عَلَيَّ فَاجْعَلِيهِ سِتْرَكِ، وَوِقَاعَةَ البَيتِ حِصْنَكِ، فَإِنَّكِ أَنْصَحُ مَا تَكُونِينَ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ مَا قَعَدْتِ عَنْ نُصْرَتِهِمْ ... وَالسَّلَامُ [2]

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس علمی اور ادبی شہ پارے کا ترجمہ عصر حاضر کے ممتاز عالم دین مفتی محمد رفیع عثمانیؒ کے الفاظ میں دیا جائے:

---

[1] أنساب الأشراف، مصر، ج۱، ص۴۳۰

[2] العقد الفريد، ج۵، ص۶۶

نبی کی زوجہ اُم سلمہؓ کی طرف سے،

اُم المومنین عائشہؓ کے نام!

میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتی ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اَما بعد! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے درمیان ایک دروازہ ہیں، آپ وہ پردہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر ڈالا گیا ہے، قرآن نے آپ کے دامن کو سمیٹا ہے آپ اسے پھیلایئے نہیں، اور آپ کی حرمت کی حفاظت کی ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ خواتین پر جہاد کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو وہ آپ کو اس کی نصیحت کرتے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آنحضرت نے شہروں میں آپ کو آگے بڑھنے سے روکا تھا؟ اس لیے کہ اگر دین کا ستون متزلزل ہونے لگے تو عورتوں سے اس کا بھراؤ ممکن نہیں، عورتوں کا جہاد یہ ہے کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں، دامنوں کو سمیٹیں اور چھوٹے قدموں سے چلیں۔ آپ جن صحراؤں میں ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ تک اپنی اونٹنی دوڑا رہی ہیں اگر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے آجائیں تو آپ کے پاس ان سے کہنے کو کیا ہوگا؟ کل آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا ہے اور میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ اُم سلمہ! جنت میں چلی جاؤ، تب بھی مجھے اس بات سے حیا آئے گی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملوں کہ جو پردہ آپ نے مجھ پر ڈالا تھا، اسے میں چاک کر چکی ہوں، لہٰذا آپ اس کو اپنا پردہ بنایئے، اپنے گھر کی چار دیواری کو اپنا قلعہ سمجھیے، کیونکہ جب تک آپ اپنے گھر میں رہیں گی اس اُمت کی سب سے بڑی خیر خواہ ہوں گی......والسلام۔ [1]

حصولِ علم کا شوق

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کو حوضِ کوثر کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست میں نے اس کا تذکرہ نہیں سنا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر اس کے بارے میں ارشاد فرمانے لگے۔ میں گھر

[1] نوادر الفقہ، ج ۲، ص ۱۸۱۔ ۱۸۲

میں تھی اور باندی میرے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یَا أَیُّهَا النَّاسُ کہا تو میں نے باندی کو کہا: رک جاؤ۔ باندی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا خطاب مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم یَا أَیُّهَا النَّاسُ میں شامل نہیں ہیں؟[1]

خواتین کے لیے اس طرح کے واقعات میں عملی زندگی کے لحاظ سے بڑی نصیحت ہے۔ خطباتِ جمعہ اور وعظ و نصیحت کے ہر پلیٹ فارم سے اُن کو بھر پور استفادہ کرنا چاہیے۔

حضرت عبدؒ الرحمٰن بن شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے قرآن میں ہمارا اس طرح تذکرہ نہیں کیا جاتا جس طرح مردوں کا کیا جاتا ہے۔ ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر سے یَا أَیُّهَا النَّاسُ کی صدا لگائی، اس وقت میں اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی جب میں نے آپ کی ندا سنی تو اپنے بال اکٹھے کر لیے اور دروازے کے ساتھ کان لگا کر سننے لگی۔ میں نے سنا کہ آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے ہیں:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۵)[2]

بے شک جو مرد اور جو عورتیں مسلمان ہیں، مؤمن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے

---

[1] صحیح مسلم: ۲۲۹۵؛ مسند أحمد: ۲۶۰۰۶

[2] مسند أحمد: ۲۶۰۳۵

ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ پڑھنا جانتی تھیں مگر لکھنا نہیں جانتی تھیں۔ [1]

علمی خدمات

حضرت عائشہؓ کے بعد ازواجِ مطہراتؓ میں آپ کا علمی مقام سب سے بلند تھا۔ آپ اس لحاظ سے خواتین کے لیے مشعلِ راہ ہیں کیونکہ علم ہر صورت میں ضروری اور عمل پر مقدم ہے۔ اگر کسی کام کے بارے میں علم ہوگا تبھی تو درست طریقے سے اس کو انجام دینا ممکن ہوگا۔ ورنہ غلط طور پر انجام پایا ہوا عمل کسی اجر وثواب کا ذریعہ نہیں ہوگا۔ البتہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے علم پر لازمی طور پر عمل کیا جائے، ورنہ ایسا علم کسی کام کا نہیں۔ علم و عمل میں موافقت کے حوالے سے صحابہ کرام اور صحابیات کے اُسوہ میں ہمارے لیے بہترین راہ نمائی موجود ہے۔

حضرت اُم سلمہؓ قرآن کریم کو رسول اکرم ﷺ کی طرز پر ایک ایک آیت الگ کرکے پڑھتی تھیں اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم دیتی تھیں۔ [2] اگر کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو اس کی تشفی کر کے ہی چھوڑتی۔ [3] کتب حدیث میں آپ کی فقہی آراء کثرت سے موجود ہیں جس سے آپ کے علم و بصیرت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے:

كَانَتْ تُعَدُّ مِنْ فُقَهَاءِ الصَّحابِيَاتِ [4]

آپؓ کا شمار فقیہہ صحابیات میں ہوتا تھا۔

ابن الجوزیؒ نے آپ کا شمار فتویٰ دینے والے صحابہ کے طبقہ وسطیٰ میں کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اس گروہ کے ہر فرد کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو ممکن ہے کہ ایک اچھا خاصا

---

[1] فتوح البلدان: ج ۲، ص ۲۵۳

[2] مسند أحمد: ۲۵۹۸۷

[3] أيضاً: ۲۶۰۰۸

[4] سير أعلام النبلاء، ج ۲، ص ۲۰۳

چھوٹا رسالہ بن جائے۔[1]

آپ کے علم وفضل کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فتویٰ دیا کہ رمضان میں غسل جنابت صبح فوراً کرنا چاہیے، ورنہ روزہ نہیں ہوگا۔ جب حضرت اُم سلمہؓ کو پتہ چلا تو سنت سے استدلال کر کے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ صبح حالت جنابت میں اٹھتے تھے، پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔ جب ابو ہریرہؓ نے یہ بات سنی تو آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا اور اپنے فتوے سے رجوع کیا۔[2]

ایک دفعہ کسی نے پوچھا: ''کیا بیوی شوہر کے ساتھ غسل کر سکتی ہے؟'' آپؓ نے فرمایا: ''ہاں ...... میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔''[3]

ایک عورت جس کو جریانِ خون (abnormal uterine bleeding) کا عارضہ تھا، آپؓ کے پاس آئی اور اپنے مسئلے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے اس کا مسئلہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرض سے پہلے حیض کا جو اندازہ تھا اس کے مطابق نماز چھوڑ دے، پھر غسل کر کے نماز پڑھتی رہے۔''[4]

خدماتِ حدیث

حضرت عائشہؓ کے بعد تمام صحابیات میں آپ کی خدماتِ حدیث سب سے زیادہ ہیں۔ آپ سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں۔[5] آپ کا وسیع حلقۂ تلامذہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ میں درج ذیل نام لکھے ہیں۔

صحابہ میں سے عائشہ، عبد اللہ بن عباس، انس بن مالک، عمر بن ابی سلمہ، بریدۃ بن

---

[1] إعلام الموقعين، ج۱،ص۱۰

[2] مسند أحمد:۲۶۱۲۶

[3] سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب ذكر اغتسال الرجل والمرأة من نسائه من إناء واحد

[4] سنن أبي داود:۲۷۴؛ مسند أحمد:۲۶۱۷۶

[5] سير أعلام النبلاء، ج۲،ص۲۰۳

الحصیب، ابو طفیل، ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم؛ تابعین میں سے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن، عروہ بن زبیر، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، سلیمان بن یسار رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم؛ اہل مکہ میں سے عبید بن عمیر، ابن ابی ملیکہ، طاؤس، مجاہد، عکرمہ، کریب، عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل عراق میں سے مسروق، ابو وائل، شعبی، وضبہ بن محصن، معاویہ بن قرہ، شہر بن حوشب رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔[1] حافظ ابن حجرؒ اپنی دوسری تصنیف تہذیب التہذیب میں بتیس تلامذہ کے نام لکھ کر کہتے ہیں کہ اور بھی ہیں۔[2]

زُرقانیؒ نے مزید یہ نام لکھے ہیں۔ زینب، مصعب بن عبد اللہ، نبہان، ہند بنت الحارث، قبیصہ بن ذوئیب، عبد الرحمٰن بن الحارث، ابو عثمان النہدی، سعید بن المسیب، حمید بن عبد الرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم۔[3]

وفات

آپؓ کی وفات کے بارے میں آئمہ سیرت میں اختلاف ہے۔ ابن الجوزیؒ اور ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ آپؓ ۵۹ھ میں فوت ہوئیں۔[4] حافظ ذہبی نے ۶۱ھ سن وفات لکھا ہے۔[5] جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے ۶۲ھ لکھا ہے۔[6]

ان میں حقیقت کے قریب تر وہ روایات ہیں جن میں سن وفات حضرت امام حسینؓ کی شہادت (۶۱ھ) کے بعد ہے کیونکہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے موقع پر آپ کا رد

---

[1] الإصابة، ج۵، ص۱۵۹

[2] تهذيب التهذيب، ج۱۲، ص۴۵۶

[3] زرقانی، ج۴، ص۴۰۳

[4] المنتظم، ج۵، ص۳۱۹؛ الطبقات الكبرى، ج۸، ص۲۹۲

[5] العبر، ج۱، ص۴۴

[6] الإصابة، ج۵، ص۱۵۷

عمل ثابت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس وقت حیات تھیں۔صحیح مسلم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید نے جب مسلم بن عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینے پر حملے کے لیے بھیجا، جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ (۶۳ھ) پیش آیا، تو آپ نے حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ایک پیش گوئی بیان کی تھی۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کم ازکم اس واقعے تک آپ زندہ تھیں۔اس لیے زیادہ امکان یہ ہے کہ آپ کا سن وفات ۶۲ یا ۶۳ ہجری ہی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

آپؓ اُمہات المومنین میں سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔سعیدؓ بن زید یا ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔اُن کے دونوں بیٹوں عمر، سلمہ اور عبداللہ بن عبداللہ بن اُمیہ اور عبداللہ بن وہب بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر میں اُتارا۔آپؓ کی تدفین مدینہ کی قبرستان جنت البقیع میں ہوئی۔[2] وفات کے وقت آپؓ کی عمر چوراسی برس تھی۔[3]

❀ ...... ❀ ...... ❀

اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نام ونسب: زینب بنت جحش بن ریاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ

کنیت: اُم الحکم

---

[1] صحیح مسلم: ۲۸۸۲، اگرچہ اس طرح کی ایک روایت حضرت حفصہؓ سے بھی مروی ہے۔أیضاً: ۲۸۸۳

[2] الإصابة، ج۵، ص۱۵۷؛ زرقانی، ج۴، ص۴۰۳

[3] الطبقات الکبری، ج۸، ص۲۹۲

قبیلہ: قریش کے خاندان بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق تھا۔

ماں کا نام: اُمیمہ بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، جو کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے آپ رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

ہجرت: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی اپنے خاندان سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ [1]

نکاحِ اول

رسول اللہ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ آپؓ کا نکاح کرنا چاہا۔ لیکن حضرت زیدؓ بن حارثہ چونکہ غلام رہ چکے تھے اور حضرت زینبؓ قریش کی شریف زادی تھیں، اس لیے آپؓ اپنی خاندانی شرافت کی بنا پر ان کو اپنا ہم پلہ نہیں سمجھتی تھیں۔ چنانچہ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس رشتے کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا:

يَارَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ! لَا أَرْضَاهُ لِنَفْسِي وَأَنَا أَيِمُ قُرَيشٍ... [2]

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قریش کی شریف زادی ہوں، میں اُس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس رشتے کو تمھارے لیے پسند کرتا ہوں، چنانچہ زید بن حارثہ سے شادی کرا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس گفتگو کے دوران یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ...

(الاحزاب ۳۳:۳۶) [3]

کسی مومن مرد یا عورت کے شایانِ شان نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۵؛ أسد الغابة، ج۷، ص۱۲۶

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۵

[3] الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۴۳۳

کر دے اور اُن کے لیے پھر بھی کوئی اختیار باقی رہے۔ جب آپ نے یہ آیت سنی تو رسول اللہؐ سے پوچھا: کیا آپ اُن کو میرے لیے پسند کرتے ہیں؟ رسول اللہؐ نے اِثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا: پھر میں رسول اللہؐ کی نافرمانی نہیں کرتی۔ اس طرح آپؓ حضرت زیدؓ کے عقد میں آئیں۔

ابن حجرؒ نے ایک اور روایت لکھی ہے کہ جب کئی اطراف سے حضرت زینبؓ بنت جحش کے لیے رشتے آنے شروع ہو گئے تو آپؓ نے اپنی بہن حضرت حمنہؓ بنت جحش کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج کر اُن کو اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت حمنہؓ کی بات سنی تو فرمایا کہ فلاں تو ایسا ہے...... فلاں تو بیویوں کو مارتا ہے۔ فلاں تو طلاق دیتا ہے۔ پھر حضرت زیدؓ بن حارثہ سے شادی کی ترغیب دی اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی ترجیح کی یہ وجہ بتائی:

...وَلٰكِنْ هَلْ لَكُمْ فِيمَنْ يُكْرِمُهَا وَيَلِينُ لَهَا وَيُعَلِّمُهَا كِتَابَ رَبِّهَا وَسُنَّةَ نَبِيِّهَا زَيدُ بنُ حَارِثَةَ[1]

...... بلکہ تم زینب کی شادی اس سے کراؤ، جو اس کی عزت کرے، اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور اس کو رب کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت سکھائے اور یہ خوبیاں زیدؓ بن حارثہ میں موجود ہیں۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ کا طلاق دینا

آپؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اِیما پر ہوا، لیکن بدقسمتی سے نباہ نہ ہو سکا۔ ایک دفعہ حضرت زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے آپؓ کی سخت زبانی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو تنبیہ کی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زیدؓ نے دوبارہ شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۷)

---

[1] الإصابة، ج۵، ص۱۶۲

اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

لیکن بالآخر ازدواجی تعلقات ناکام ہو کر طلاق پر منتج ہوئے۔ [1]

رسول ﷺ کا حضرت زینبؓ سے نکاح

جب طلاق کے بعد حضرت زینبؓ بنت جحش کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ ہی کو پیغامِ نکاح دے کر آپ کے پاس بھیجا۔ جب وہ آپ کے پاس گئے تو اس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی عظمت کی وجہ سے آپ کی طرف نظر اُٹھانا بھی ممکن نہ ہوا، چنانچہ میں نے پلٹ کر منہ پھیرا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نکاح کی بشارت دی تو حضرت زینبؓ نے کہا: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيأً حَتّٰى أَسْتَامِرَ رَبِّي ''میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتی''، ساتھ ہی اُٹھ کر کھڑی ہوئیں اور جائے نماز کی طرف گئیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے مطلع کیا گیا کہ: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾ (الاحزاب ۳۳: ۳۷) ''جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا۔'' اس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ہی آپ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آپ کے مکان پر تشریف لائے اور اجازت طلب کیے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ [2]

یہ نکاح ہجرت کے پانچویں سال اور حضرت اُم سلمہؓ کے نکاح کے بعد ہوا۔ اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر اڑتیس برس تھی۔ [3]

شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ اس ضمن میں ایک لطیف نکتے کی طرف اشارہ کرتے

---

[1] حلیۃ الأولیاء، ج۲، ص۵۲

[2] صحیح مسلم: ۱۴۲۸؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب صلاۃ المرأۃ إذا خطبت واستخارتھا ربھا؛ مسند أحمد: ۱۲۶۱۳

[3] ابن إسحاق، ص ۲۴۴؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص ۳۰۲

ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''حضرت زیدؓ کی اس کام کے لیے تخصیص میں حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ عقد بغیر رضامندی زیدؓ کے بر سبیل قہر و جبر واقع ہوا ہے اور انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ زیدؓ کے دل میں زینبؓ کی کوئی خواہش نہیں ہے اور وہ اس بات سے راضی و خوش ہیں''۔ [1]

ولیمہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کی شادی پر گوشت اور روٹی کا ولیمہ دیا جو مسلمانوں نے سیر ہو کر کھایا۔ [2] مسند کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے کھایا اور بچ بھی گیا۔ [3] دوسری روایات میں کھجور، گھی، ستو، پنیر اور حَیس (کھجور، پنیر اور گھی کا حلوہ) کا ذکر ہے۔ [4] مراد یہ ہے کہ یہ دونوں قسم کی چیزیں دعوتِ ولیمہ میں دستیاب تھیں۔

احکامِ حجاب کی شانِ نزول

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے شادی فرمائی تو لوگوں کو ولیمے کی دعوت دی۔ لوگوں نے آ کر کھانا کھایا اور چلے گئے لیکن تین آدمی بیٹھے تھے اور بات چیت میں لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت انسؓ کو کھانا اُٹھانے کو کہا اور خود بھی اُٹھ کر وہاں سے چلے گئے تا کہ وہ لوگ بھی آپ کو اُٹھتے دیکھ کر چلے جائیں۔ آپ ﷺ نے اُمہات المومنینؓ کے حجروں کا چکر لگایا لیکن جب لوٹ کر آئے تو وہ تین آدمی اب بھی باتیں کر رہے تھے۔ آپ ﷺ وہاں سے دوبارہ واپس چلے گئے۔ اب جب انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوٹ گئے ہیں تو وہ بھی جلدی سے چلے گئے۔ جب آپ ﷺ

---

[1] مدارج النبوۃ، ج۲، ص۵۶۲

[2] الإصابة، ج۵، ص۱۶۲

[3] مسند أحمد: ۱۲۳۴۸

[4] صحيح البخاري: ۵۰۸۵، ۲۸۹۳

کواُن کے جانے کا علم ہوا تو واپس گھر تشریف لائے اور گھر کے سامنے پردہ لٹکایا۔ اسی موقع پر آیاتِ حجاب: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ ...﴾ (الاحزاب ۳۳:۵۳) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو ہاں اگر تمھیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمھاری یہ حرکتیں نبیؐ کو تکلیف دیتی ہیں...'' نازل ہوئیں۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے نکاح ہو جانے پر خوشی کا اظہار

جب حضرت زینبؓ کو معلوم ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آگئی ہیں تو سجدۂ شکر بجالائیں۔ [2] دو ماہ کے نفلی روزے بطور شکرانہ رکھنا اپنے اوپر لازم کیے۔ [3] اور جو زیورات پہنے ہوئی تھیں وہ بھی خوش خبری لانے والے کو دے دیے۔ [4] ممکن ہے کہ آیت کے نزول کے بعد اور رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے ہی کوئی خوش خبری دینے کے لیے آیا ہو۔

آپؓ دیگر ازواج مطہراتؓ کے مقابلے میں اس بات پر فخر کا اظہار کرتی تھیں کہ آپ کا نکاح بذریعہ وحی ہوا ہے۔ صحیح بخاری اور سنن ترمذی میں یہ روایت موجود ہے:

كَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخَرُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ زَوَّجَكُنَّ أَهَالِيكُنَّ، وَزَوَّجَنِيَ اللهُ تَعَالَى مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَوَاتٍ [5]

زینب ازواج رسول کو فخر یہ کہتی تھیں کہ تمھاری شادی تمھارے گھر والوں نے کی ہے اور

---

[1] صحیح البخاری: ۵۴۶۶، ۵۱۶۶، ۴۷۹۴، ۴۷۹۳؛ صحیح مسلم: ۱۴۲۸؛ سنن الترمذی: ۳۲۱۸

[2] زرقانی، ج۴، ص۴۱۱، تہذیب الأسماء، ج۲، ص۳۴۵

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۶

[4] أنساب الأشراف، ج۱، ص۴۳۶

[5] صحیح البخاری: ۷۴۲۰؛ سنن الترمذی: ۳۶۱۳

میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کی ہے۔

اسی سے ملتی جلتی بات امام ابن جریر طبریؒ نے لکھی ہے:

...أَنَا أَكرَمُكُنَّ وَلِيّاً وَأَكرَمُكُنَّ سَفِيراً[1]

وہ دیگر ازواج مطہرات کو فخر سے کہتی تھیں کہ میں تم سے ولی اور سفیر کے لحاظ سے زیادہ معزز ہوں۔

شخصیت

آپ فطرتاً نیک مزاج تھیں۔ بھلائی کے کام آپ کی شخصیت کا لازمی حصہ تھے۔ حضرت عائشہ ؓ آپ کی سوکن تھیں اور ایک سوکن کے حق میں سوکن سے بہتر شہادت کس کی ہوسکتی ہے، وہ فرماتی ہیں:

بارگاہِ نبوی میں وہی میری ہم پلہ تھیں۔ میں نے زینب ؓ سے زیادہ دیندار، متقی، سچ بولنے والی، رشتہ داری کا خیال رکھنے والی، کثرت سے صدقہ دینے والی، اور اپنی جان کو سخت مشقت کے کام میں ڈالنے والی، جس کی کمائی سے وہ صدقہ کرتیں اور قربِ الٰہی حاصل کرتیں، خاتون نہیں دیکھی۔ ہاں، ان میں ذرا مزاج کی تیزی تھی اور وہ بھی جلد ہی زائل ہوجاتی تھی۔[2]

آپ کی دوسری سوکن حضرت اُم سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے آپ ؓ کے پاس آیا کرتے تھے۔ فرماتی ہیں:

كَانَتْ امْرَأَةً صَالِحَةً صَوَّامَةً قَوَّامَةً صُنْعاً تَتَصَدَّقُ بِذَالِكَ كُلِّهُ عَلَى الْمَسَاكِينِ[3]

آپ صالحہ، کثرت سے روزے رکھنے والی، نماز قائم کرنے والی، اور کاریگر خاتون تھیں اور اپنی تمام کمائی مساکین پر خرچ کیا کرتی تھیں۔

---

[1] تاریخ طبری، ج۲، ص۴۱۵

[2] صحیح مسلم: ۲۴۴۲؛ سنن النسائی، کتاب: عشرۃ النساء، باب: حب الرجل بعض نسائہ أکثر من بعض

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۶

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ''وہ صدقہ خیرات کثرت سے کرتی تھیں۔''[۱]

اسی طرح حافظ ذہبیؒ آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَانَتْ مِنْ سَادَةِ النِّسَاءِ وَرَعاً وَدِيناً وَجُوداً وَمَعْرُوفاً[۲]

وہ دینی اُمور، تقویٰ، سخاوت اور نیکی کے کاموں میں خواتین کی سردار تھیں۔

آپؓ کی وفات کے موقع پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ''قابلِ تعریف بے مثال خاتون جو یتیموں اور بیواؤں کی پناہ گاہ تھیں، چل بسی۔''[۳] حضرت عائشہؓ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ ''اللہ تعالیٰ زینبؓ بنت جحش پر رحم فرمائے۔ انھوں نے اُس دنیا میں وہ شرف حاصل کیا، جس کے برابر کوئی دوسرا شرف نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا میں اپنے نبی سے بیاہ دیا اور اُن کے بارے میں قرآن کریم کا ایک حصہ نازل ہوا۔''[۴]

آپؓ کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ''وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی، کثرت سے صدقہ و بھلائی کرنے والی، رشتہ داری کا لحاظ رکھنے والی، اپنے مال کو خرچ کرنے والی اور کھلے ہاتھوں سے صدقہ کرنے والی تھیں۔''[۵]

ہمیشہ کی طرح آج کے دور میں بھی دعوتِ دین کا کام کرنے والی خواتین اگر درج بالا اوصاف سے متصف ہونے میں کامیاب ہوجائیں تو معاشرتی تعمیر واصلاح کی منزل قریب ہوسکتی ہے۔ اس اَمر کی شدید ضرورت ہے کہ زبانی تقریروں کے ساتھ ساتھ عملی دنیا کی اس ضرورت کو بھی توجہ دی جائے تاکہ معاشرے میں دیرپا اور بھرپور مثبت تبدیلی لائی جاسکے۔

---

[۱] البداية والنهاية، ج۳، ص۳۰۹

[۲] سير أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۱۲

[۳] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۰؛ زرقانی، ج۴، ص۴۱۵

[۴] تهذيب الأسماء، ج۲، ص۳۴۵

[۵] الإصابة، ج۵، ص۱۶۰

واقعہٴ اِفک میں مثبت کردار

حضرت عائشہؓ آپؓ کی سوکن تھیں۔ واقعہٴ اِفک کے نازک موقعہ پر آپؓ چاہتیں تو اُن کی پریشانی میں اضافہ کر سکتی تھیں۔ سوکن ہونے کے باوجود دونوں مشترک فکر ونظر اور منزل مقصود کے لحاظ سے ایک تھیں، چنانچہ آپؓ نے اس موقع سے غلط فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ رقابت کا اظہار کرنے کے بجائے رفاقت کا حق ادا کیا جو انتہائی مثبت طرزِ عمل ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس بات کا اعتراف تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زینبؓ بنت جحش سے میرے بارے میں دریافت فرماتے کہ ''زینب! تمھارا کیا خیال ہے؟'' تو وہ فرماتی:

يَا رَسُولَ اللهِ، أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي، وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلاَّ خَيْرًا، قَالَتْ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي، فَعَصَمَهَا اللهُ بِالْوَرَعِ[1]

میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو اُن میں صرف بھلائی ہی جانتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں وہی میرے مقابلے کی تھیں، پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو تقویٰ کی وجہ سے بچایا۔

ایک ہی منزل مقصود کے لیے کام کرنے والی دو سوکنوں کے درمیان خوش گوار تعلقات اور باہمی خیر خواہی کا جذبہ مشترک منزل کی حامل فکری بہنوں کے لیے قابل تقلید اُسوہ ہے۔

اِنفاق فی سبیل اللہ

معاشرے سے غربت کا خاتمہ ہو یا ریاستی دفاع، اجتماعی بہبود ہو یا دعوتی اُمور کی احسن طور پر ادائیگی، ارکان معاشرہ کے جذبہٴ سخاوت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہیں۔ حضرت زینبؓ ویسے تو جملہ دینی اُمور کی پابند تھیں، لیکن انفاق فی سبیل اللہ میں آپ کو خصوصیت حاصل تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

[1] صحیح البخاری: ۲۶۶۱، ۴۱۴۱، ۴۷۵۰؛ صحیح مسلم: ۲۷۷۰؛ سنن الترمذی: ۳۱۸۰

أَسْرَعُكُنَّ لِحَاقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ [۱]

تم میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں۔(حدیث کے ظاہری الفاظ یہ سن کر)ازواج مطہراتؓ اپنے ہاتھ باہم ناپا کرتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ درحقیقت ہم میں سب سے لمبے ہاتھ زینبؓ کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کماتی تھیں اور صدقہ دیا کرتی تھیں۔

ائمۂ سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت زینبؓ کاریگر عورت تھیں، چمڑے کی دباغت اور سلائی کا کام کرتی تھیں اور اس کی آمدنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرتی تھیں۔[۲] تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی اُم المومنین کے لیے اپنے ہاتھ سے کام کرنا عار کی بات تھی ہی نہیں، جو بناوٹ سے پاک سادہ اور فطری طرزِ زندگی کا تقاضا ہے۔

آپ کی کثرتِ انفاق کا یہ عالم تھا کہ جب فوت ہوئیں تو سوائے اپنے گھر کے کوئی مال و دولت ترکے میں نہیں چھوڑا۔ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ حضرت زینبؓ نے ترکے میں کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑے۔اُن کے پاس جو بھی مال آتا، صدقہ کر دیا کرتی تھیں اور وہ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔ترکے میں رہنے کا گھر چھوڑا، جو مسجد نبوی کی توسیع کے لیے ولید بن عبدالملک کو پچاس ہزار درہم میں بیچا گیا جب مسجد نبوی اس مقصد کے لیے گرادی گئی۔[۳]

چونکہ آپ نے اپنے لیے پہلے ہی سے کفن تیار کیا ہوا تھا اس لیے وفات کے وقت فرمایا کہ ”میں نے اپنے لیے کفن تیار کیا ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ عمرؓ بھی میرے لیے کفن بھیجے، اگر وہ بھی بھیج دیں تو دونوں میں سے ایک کو صدقہ کر دینا۔“[۴]

چنانچہ وصیت کے مطابق حضرت حمنہؓ نے وہ کفن جو انھوں نے خود بنایا تھا، صدقہ کر دیا۔

---

[۱] صحیح مسلم: ۲۴۵۲؛ صحیح البخاری: ۱۴۲۰

[۲] الإصابة، ج۸، ص۱۶۱؛ أُسد الغابة، ج۷، ص۱۲۷

[۳] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۲

[۴] أیضاً

اِستغنا

آپؓ کا دل دنیوی مال و دولت کی محبت سے بالکل پاک تھا۔ زہد اور خودداری کی وجہ سے سرکاری مدد قبول کرنے میں بھی پس و پیش کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ پہلے تو کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی تھی اور اگر پھر بھی آ جاتی تو فوراً صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضرت برّہؒ بنت رافع سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ کا سالانہ نفقہ نکال کر آپ کو بھیجا تو آپؓ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ، غَيْرِي مِنْ أَخَوَاتِي أَقْوىٰ عَلىٰ قِسْمَةِ هٰذَا مِنِّي... [1]

اللہ عمر پر رحم کرے، میری دوسری بہنوں کو میری نسبت اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ لوگوں نے کہا یہ آپؓ ہی کا حق ہے۔ آپؓ نے سبحان اللہ کہہ کر مال پر کپڑا ڈالنے کو کہا اور نام لے لے کر اپنے رشتہ داروں اور یتیموں کے پاس بھجوا کر تقسیم کرتی رہیں یہاں تک کہ میں (برّۃ بنت رافع) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کی بخشش فرمائے، ہمارا بھی اس مال میں حق ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا۔ کپڑے کے نیچے جو بھی ہے وہ تم لے جاؤ۔ جب دیکھا تو پچاسی درہم نکلے۔ اس کے بعد آپؓ نے دعا کی: یا اللہ! آئندہ مجھے عمرؓ کے عطیوں کے لیے زندہ باقی نہ چھوڑنا۔ دعا قبول ہوگئی اور اسی سال وفات پا گئیں۔

زُرقانیؒ اور ابن سعدؒ نے دوسری روایت میں اس موقع پر زیادہ صراحت کے ساتھ یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِي هٰذَا الْمَالُ قَابِلًا فَإِنَّهُ فِتْنَةٌ... [2]

یا اللہ! مجھے اس مال کے لیے آئندہ سال باقی نہ چھوڑ، کیونکہ یہ فتنہ ہے۔

جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ حضرت زینبؓ نے سارا مال صدقہ کر دیا ہے تو فرمایا کہ ''یہ خاتون مزید بھلائی کی مستحق ہیں۔'' اور ساتھ ہی خرچے کے لیے ایک ہزار درہم بھیجے لیکن آپ نے وہ بھی اسی طرح صدقہ کر کے تقسیم کر دیے۔ آپؓ نے سرکاری گرانٹ صرف

---

[1] الإصابة، ج۸، ص۱۶۲؛ حِلية الأولياء، ج۲، ص۵۴؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۰۰

[2] زرقاني، ج۴، ص۴۱۴۔۴۱۵؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۰۰

یہی ایک سال لیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

مسلمانوں کی اِصلاح وتربیت

آپ کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور مزاج سے بخوبی آگاہی حاصل تھی اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اس کا بھرپور طریقے سے استعمال کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور فضل بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ اُن کو بھی عامل مقرر کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کی درخواست سن کر کچھ زیادہ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ چونکہ آپ کو مزاج نبوت سے بخوبی واقفیت حاصل تھی، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کو سمجھ گئیں چنانچہ پردے کے پیچھے سے عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور فضل بن عباسؓ کو اشارۃً منع کیا کہ اس کے بارے میں بات چیت نہ کریں۔[1] مراد یہ تھی عامل بننے کی درخواست نہ کریں کیونکہ رسول ﷺ عہدے مانگنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

خُشوع

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین کے درمیان مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت زینبؓ نے اس میں کوئی بات کی تو حضرت عمرؓ نے اُن کو ڈانٹا۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا: ”عمر! اُن سے اعراض کیجیے، یہ ”أواہ“ ہے۔“

کسی نے پوچھا: ”یارسول اللہ! ”أَوَّاهٌ“ کس کو کہتے ہے؟“ تو آپؐ نے فرمایا:

اَلْمُتَخَشِّعُ الْمُتَضَرِّعُ[2]

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی، گڑگڑانے والی۔

اللہ تعالیٰ کا خوف ہی وہ خاص صفت ہے جو انسان کو ہر وقت اور ہر جگہ درست طرزِ عمل اختیار کرنے پر آمادہ رکھتی ہے۔ اسی لیے اس کو حکمت و دانائی کا اساس قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۱۰۷۲؛ سنن أبي داود: ۲۹۸۵؛ مسند أحمد: ۱۷۰۶۵

[2] الاصابة، ج۸، ص ۱۶۲؛ أسد الغابة، ج۷، ص۱۲۸؛ زرقانی، ج۴، ص ۴۱۴

دعوت واصلاح کا کام کرنے والوں کے لیے یہ سب سے مضبوط ہتھیار رہے۔

حکمِ رسول پر عمل کرنے کا التزام

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا جذبہ اتنا غالب تھا کہ اس کے مقابلے میں اور کوئی خواہش، محبت یا جذبہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت زینبؓ بنت جحش کا بھائی فوت ہوگیا تو میں آپ سے ملنے گئی۔ (تین دن کے بعد) آپ نے خوشبو منگوائی اور لگا کر فرمایا کہ:

...لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا[1]

مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں یہ اس لیے کر رہی ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے کہ کوئی عورت جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے شوہر کے کیونکہ اس کا سوگ چار مہینے اور دس دن ہے۔

اِطاعت کی ایک اعلیٰ مثال ہونے کے ساتھ ساتھ یہ حکمِ رسول کی طرف عمل کے ذریعے دعوت بھی ہے۔ دعوت دین کا کام کرنے والے لوگ اگر اپنی زبان پر اپنے کردار و عمل کو بھی گواہ بنانے میں کامیاب ہوجائیں تو دُوررَس نتائج حاصل ہوں گے۔

اطاعت کی ایک دوسری تصویر حضرت ابو ہریرہؓ یوں پیش فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہراتؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ حج کرلو پھر گھروں کو لازم پکڑلو۔'' حضرت زینبؓ بنت جحش اور حضرت سودہؓ کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات پھر بھی حج کرتی رہیں (کیونکہ وہ اس حکم کو دینی اُمور سے متعلق نہیں سمجھتی تھیں) لیکن (اِن دونوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ) وہ کہا کرتی تھیں:

---

[1] صحیح البخاری: ۱۲۸۲؛ الموطأ، کتاب الطلاق، باب: ما جاء في الإحداد

وَاللهِ لَا تُحْرِّ كُنَا دَابَّةٌ بَعْدَ مَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن لیا ہے اس کے بعد ہم کبھی سواری پر بھی نہیں بیٹھیں گی۔

عبادات سے شغف

نفلی عبادات قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ روزِ قیامت یہ فرائض میں کوتاہی کا ازالہ کریں گی۔ نوافل کی اس قدر کثرت کہ جسم و جان کے فطری تقاضے نظر انداز ہو جائیں، اسلام اس سے منع کرتا ہے۔ آپؓ عبادات خصوصاً نفلی نمازیں کثرت سے پڑھا کرتی تھیں۔ آپ کا یہ جذبہ قابل قدر ہونے کے باوجود اسلام کی متوازن تعلیمات سے تجاوز پر مبنی تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصلاح فرمائی۔

صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان تنی ہوئی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ ''یہ رسی کس لیے ہے؟'' بتایا گیا کہ ''یہ حضرت زینبؓ کی رسی ہے جب نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں''۔ (اور نماز موقوف نہیں کرتیں)۔ آپؐ نے فرمایا:

لَا، حُلُّوهُ، لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ [2]

نہیں، اس کو کھولو، تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز پڑھے جب تک طبیعت تر و تازہ ہو اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

سنن ابوداؤد کی روایت میں حضرت زینبؓ کے ساتھ حضرت حمنہؓ بنت جحش کا بھی ذکر ہے۔[3]

---

[1] مسند أحمد: ۲۶۲۱۱؛ أسد الغابة، ج۷، ص۱۲۷

[2] صحيح البخاري: ۱۱۵۰؛ صحيح مسلم: ۷۸۴؛ ابن ماجه: ۱۳۷۱

[3] سنن أبي داود: ۱۳۱۲

حضرت زینبؓ کی امتیازی خصوصیات

حضرت زینبؓ بنت جحش کی کچھ امتیازی خصوصیات ایسی تھیں جن کی وجہ سے وہ دوسری ازواج مطہراتؓ پر فخر کا اظہار کرتی تھیں۔

(۱) آپؓ کا نکاح سات آسمانوں کے اوپر بذریعۂ وحی اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ سے کر دیا تھا۔

(۲) آپؓ کے بارے میں قرآن کریم کا ایک حصہ نازل ہوا، جو مسلمان بغیر تغیّر و تبدل کے پڑھتے ہیں۔

(۳) آپؓ کی وجہ سے اللہ تعالی نے حجاب، آیت تحریم اور دوسرے معاشرتی آداب کے احکام نازل فرمائے۔

(۴) آپؓ کی شادی پر رسول اللہ ﷺ نے شاندار ولیمہ دیا، جس میں روٹی اور گوشت تھا۔

(۵) آپؓ کے حضرت زیدؓ (جو ایک آزاد کردہ غلام تھے) سے نکاح کے ذریعے مساوات اسلامی کا عملی نمونہ قائم کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا شاندار مظاہرہ۔

(۶) حضرت زیدؓ رسول ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اور جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کی مطلَقہ سے نکاح جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بذریعۂ وحی رسول اللہ ﷺ سے آپ کا نکاح کر کے اس باطل رسم کی بیخ کنی کی۔

(۷) حکم نازل ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کے برابر نہیں ہو سکتا اس لیے آئندہ ان کو اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔

خدماتِ حدیث

آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔[۱] آپ کے مستفیدین میں محمد بن عبداللہ بن

---

[۱] جوامع السيرة، ص۲۸۵؛ سير أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۱۸

جحش ،کلثوم بن المصطلق ،زینب بنت ابی سلمہ اوراُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ [1]

وصیت

وفات سے قبل آپؓ نے وصیت کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے تابوت پر اُٹھایا جائے۔آپؓ سے قبل حضرت ابوبکرؓ کو تابوت نبوی پر اٹھایا گیا تھا۔ [2]

وفات

حضرت زینبؓ بیس ہجری کو مدینہ میں ترپن سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔اس حساب سے شادی کے وقت آپ کی عمر اڑتیس سال بنتی ہے۔آپؓ نے ازواج مطہراتؓ میں سب سے پہلے وفات پائی۔ازواج مطہراتؓ ہی نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جہاں آپ کی قبر کھودی جارہی تھی،خیمہ لگوایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے ازواجِ مطہراتؓ سے دریافت کرایا کہ حضرت زینبؓ کی میت کو قبر میں کون اُتارے گا؟ انھوں نے کہا کہ جو زندگی میں ان کو دیکھتے تھے یعنی رشتہ دار۔اس طرح عمر بن محمد بن عبداللہ بن جحش،اسامہ بن زید،عبداللہ بن ابی احمد بن جحش اور محمد بن طلحہ نے آپؓ کو قبر میں اُتارا اور بقیع کی قبرستان میں دفن کیا۔ آپؓ کی میت کو باپردہ تابوت پر اٹھایا گیا۔ [3]

نکاح کی حکمت

رسول اللہ ﷺ ایک مثالی داعی اور مصلح تھے۔آپ کسی بھی موقع سے اپنے مشن کے لیے بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے۔آپ شادی میں بھی جاہلانہ رسوم کی اصلاح اور

---

[1] تہذیب التہذیب، ج۱۲،ص۴۲۱

[2] المستدرک:۶۷۷۵؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۹۹

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۳۰۱۔۳۰۲؛ زرقانی، ج۴،ص۴۱۵؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۳،ص۳۰۹

تحریکِ اسلامی کا مفاد پیش نظر فرماتے تھے۔ محترم نعیم صدیقی رحمہ اللہ اس نکاح کی حکمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

بسا اوقات اِزدِواجی روابط میں حضور ﷺ کو دوسرے فریق کی تالیفِ قلب کا غیر معمولی اہتمام بھی کرنا پڑا۔ مثلاً اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کا نکاح خود آپ ﷺ ہی نے بہ اصرار زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ سے کیا تھا اور مقصود یہ تھا کہ خاندانی امتیازات کی تنگ حد بندیاں ٹوٹ جائیں۔ نکاح بد قسمتی سے ناکام ہو گیا اور نوبت طلاق تک پہنچی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دل شکستگی ظاہر ہے اور حضور ﷺ اس میں اپنی بھی ذمہ داری محسوس کرتے ہوں گے۔ اپنے نکاح میں لے کر بہترین شکل میں تلافی فرما سکتے تھے۔ مگر جاہلیت کی ایک اور غلط روایت حائل تھی۔ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو آپ ﷺ نے منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا اور رواجاً ایسی صورت میں باپ بیٹے کے حقوق ہر معاملے میں آڑے آتے تھے۔ اس رِیت کو خداوند تعالیٰ نے توڑ دیا۔ اور بہ اذن خاص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا۔ [1]

اس طرح اس نکاح سے ہمہ جہت قسم کے معاشرتی اور دعوتی فوائد حاصل ہوئے۔

اُم المومنین حضرت جُویریہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ

قبیلہ: بنوخزاعہ کے خاندان بنوالمصطلق سے تعلق تھا۔

نکاحِ سابق: رسول اللہ ﷺ سے شادی سے قبل آپ اپنے چچا زاد مسافع بن صفوان ذی الشفر یا مالک بن صفوان بن تولب ذی الشفر کے نکاح میں تھیں جو پانچ ہجری میں غزوۂ مُریسع میں قتل ہوا۔ [2]

---

[1] محسن انسانیت، ص ۵۱۷

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۴، ص۲۸۲

نام کی تبدیلی: حضرت جویریہؓ کا نام برّہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا۔ آپ ﷺ اس کو ناپسند فرماتے تھے اگر کوئی کہتا کہ آپ برہ کے ہاں سے تشریف لائے ہیں۔[1] کیونکہ اس میں خودستائی کا پہلو تھا اور قرآن کریم میں اس سے منع کیا گیا ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ...﴾ (النجم ۵۳:۳۲) ''پس اپنے نفس کی پاکی کے دعوے نہ کرو، وہی بہتر جانتا ہے کہ واقعی متقی کون ہے۔''[2] اسلام نے تو بامقصد لوگوں کو خودستائی نہیں بلکہ عاجزی کی تعلیم دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے نکاح

غزوۂ مُریسیع (٦ھ) کے موقع پر جب بنوالمصطلق کو شکست ہوئی تو اسیرانِ جنگ میں حضرت جویریہؓ بنت الحارث بھی آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب غلام لونڈی تقسیم فرما دیے تو آپؓ حضرت ثابتؓ بن قیس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں آئیں۔ چونکہ آپ طبعاً خوددار اور نسلاً شریف زادی تھیں اس لیے اپنی آزادی کے لیے آقا سے نو اوقیہ (ایک اوقیہ =۲۹.۷۵ گرام) سونے کی ادائیگی پر آزاد کرنے کا معاملہ کرلیا۔ حضرت جویریہؓ کے پاس مطلوبہ مال نہیں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدد طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئیں اور درج ذیل گفتگو کی:

یارسول اللہ! میں سردارِ قبیلہ کی بیٹی ہُوں اور مجھ پر جو گزرا ہے اس سے آپ واقف ہیں، میں ثابتؓ بن قیس (یا اس کے چچازاد بھائی) کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے اُن سے اپنے لیے مال کی ادائیگی پر آزادی کا معاملہ کرلیا ہے۔ پس آپ میری آزادی میں میری مدد کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں ہے؟ آپؓ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: میں تمھاری طرف سے زرِ کتابت ادا

---

[1] صحیح مسلم: ۲۱۴۰؛ سنن أبی داود: ۱۵۰۳
[2] صحابیات، ص ۹۵

کردوں اور تم سے نکاح کرلوں۔ آپؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: مجھے منظور ہے آپ ایسا کرلیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی رضامندی پاکر زرِ کتابت ادا کردی اور نکاح فرمالیا۔ جب صحابہؓ کو پتہ چلا تو انھوں نے بھی اپنے اپنے حصے کے غلام اور لونڈیوں کو آزاد کردیا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ اس لیے اُن کو اب غلام نہیں رکھا جاسکتا۔ [1]

ابن اسحاقؒ کے مطابق یہ نکاح حضرت زینبؓ بنت جحش کے نکاح کے بعد ہوا۔ [2]

دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ کے والد نے مدینہ آکر اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو ان کے حوالے کردیا۔ آپؓ نے بھی اسلام قبول کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اُن کے والد کو پیغامِ نکاح دیا اور اس نے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے چار سو درہم مہر ادا کرکے نکاح کرلیا۔ [3]

قرائن سے موخر الذکر روایت کی تصدیق نہیں ہوتی، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اختیار دیا اور آپؓ نے اپنی مرضی سے رسول اللہ ﷺ کو اختیار کیا تو آپ کے والد نے اس پر بجائے رضامندی کے اپنی برہمی کا اظہار کیا تھا۔ اس لیے اس کے مقابلے میں پہلی روایت ہی درست ہے۔

باپ پر رسول ﷺ کو ترجیح

آپ ایک ہی ملاقات میں رسول اللہ ﷺ کے حسن سلوک سے اتنی متاثر ہوئیں کہ ماں باپ کے پاس اور قبیلے میں جانے کے مقابلے میں بارگاہِ نبوی میں رہنے کو ترجیح دی۔ نبوی کردار کی یہ مقناطیسیت داعیان دین کے لیے رول ماڈل ہے۔

---

[1] مسند أحمد: ۲۵۸۳۳؛ سنن أبي داود،: ۳۹۳۱؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۳۔۳۰۴؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۶۴

[2] ابن إسحاق، ص۲۴۵

[3] ابن هشام، ج۲، ص۶۴۶؛ السیرة الحلبیة، ج۲، ص۷۳

ابو قِلا بہؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت جویریہؓ قید کی گئیں تو ان کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

(میں معزز آدمی ہوں)، میری بیٹی کی طرح شریف زادیاں قید نہیں کی جاتیں اس لیے اس کو چھوڑ دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے اگر میں اس کو اختیار دے دوں تو میرا یہ کام اچھا نہیں ہوگا؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی بیٹی حضرت جویریہؓ کے پاس آیا اور کہا: اس آدمی نے تمھیں اختیار دیا ہے، لہٰذا اس (اس کے پاس رہ کر) مجھے رسوا نہ کرو۔ لیکن حضرت جویریہؓ (کسی طرح آپ کی غلامی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوئیں۔ اس لیے باپ کی فرمائش کو ٹھکرا کر) فرمایا: **فَإِنِّي أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ**... [1] ''میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چنتی ہوں۔'' باپ چونکہ نورِ ایمان سے محروم تھا اس لیے افسوس سے کہا: اللہ کی قسم! تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔

قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ زرِ کتابت کی ادائیگی کے بعد اور نکاح سے پہلے پیش آیا ہوگا۔

خواب کے ذریعے حرم نبوی بننے کی بشارت

روایات میں آپؓ کے ایک خواب کا تذکرہ آتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عالمِ غیب سے آپ کو پہلے ہی سے اشارے سے بتا دیا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ آپ سے شادی کریں گے۔ حضرت جویریہؓ خود فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب کے قریب آیا یہاں تک کہ میری گود میں آ گرا، لیکن میں نے خواب کا حال لوگوں کو بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر جب (مسلمانوں نے حملہ کر کے) ہمیں قید کیا تو میں اُمید کرنے لگی کہ اب شاید خواب کی تعبیر عملی شکل اختیار کر لے گی۔ چنانچہ آپؐ نے مجھے آزاد فرمایا اور مجھ سے شادی فرمائی۔ [2]

---

[1] سیر أعلام النبلاء، ج۲،ص۲۶۳؛ تهذيب التهذيب، ج۱۲،ص۴۰۷؛ زرقانی، ج۴،ص۴۲۷

[2] المستدرك :۶۷۸۱؛ السيرة الحلبية، ج۲،ص۷۵

حُسنِ ظاہری

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معنوی اور ظاہری حسن دونوں سے نوازا تھا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

كَانَتِ امْرَأَةً حُلْوَةً مُلَاحَةً لَا يَرَاهَا أَحَدٌ إِلَّا أَخَذَتْ بِنَفْسِهِ [1]

وہ خوبصورت اور جاذبِ نظر خاتون تھیں جو بھی انھیں دیکھتا اس کے دل میں گھر کر لیتی تھیں۔

مبارک ترین خاتون

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہؓ کو آزاد کر کے نکاح فرمایا اور یہ بات لوگوں میں پھیل گئی تو اس کی برکت سے دیگر قیدیوں کو بھی آزادی نصیب ہوئی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

(جویریہؓ کے نکاح کے بعد) لوگوں نے (دیگر قیدیوں کے بارے میں جو اس جنگ میں قید ہو کر تقسیم ہو چکے تھے) کہا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہو گئے ہیں (اب یہ کیسے غلام رہ سکتے ہیں؟) چنانچہ بنوالمصطلق کے جتنے لوگ بھی ان کے پاس قید تھے، سب کو آزاد کر دیا۔آپؓ سے شادی کی وجہ سے آزاد کیے گئے غلاموں اور لونڈیوں کی تعداد سو تک تھی۔

فَمَا أَعْلَمُ امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهَا عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا [2]

میں آپؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے زیادہ باعثِ برکت کسی خاتون کو نہیں جانتی۔

ذکرِ اِلٰہی سے شغف

عبادت بندگی کا اقرار اور اعلان ہے۔اس کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہونے سے ہے۔یہ اپنے رب سے تعلق استوار کرنے اور مستحکم رکھنے کا

---

[1] مسند أحمد:٢٥٨٣٣؛ سنن أبي داود:٣٩٣١

[2] الاستيعاب، ج٤،ص٢٦٠؛ سيرة ابن هشام ج٢،ص٢٩٥؛ البداية والنهاية، ج٣،ص٣٢٣

واحد ذریعہ ہے۔ ذکر واذکار عبادت کی ایک اہم قسم ہے۔ یہ دِلوں کی زندگی اور ایمان کی تقویت کا مؤثر ذریعہ ہے۔ حضرت جویریہؓ کو اذکار ومناجات سے فطری شغف تھا۔ آپؓ کے دن رات کا اکثر حصہ ذکرِ الٰہی میں گزرتا تھا۔

ایک دفعہ صبح کی نماز کے بعد آپؓ جائے نماز پر بیٹھی ذکر کر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ آپؓ کے پاس آئے اور آپ کو دیکھ کر چلے گئے۔ جب لوٹ کر دوبارہ دوپہر کو تشریف لے آئے اور آپؓ پھر بھی ذکر کر رہی تھیں تو فرمایا:

صبح سے اس حال میں (ذکر کر رہی) ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمھیں وہ کلمات نہ سکھاؤں، اگر تم وہ پڑھو تو تمھیں اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا؟ وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ [1]

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ''گویا مقصودِ اصلی، اس کیفیت کی تعلیم فرمانا تھا کہ وہ اپنے ذکر میں اسے بھی شامل کرلیں اور اس پر خبردار کرنا تھا کہ ان کلمات کی کیفیت یہ ہے کہ اس کی کمیت [مقدار] پر اس کا مدلول [جس کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے] زیادہ ہے جو جویریہؓ نے اب تک پڑھا ہے ورنہ اس میں شک نہیں ہے کہ عمل کا ثواب بقدر مشقت ہے''۔ [2]

خدماتِ حدیث

حضرت جویریہؓ کو روایت حدیث کی سعادت حاصل ہے۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سات احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں۔ [3] آپؓ کے تلامذہ میں درج ذیل صحابہ کرامؓ

[1] سنن الترمذی: ۳۵۵۵؛ سنن ابن ماجه: ۳۸۰۸؛ مسند أحمد: ۲۶۸۷۵

[2] مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۵۶۴

[3] تهذيب الأسماء واللغات، ج ۲، ص ۳۳۷

اور تابعینؒ شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، ابوایوب العتکی، عبید بن السباق، طفیل (حضرت جویریہؓ کے بھانجے)[1] مجاہد بن جبر، کریب، کلثوم بن المصطلق، عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔[2]

وفات

حافظ ابن حجرؒ اور ابن سعدؒ کی ایک روایت کے مطابق آپ نے ماہ ربیع الاول ۵۶ھ میں حضرت معاویہؓ کے دورِ امارت میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ نماز جنازہ والی مدینہ مروان بن الحکم نے پڑھائی۔ آپ مدینہ میں جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔[3] جبکہ زُرقانیؒ اور ابن سعدؒ کی ایک دوسری روایت کے مطابق شادی کے وقت [۵ھ میں] آپ کی عمر بیس برس تھی اس طرح پینسٹھ سال کی عمر میں سن وفات ۵۰ھ بنتا ہے۔[4] عصر حاضر کے سیرت نگاروں شبلی نعمانیؒ اور طالب ہاشمیؒ نے بھی سن وفات ۵۰ھ لکھا ہے۔[5] اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

نکاحِ جویریہؓ کے فوائد

رسول اللہ ﷺ نے متعدد نکاح فرمائے ہیں۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے ایک چالیس سالہ بیوہ سے پہلا نکاح فرمایا۔ آپ نے بقیہ نکاح پچاس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد فرمائے۔ حضرت عائشہؓ کے علاوہ آپ کی تمام ازواج پہلے بیوائیں تھیں۔ آپ کے متعدد نکاحوں میں نفسانی خواہشات کا ادنیٰ شائبہ تک نہیں تھا۔ کوئی معقول آدمی بوڑھاپے میں

---

[1] الإصابة، ج۵، ص۱۶۶

[2] تهذيب التهذيب، ج۱۲، ص۴۰۷

[3] الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۰۵؛ الإصابة، ج۵، ص۱۶۵

[4] زرقانی، ج۴، ص۴۲۸؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۰۵

[5] سیرۃ النبی ﷺ، ج۲، ص۵۱۱؛ تذکار صحابیاتؓ، ص۹۶

نکاحوں اور وہ بھی بیواؤں سے، کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مستشرقین تعصب میں اندھے ہو کر جو الزامات لگاتے ہیں، ان کی کوئی علمی بنیاد موجود نہیں ہے۔ آپ نے متعدد نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی سے کیے اور اُن سے بھرپور دعوتی، اصلاحی اور تحریکی فوائد حاصل کیے۔

محترم نعیم صدیقیؒ حضرت جویریہؓ سے نکاح کے فوائد کے ضمن میں لکھتے ہیں:

یہ بنو مصطلق کے قبیلے کی خاتون ہیں۔ پورا قبیلہ نہایت طاقتور تھا اور ڈاکہ زنی اور لوٹ مار میں معروف۔ خود حضرت جویریہؓ کا والد نامی گرامی رہزن تھا۔ اسلامی حکومت سے اس قبیلے نے شروع ہی سے سخت عداوت اختیار کی۔ یہ نظم [discipline] کو قبول کرنے پر تیار تھے، نہ معاہدانہ روابط کے لیے آمادہ۔ بلکہ مخالفت کے ہر محاذ پر موجود۔ آخر اس قبیلہ کو فوجی طاقت سے دبا دیا گیا۔ حضرت جویریہؓ قیدیوں میں آئیں۔ حضور ﷺ سے ان کا نکاح ہوا تو جماعت کے لوگوں نے پورے قبیلے کے قیدیوں کو رہا کر دیا کہ یہ لوگ رسول خدا کے سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں اس لیے اب ہم ان کو قید میں نہیں رکھ سکتے۔ اس نکاح کی برکت دیکھیے کہ پورا قبیلہ رہزنی چھوڑ کر امن پسند مطیع نظام بن گیا۔ اب مدینہ کی حکومت کا قائد اُن کا عزیز تھا۔ [1]

معروف محقق ڈاکٹر محمد حمیدؒ اللہ لکھتے ہیں کہ اس عقد کے ساتھ اسلامی مملکت کی سرحد مکے کی سمت کوئی سو میل آگے بڑھ گئی۔ [2]

اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: رملہ بنت ابی سفیان، صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس

کنیت: اپنی بیٹی حبیبہ بنت عبید اللہ بن جحش کے نام پر کنیت اُم حبیبہ قرار پائی۔

[1] محسن انسانیت، ص ۵۱۵

[2] رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۳۱۷

رشتہ داری: حضرت امیر معاویہؓ کی بہن اور حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ماں کا نام صفیہ بنت ابی العاصبن امیہ تھا۔

قبیلہ: قریش کے خاندان بنواُمیہ سے تعلق تھا۔

قبول اسلام: حضرت اُم حبیبہؓ نے آغازِ اسلام ہی میں رسول اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا اور ہجرتِ حبشہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل کیا۔

نکاح سابق: عبیداللہ بن جحش سے شادی ہوئی اور اس کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبیداللہ نے وہاں جا کر مرتد ہو کر عیسائیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا لیکن حضرت اُم حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔[1] دیارِ غیر میں ایک عورت کے لیے یقیناً یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔

اسلام پر ثابت قدمی

حضرت اُم حبیبہؓ کے پہلے شوہر عبیداللہ بن نے حبشہ جا کر عیسائیت اختیار کی۔ ایک رات حضرت اُم حبیبہؓ نے اس کو خواب میں بہت بدنما صورت میں دیکھا تو گھبرائیں اور دل میں کہنے لگی کہ یقیناً اس کی حالت اب خراب نظر آ رہی ہے۔ جب صبح ہوئی تو عبیداللہ اُن سے کہنے لگا:

> اُم حبیبہ! میں نے دین کے معاملے میں بہت غور وخوض کیا تو عیسائیت سے بہتر کسی دین کو نہیں پایا، اس لیے میں نے عیسائیت اختیار کر لی ہے۔[2] آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اس میں تمھارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر تنبیہ کے طور پر اُسے اپنے خواب کا حال بتایا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا اور شراب خوری کے عالم میں حالتِ کفر میں مر گیا۔ لیکن خود حضرت اُم حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔......[3]

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۳؛ الاستیعاب، ج۴، ص۱۹۲۹

[2] گویا وہ حضرت اُم حبیبہ کو بھی دعوت دے رہا تھا لیکن آپ نے اپنی فراستِ ایمانی کا مظاہرہ کر کے اس کی دعوت کو رد کیا۔

[3] المستدرك: ۶۷۷۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۲-۲۹۳؛ السیرۃ الحلبیة، ج۲، ص۳۲۲

رسول اللہ ﷺ سے نکاح

دیارِ غیر میں شوہر کے ارتداد اور وفات کا صدمہ سہہ کر ایک رات آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کو اُم المومنین کہہ کر پکارا۔ آپ نے اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ شادی کرنے والے ہیں۔ یہ خواب اس نازک موقع پر آپ کے لیے سکونِ خاطر کا ذریعہ ثابت ہوا۔

عدّت سے فراغت کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن اُمیہ ضمری کو نجاشی کے پاس آپ سے نکاح کرنے کی غرض سے بھیجا۔ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اپنی لونڈی اَبرہہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ سے نکاح کی بشارت پہنچا دے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابرہہ کی زبانی نکاح کی بشارت سن کر بے حد خوش ہوئیں اور اس کو بے شمار انعامات سے نوازا۔

آپ کی رضامندی سے حضرت سعیدؓ بن العاص آپ کی طرف سے وکیل مقرر ہوئے اور شاہِ نجاشی کے دربار میں رسمِ نکاح ادا ہوئی۔ نکاح کی تقریب میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور دیگر مسلمان شریک ہوئے۔ نجاشی نے خطبۂ نکاح پڑھا اور چار سو دینار بطور مہر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ادا کیے۔ اور شرکا کو ولیمے کا کھانا کھلایا۔ اس کے بعد نجاشی نے بہت سے تحائف کے ساتھ آپ کو حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجا۔ یہ چھے یا سات ہجری کا واقعہ ہے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ سے شادی پر خوشی کا اظہار

حضرت اُم حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نکاح کی بشارت سن کر اتنی خوشی ہو

---

[1] المستدرك: ٦٧٧٠؛ الطبقات الكبرىٰ، ج٨، ص٢٩٣ ـ ٢٩٤؛ أسد الغابة، ج٧، ص٣٠٣؛ البداية والنهاية، ج٣، ص٣٠٣ ـ ٣٠٤؛ ابن إسحاق، ص٢٤١

ئیں کہ ابرہہ کو دعا دی اور ساتھ ہی اُن کو چاندی کے دو کنگن، دو انگوٹھیاں اور پازیب عطا کیے۔ مہر کی رقم ہاتھ آئی تو ابرہہ کو مخاطب کر کے کہا:

خوشخبری کے دن جو کچھ آپ کو دیا تھا، اس وقت اس کے سوا ہاتھ میں کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا، اب یہ پچاس مثقال[1] قبول کرلو اور ان سے اپنی ضروریات پوری کرو۔ چونکہ وہ مسلمان ہوچکی تھیں اس لیے انھوں نے مزید رقم لینے سے انکار کیا۔ بادشاہ کی طرف سے بھی یہی ہدایت تھی۔

ابرہہ نے اس موقع پر گزارش کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے میرا اسلام عرض کیجیے۔[2]

مشرک باپ کو بسترِ نبوت پر بیٹھنے سے منع کرنا

حضرت اُم حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے مقابلے میں کسی بھی رشتے کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے آپ کا باپ ابوسفیان صلح حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ آیا تو آپ کے گھر بھی آیا اور رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا۔ جب آپ نے دیکھا تو بسترِ نبوی پر اس کے بیٹھنے کو رسول اللہ ﷺ کے ادب کے خلاف سمجھا اور فوراً بستر پلٹ دیا تاکہ وہ بیٹھ نہ سکے۔ اس نے ناراض ہو کر کہا:

بیٹی! مجھے معلوم نہیں ہے کہ تجھے میں زیادہ عزیز ہوں یا یہ بستر؟ آپ نے (اسلام کے مقابلے میں مشرک باپ کی پرواہ کیے بغیر یہ ایمان افروز) جواب دے کر کہا:

بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ نَجِسٌ وَلَمْ أُحِبَّ أَنْ تَجْلِسَ عَلَى فِرَاشِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[3]

بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور ناپاک ہو، اس لیے میں نہیں چاہتی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس موقع پر اپنے باپ کو مزید کہا:

---

[1] ایک مثقال کا وزن ۴.۶ گرام کے برابر ہوتا ہے۔

[2] المستدرک: ۶۷۷۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۳؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۹۵

[3] ابن هشام، ج۲، ص۳۹۶؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۳۲۶؛ البدایة والنهایة، ج۳، ص۴۷۳

هَدَانِي اللهُ لِلْإِسْلَامِ وَأَنْتَ يَا أَبَتِ سَيِّدُ قُرَيْشٍ وَكَبِيرُهَا، كَيْفَ يَسْقُطُ عَنْكَ الدُّخُولُ فِي الْإِسْلَامِ ... [1]

میرے ابا! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے اور آپ قریش کے سردار اور بزرگ ہوکر کیونکر اسلام سے محروم رہ گئے ہو اور آپ پتھر کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔

مراد یہ تھی کہ اس کا یہ طرزِ عمل ایک سردار کی عقل و دانش سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔

ابوسفیان نے یہ سن کر کہا: تم بھی عجیب بات کر رہی ہو، کیا میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) کی اطاعت کرلوں؟ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ [2]

اپنے عملی مظاہرے سے غلط رُسوم کی اصلاح

غم کا موقع ہوتا یا خوشی کا، حضرت اُم حبیبہؓ کی ترجیحِ اول رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہوتی تھی۔ جب شام سے آپ کے والد حضرت ابوسفیانؓ کی وفات کی خبر آئی تو تین دن کے بعد آپؓ نے خوشبو منگوا کر ہاتھوں اور رخساروں پر لگائی، پھر فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ، فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا [3]

کسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، کہ اپنی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کے، جس کا سوگ چار مہینے دس دن ہے۔

حکمِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کا التزام

آپ انتہائی سنجیدگی سے رسول اللہ ﷺ کے فرامین پر عمل کرتی تھیں۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

[1] کتاب المغازی، ج۲، ص۷۹۳

[2] تاریخ مدینة دمشق، (تراجم النساء)، ج۶۹، ص۱۵۱

[3] صحیح البخاری: ۱۲۸۰، ۵۳۳۴؛ صحیح مسلم: ۱۴۸۶؛ سنن الترمذی: ۱۱۹۵؛ سنن أبی داد: ۲۲۹۹

مَنْ صَلَّى اثْنَتَى عَشْرَةَ رَكْعَةً فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ...[۱]
جو شخص دن رات میں (فرض نماز کے علاوہ) بارہ رکعت نماز پڑھے گا، اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ حضرت اُم حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے میں نے کبھی یہ بارہ رکعتیں نہیں چھوڑیں۔

اپنی بہن کے لیے بھی بھلائی کی خواہش

رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہونا بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس لیے حضرت اُم حبیبہؓ کی خواہش تھی کہ آپؓ کی بہن (عزہ یا حمنہ) بھی اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوجائے۔ حضرت زینبؓ بنت ابی سلمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ کا رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں درج ذیل مکالمہ ہوا:

یا رسول اللہؐ! میری بہن جو ابوسفیان کی بیٹی ہے، سے نکاح کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمھیں یہ پسند ہے؟ آپ نے کہا: یا رسول اللہؐ! ہاں، مجھے یہ پسند ہے، میں بھی آپ کی اکلوتی بیوی نہیں ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی میرے ساتھ بھلائی میں شامل ہوجائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: إِنَّ ذَالِكَ لاَ يَحِلُّ لِي[۲]
ایسا کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی مدد

جب باغیوں نے خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ بن عفان کا سخت محاصرہ کر کے کھانے پینے کی اشیاء بھی بند کر دیں تو حضرت اُم حبیبہؓ نے اس نازک موقع پر اُن کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھا۔ چنانچہ آپ نے کھانے پینے کی اشیاء لے کر ایک چمڑے کے برتن میں ڈالیں اور حضرت عثمانؓ کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئیں۔ راستے میں شر پسندوں نے روک لیا۔

---

[۱] صحيح مسلم:٧٢٨؛ سنن الترمذي:٤١٥

[۲] صحيح البخاري:٥٣٧٢، ٥١٠٧، ٥١٠٦، ٥١٠١؛ صحيح مسلم:١٤٤٩؛ سنن أبي داود:٢٠٥٦؛ سنن ابن ماجه:١٩٣٩؛ فتح الباري، ج٩، ص ١٤٢

جب دیکھا کہ جانے کی کوئی صورت نہیں تو ایک ترکیب سوچی اور بلوائیوں سے کہا:

إِنَّهُ كَانَ الْمُتَوَلِّيَ لِوَصَايَانَا وَأَمْرُ أَيتَامِنَا وَأَنَا أُرِيدُ مُنَاظِرَتَهُ... [1]

عثمان ؓ ہمارے بارے میں کی جانے والی وصیتوں کے ذمہ دار اور ہمارے یتیموں کے نگران تھے۔ میں ان سے اس بارے میں گفتگو کرنے جارہی ہوں۔ شر پسندوں نے سمجھا کہ حضرت اُم حبیبہ ؓ شاید حضرت عثمان ؓ کو کچھ سنانے جارہی ہیں اس لیے جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت اُم حبیبہ ؓ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت عثمان کے پاس کھانے پینے کی اشیاء پر مشتمل وہ برتن پہنچادیا۔

خدماتِ حدیث

آپ نے تعلیماتِ نبوی کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ ؓ سے پینسٹھ احادیث مروی ہیں۔ [2] آپ ؓ سے روایت کرنے والوں میں درج ذیل اصحاب شامل ہیں۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان، انس بن مالک، زینب بنت سلمہ، عبداللہ بن عتبہ، [3] حبیبہ، عتبہ، ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ، سالم، ابولجراح، صفیہ بنت شیبہ، عروہ بن زبیر، ابوصالح السمان، [4] عنبسہ، شہر بن خوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [5]

سوکنوں سے سلوک

ازواج مطہرات ؓ کے دل باہمی رقابت کے جذبے سے پاک تھے لیکن اگر بتقاضائے بشری کوئی چھوٹی موٹی بات ہو بھی جاتی تو وہ مواخذۂ اُخروی کے ڈر سے ایک دوسرے سے معافی مانگتی تھیں۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ ؓ نے اپنی

---

[1] أنساب الأشراف، فلسطين، ج۵، ص۷۷

[2] سير أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۱۹

[3] الإصابة، ج۵، ص۱۵٦

[4] زرقاني، ج۴، ص۴۰۹

[5] تهذيب التهذيب، ج۱۲، ص۴۱۹

وفات سے قبل مجھے بلا کر کہا کہ سوکنوں کے درمیان جوتھوڑی بہت نوک جھونک ہوجاتی ہے کبھی ہمارے درمیان بھی ہوجایا کرتی تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں وہ معاف کردے۔ میں نے کہا:

غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ ذَالِكَ كُلَّهُ وَ تَجَاوَزَ وَ حَلَّلَكِ مِنْ ذَالِكَ فَقَالَتْ سَرَّرْتِنِي سَرَّكِ اللّٰهُ ...[1]

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے اور تمھاری سب خطاؤں کو معاف کردے۔تو انھوں نے کہا: آپ نے مجھے خوش کردیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش کردے۔فرماتی ہیں کہ اس طرح کی بات چیت آپ نے حضرت اُم سلمہؓ سے بھی کی اور انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔

وفات

آپؓ نے اپنے بھائی حضرت معاویہؓ کے دورِحکومت میں ۴۴ھ میں وفات پائی۔[2]

جائے تدفین کے بارے میں علی بن حسینؒ سے مروی ہے کہ وہ اپنے گھر یعنی حضرت علیؓ بن ابی طالب کے گھر آئے اور ایک کونے میں کھڈا کھودا تو اس میں ایک پتھر نکلا جس پر لکھا تھا کہ یہ رَملہ بنت صخر کی قبر ہے۔[3] واللہ اعلم۔

آپ کے حرم نبوی میں آنے کے فوائد

محترم نعیم صدیقیؒ لکھتے ہیں:

حضرت اُم حبیبہؓ نے اپنے خاندان کو چھوڑ کر حبشہ ہجرت کی، وہاں اُن کے شوہر نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کی اور مرگیا، لیکن یہ نامور خاتون اپنے اسلام پر ثابت قدم رہیں۔رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے شادی کرکے ایک طرف تو آپ کا تالیفِ قلب کیا۔دوسری طرف چونکہ آپ سردارِ قریش ابوسفیان کی بیٹی تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھا، اس نکاح کے ذریعے اس کی مخالفت توڑ دی۔اس کے بعد وہ کبھی حضور ﷺ کے مقابلے کے لیے میدان میں نہیں آیا۔اس سے بڑی حد تک فتح مکہ کا

---

[1] المستدرك: ٦٧٧٣؛ زرقانی، ج٤، ص٤٠٩؛ سير أعلام النبلاء، ج٢، ص٢٢٣؛ الطبقات الكبرىٰ، ج٨، ص٢٩٥

[2] الاستيعاب، ج٤، ١٩٢٩؛ الإصابة، ج٥، ص١٥٦؛ أسد الغابة، ج٤، ص٣٠٤، ٧؛ الطبقات الكبرىٰ، ج٨، ص٢٩٥

[3] تاريخ مدينه دمشق، ج٦٩، ص١٥٣

راستہ بھی ہموار ہو گیا، جس میں ابوسفیان اور پھر سارے قریش مسلمان ہو گئے۔ [1]

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: صفیہ بنت حُیی بن اخطب بن ابی یحییٰ بن کعب بن الخزرج ...... بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام

زُرقانیؒ نے لکھا ہے کہ اصل نام زینب تھا، جب رسول اللہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے لیے چن لیا تو صفیہ نام پڑ گیا۔ [2]

ماں کا نام: ابن سعدؒ اور ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ آپ کی ماں کا نام برّہ بنت سموال تھا جو رِفاعہ بن سموال کی بہن تھی اور بنو قریظہ سے تھی۔ [3]

قبیلہ: بنو نضیر

نکاح سابق: حضرت صفیہؓ کی شادی پہلے سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی۔ جب اس نے طلاق دے دی تو کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کے عقد میں آئیں، جو قلعہ القموص کا سردار تھا اور غزوۂ خیبر میں قتل ہوا۔ [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نکاح

سات ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں یہودیوں کو شکستِ فاش دے دی تو اس جنگ میں حضرت صفیہؓ کے باپ، بھائی اور شوہر قتل ہوئے اور خود دیگر اسیرانِ جنگ کے ساتھ مسلمانوں کی قید میں آئیں۔

---

[1] محسن انسانیت، ص ۵۱۶

[2] زرقانی، ج ۴، ص ۴۲۸

[3] الإصابة، ج ۵، ص ۱۶۷؛ الطبقات الكبرىٰ، ج ۸، ص ۳۰۵؛ أسد الغابة، ج ۷، ص ۱۶۸

[4] الإصابة، ج ۵، ص ۱۶۸

جب اموال کی تقسیم ہونے لگی تو حضرت دِحیہ کلبی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی، جو رسول اللہ ﷺ نے منظور فرمائی۔ حضرت دحیہ ؓ نے قیدیوں میں سے حضرت صفیہ ؓ کو اپنے لیے منتخب کیا۔ اس پر بعض صحابہ ؓ نے حضرت صفیہ ؓ کی عزت ووقار اور خاندانی وجاہت کا لحاظ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی:

''یارسول اللہ ﷺ! یہ بنوقریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے اور یہ صرف آپ کے لیے مناسب ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی گزارش قبول کر کے حضرت دِحیہ ؓ کو دوسری لونڈی دے دی اور حضرت صفیہ ؓ کو آزاد کر کے اُن سے خود نکاح فرما لیا۔ اُن کو باقی ازواجِ مطہرات ؓ کی طرح حجاب کرایا اور اُن کی آزادی کو اُن کا مہر قرار دیا۔ حضرت اُم سلیم ؓ نے اُن کو آراستہ کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں۔[1] یہ نکاح حضرت جویریہ ؓ کے نکاح کے بعد ہوا۔ شادی کے وقت آپ ؓ کی عمر سترہ برس تھی۔[2]

رسمِ عروسی

رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ ؓ سے نکاح تو خیبر ہی میں کر لیا تھا لیکن رسم عروسی خیبر سے روانگی کے بعد مقام صہباء میں ادا کی۔ حضرت اُم سلیم ؓ اور حضرت اُم سنان ؓ نے اس موقع پر حضرت صفیہ ؓ کو سنوارا۔ رسول اللہ ﷺ جب آپ ؓ کے پاس تشریف لاتے تو آپ ؓ احتراماً کھڑی ہو جاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کے ساتھ رات گزاری اور پوری رات نہیں سوئے بلکہ آپ ؓ سے باتیں کرتے رہے۔ اگلے دن آپ ﷺ نے ولیمہ دیا۔[3]

ولیمہ

رسم عروسی ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے فرمایا: ''جس کسی کے پاس بھی فاضل زادِراہ ہو، وہ ہمارے پاس لے آئے۔'' تو کوئی زائد کھجور لے آیا، کوئی زائد گھی اور

---

[1] صحیح البخاری: ۳۷۱، ۴۲۱۳؛ صحیح مسلم: ۱۳۶۵؛ سنن أبي داود: ۲۹۹۸

[2] ابن إسحاق، ص ۲۴۶؛ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۳۱۰

[3] الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۳۰۶

کوئی زائد ستو لے آیا، جس سے حیس (کھجور، پنیر، ستو وغیرہ کا حلوہ) بنایا گیا اور لوگوں نے کھایا۔ [1] مسند احمد کی دوسری روایت میں ولیمے میں پنیر کا بھی ذکر ہے۔ [2]

اپنی قوم اور آزادی پر بارگاہِ نبوی کو ترجیح دینا

ابن سعدؒ نے حضرت صفیہؓ کے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے حضرت صفیہؓ کی رسول اللہ ﷺ اور اسلام سے محبت اور ان کی فہم وفراست کا واضح پتہ چلتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اگر اسلام قبول کر لو تو میں تم سے نکاح کر لوں اور اگر یہودیت پر رہنا چاہو تو ہو سکتا ہے کہ میں تمھیں آزاد کروں اور تم اپنی قوم میں چلی جاؤ۔'' حضرت صفیہؓ نے جواب میں کہا:

يَارَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَوِيتُ الإِسْلَامَ وَصَدَّقْتُ بِكَ قَبْلَ أَنْ تَدْعُونِي حَيْثُ صِرْتُ إِلَى رَحْلِكَ... [3]

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسلام کو چن لیا ہے اور آپ کی دعوت سے پہلے ہی جب میں مسلمانوں کے مال واسباب میں شامل ہوگئی، اس وقت آپ کی نبوت کی تصدیق کر چکی ہوں۔ اب مجھے یہودیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی میرا والد اور بھائی بچے ہیں۔ آپ نے مجھے کفر اور اسلام میں سے ایک کو چننے کا اختیار دیا ہے، پس مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں جانے اور آزادی سے زیادہ محبوب ہیں۔

خواب کے ذریعے حرمِ نبوی بننے کی خوشخبری

جب حضرت صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کی حرم بنیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے چہرے پر آنکھ کے قریب مار کے کچھ نشانات دیکھے۔ رسول ﷺ نے آپ سے ان کے

---

[1] صحيح البخاري:٣٧١؛ مسند أحمد:١٢٦١١

[2] مسند أحمد:١٣٣٧٥

[3] الطبقات الكبرىٰ، ج٨،ص ٣٠٦

بارے میں پوچھا،تو آپ نے جواب میں اپنے خواب کا یہ قصہ سنایا:

ایک دفعہ [غزوۂ خیبر سے کچھ پہلے] میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب کی طرف سے ایک چاند میری گود میں آ گرا۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا تو اس کو ناگوار گزرا اور کہا: کیا تم مدینے سے آنے والے بادشاہ سے شادی کرنا چاہتی ہو؟ ساتھ ہی میرے منہ پر زور سے مارا۔ (یہ مارا اتنی زوردار تھی کہ اس کا اثر رسول اللہ ﷺ سے شادی تک آپ کے چہرے پر موجود تھا)۔ [1]

ابن حجرؒ اور زرقانیؒ نے اس واقعے میں چاند کے بجائے سورج کے سینے پر آ گرنے کا ذکر کیا ہے۔ [2]

نسبی شرافت

ایک مرتبہ حضرت صفیہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت حفصہؓ نے اُن کو یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ چنانچہ وہ رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ اسی حال میں آپؓ کے پاس آئے اور رونے کی وجہ پوچھی۔ حضرت صفیہؓ نے اصل صورت حال بتا دی تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَإِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ [3]

تم تو نبی کی اولاد میں سے ہو، اور تیرے چچا بھی نبی تھے اور تم خود نبی کی بیوی ہو، وہ تمھارے اوپر کس چیز میں فخر کر سکتی ہے! اس کے بعد حضرت حفصہؓ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: حفصہؓ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے کہا: "ہم

---

[1] الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص ۳۰۶؛ ابن إسحاق، ص ۲۴۶؛ ابن هشام، ج۲، ص۳۳۶؛ تاريخ طبري، ج۲، ص۳۰۲؛ البداية والنهاية، ج۳، ص۳۷۰

[2] الإصابة، ج۵، ص۱۶۷۔۱۶۸؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۴

[3] سنن الترمذي: ۳۸۹۴؛ مسند أحمد: ۱۱۹۸۴

رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان سے زیادہ معزز ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اور چچا زاد بہنیں ہیں۔'' پھر مذکورہ قصہ ہے۔ [1]

شخصی اوصاف

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جملہ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے نوازا تھا۔حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ آپ شریف ،عقل مند،اچھے نسب والی،خوبصورت اور دین دار خاتون تھیں۔ [2]

حافظ ذہبیؒ ہی نے دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ حلیم الطبع اور باوقار خاتون تھیں۔ [3]

گھریلو کام کاج میں مہارت

عورت کا دائرہ کار اس کا گھر ہے اور خانہ داری کے کاموں میں مہارت اُس کی بنیادی صفت ہے اور یہ صفت حضرت صفیہؓ میں بخوبی موجود تھی۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ صَانِعَةَ طَعَامٍ مِثْلَ صَفِيَّةَ [4]

میں نے حضرت صفیہؓ کی طرح اچھا کھانا بنانے والی عورت نہیں دیکھی۔

صدقہ

حضرت صفیہؓ کا ایک مکان تھا جو انھوں نے زندگی میں ہی صدقہ کر دیا تھا۔ [5]

ہدیہ

حضرت صفیہؓ جب مدینہ تشریف لائیں تو ان کے کانوں میں سونے کی بالیاں تھیں۔ آپؓ نے آتے ہی وہ حضرت فاطمہؓ اور ان کے ساتھ دیگر خواتین میں تقسیم کر دیں۔ [6]

---

[1] سنن الترمذی: ۳۸۹۲؛ أسد الغابة، ج۷، ص۱۶۹؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۵

[2] سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۳۲

[3] أیضاً، ص۲۳۵

[4] سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، باب الغیرة

[5] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۰

[6] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۹؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۳۷

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی فکر

جب رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے بعد حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو رسمِ عروسی ادا کرنے سے پہلے ہی وہاں سے کوچ فرمایا۔ راستے میں خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر مقام تبار پر آپؐ نے حضرت صفیہؓ سے ازدواجی تعلق قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئیں۔ بعد میں جب مقام صہباء پر قیام فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ پچھلی منزل پر میں نے پڑاؤ ڈال کر تمھارے پاس آنا چاہا تو تم نے انکار کیوں کیا؟ تو حضرت صفیہؓ نے جواب میں عرض کیا:

خَشِيتُ عَلَيكَ قُرْبَ يَهُودٍ فَزَادَهَا ذَالِكَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

میں ڈر رہی تھی کہ یہودی نزدیک ہیں اور وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ آپؓ کے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپؓ کی قدر و منزلت اور بڑھی۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی تصدیق

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس اور حقیقی معنوں میں ایک دوسرے کے خیرخواہ، ہمدرد اور غم گسار ہوتے ہیں۔ انھی جذبات کی موجودگی میں خاندان کی مضبوطی کی ضمانت ہوتی ہے۔ ازواجِ مطہرات اس حوالے سے بھی اُمت کے لیے نمونۂ عمل تھیں۔ حضرت صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں کسی بھی قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتی تھیں۔ آپ کے اس جذبے پر نبوی مہر تصدیق ثبت ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں تکلیف میں مبتلا تھے تو آپؓ نے حسرت سے کہا:

أَمَا وَاللهِ يَا نَبِيَّ اللهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي بِكَ بِي...وَاللهِ إِنَّهَا لَصَادِقَةٌ [2]

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۶؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۵؛ کتاب المغازی، ج۲، ص۷۰۸

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۹؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۵؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۳۵

کاش! آپ کو جو تکلیف ہے، وہ مجھے مل جاتی! چونکہ اس محفل میں رسول اللہؐ کی باقی ازواج بھی موجود تھیں چنانچہ وہ اُن کو دیکھ کر آنکھوں سے اشارے کرنے لگیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو منع کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ سچ کہہ رہی ہیں۔

حالتِ اعتکاف میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا

صحیحین کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے۔ حضرت صفیہؓ رات کے وقت آپؐ کی زیارت کے لیے آئیں۔ کچھ دیر تک بات چیت کی، جب جانے لگیں تو آپ ان کے ساتھ کچھ چلے۔ اس دوران دو انصاری صحابہؓ وہاں سے گزرے اور آپ کو دیکھا۔ آپؐ نے ان کو بلایا اور کہا کہ یہ میری بیوی صفیہؓ ہیں۔ انھوں نے سبحان اللہ کہا تو آپؐ نے فرمایا:

...إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ [1]

بے شک، شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہؓ سے محبت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے۔ ازواج مطہراتؓ بھی ساتھ تھیں۔ دورانِ سفر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس اضافی اونٹ موجود تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے، اس لیے ان کو ایک اونٹ دے دو۔ حضرت زینبؓ کے منہ سے نکلا: ''کیا میں اس یہودیہ کو اونٹ دے دوں؟'' اس پر رسول اللہ ﷺ اس قدر ناراض ہوئے کہ کئی دنوں تک ان سے بات چیت نہیں کی۔ آپؐ نے اپنا بستر بھی الگ کر لیا، یہاں تک کہ وہ مایوس ہونے لگی۔ اس تادیب کے بعد (آپؓ کی ندامت اور حضرت عائشہؓ کی سفارش کے بعد) رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ [2]

---

[1] صحيح البخاري: ٢٠٣٩؛ صحيح مسلم: ٢١٧٥؛ سنن أبي داود: ٢٤٧٠

[2] مسند أحمد: ٢٤٤٨١؛ أسد الغابة، ج٧، ص١٦٩؛ زرقاني، ج٤، ص٤٣٥؛ الطبقات الكبرىٰ، ج٨، ص٣٠٩

امام احمدؒ اور ابن اثیرؒ نے دوسری روایت میں اس واقعے کی مزید وضاحت کی ہے کہ یہ سفر حج کا واقعہ تھا اور ازواجِ مطہراتؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ جب کچھ راستہ چلے تو حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا۔ چنانچہ وہ رونے لگیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس جا کر خود ان کے آنسو پونچھے اور تسلی دیتے رہے۔ جب ان کا رونا بند نہ ہوا تو آپؐ نے پڑاوڈالنے کا حکم دیا۔

جب قافلہ جانے لگا تو آپؐ نے حضرت زینبؓ کو کہا کہ اپنی سواریوں میں سے ایک صفیہؓ کو دے دو۔ حضرت زینبؓ نے کہا: ''کیا میں اس یہودیہ کو اونٹ دے دُوں؟'' اس بات پر آپؐ اس قدر ناراض ہوئے کہ مدینہ واپس آنے تک اُن سے بات چیت نہیں کی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی کی فکر

سطورِ بالا کے واقعے میں چونکہ حضرت صفیہؓ کے رونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے پڑاوَ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ جس کی وجہ حضرت صفیہؓ کو احساس تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث بنا۔ اسی لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کے ڈر سے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ '' آپ کو پتہ ہے کہ میں کسی چیز کے بدلے اپنی باری کسی کو دیتی نہیں ہوں لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں آپ کو اپنی باری دے دیتی ہوں۔'' چنانچہ حضرت عائشہؓ نے چادر لے کر خوشبو لگائی اور رسول ﷺ کے پاس آ کر سفارش کی۔ [2]

یہ واقعہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ سوکن ہونے کے باوجود ازواجِ مطہرات کے آپس کے تعلقات کس قدر دوستانہ تھے۔

آپ کا حسنِ اسلام

رسول اللہ ﷺ جب خیبر سے مدینہ تشریف لائے تو حضرت صفیہؓ بھی ساتھ تھیں۔

---

[1] مسند أحمد: ٢٦٣٢٥؛ أسد الغابة، ج٧، ص١٦٩

[2] مسند أحمد: ٢٦٣٢٥؛ أسد الغابة، ج٧، ص١٦٩

آپؐ نے ان کو حضرت حارثہؓ بن نعمان کے مکان میں ٹھیرا دیا۔ انصار کی عورتوں نے حضرت صفیہؓ کے حسن و جمال کا ذکر سنا تو ان کو دیکھنے کے لیے آئیں۔ حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھے ہوئے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کے پیچھے پیچھے آئے اور دریافت فرمایا: کَیفَ رَأَیتِهَا یَا عَائِشَةُ؟ ''عائشہؓ! تمھیں وہ کیسی لگی؟'' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: ''میں نے یہودیہ کو دیکھ لیا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کا یہ جواب ناگوار گزرا، اس لیے یہ کہہ کر منع فرمایا:

لَا تَقُولِی هٰذَا یَا عَائِشَةُ، فَإِنَّهَا قَدْ أَسْلَمَتْ فَحَسُنَ إِسْلَامُهَا [1]

عائشہ! ایسا نہ کہو! بے شک وہ مسلمان ہوگئی ہے اور اس نے عمدگی سے اسلام قبول کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حضرت صفیہؓ پر شفقت

رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج پر بے حد مہربان تھے۔ حضرت صفیہؓ کے حوالے سے اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

خیبر سے واپسی پر آپ کو سوار کرانے کے لیے رسول اللہ ﷺ اونٹ کو آپ کے قریب کر کے گھٹنا آگے کرتے۔ اس طرح آپ رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جاتی تھیں۔ [2]

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آرہے تھے۔ حضرت صفیہؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھیں۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پھسل گئی تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت صفیہؓ گر گئے۔ یہ دیکھ حضرت ابوطلحہؓ سواری سے اُترے اور کہا: ''یا رسول اللہؐ! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟'' آپؐ نے فرمایا: ''نہیں! عورت کا حال معلوم کرو اور اس کی مدد

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۸؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۵

[2] صحیح البخاری: ۲۲۳۵

کرو۔'' چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ اپنے چہرے پر کپڑا ڈال کر حضرت صفیہؓ کی طرف گئے اور ان کی طرف حجاب کے لیے کپڑا اپھینکا۔ وہ کھڑی ہوگئیں، پھر ان کے لیے سواری درست کی اور سب سوار ہو کر مدینہ چلے گئے۔ [1]

اسی سفر کے ایک دوسرے واقعے کے بارے میں حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا نہیں دیکھا۔ خیبر سے واپسی پر آپ نے مجھے رات کو اپنی اونٹنی کے پیچھے سوار کیا تو مجھے اونگھ آنے لگی۔ جس کی وجہ سے کجاوے کا پچھلا حصہ میرے سر کو لگنے لگا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے رہے اور تسلی دیتے رہے۔ [2]

وسعت قلبی رحسن سلوک

ایک دفعہ حضرت صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ حضرت صفیہؓ ہفتے کے دن کو پسند کرتی ہے اور یہودیوں سے صلہ رحمی کرتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت فرمایا تو آپ نے کہا:

أَمَّا السَّبْتُ فَإِنِّي لَمْ أُحِبَّهُ مُنْذُ أَبْدَلَنِيَ اللّٰهُ الْجُمُعَةَ وَأَمَّا الْيَهُودُ فَإِنَّ لِي فِيهِمْ رَحِماً فَأَنَا أَصِلُهُمْ ... [3]

جہاں تک سبت (ہفتے کا دن، یہودیوں کی عبادت کا دن) کا تعلق ہے تو جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے جمعے کا دن عطا فرمایا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتی اور یہودیوں میں چونکہ میری رشتہ داری ہے اس لیے میں اس کا لحاظ کرتی ہوں۔ پھر لونڈی سے کہا: تمھیں یہ شرارت کرنے پر کس نے آمادہ کیا؟ لونڈی نے جواب میں کہا: شیطان نے۔ حضرت صفیہؓ نے کہا: جاؤ تم آزاد ہو۔

[1] صحیح البخاری: ۶۱۸۵،۳۰۸۵؛ مسند أحمد: ۱۲۵۵۷
[2] السیرۃ الحلبیۃ، ج۲، ص۱۶۹
[3] تاریخ إسلام، ج۲، ص۶۸؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۵؛ الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۷۲؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج۲، ص۴۴

یہ اُم المومنینؓ ہی کے شایان شان ہے کہ ایذا پا کر برافروختہ نہ ہوئیں بلکہ برائی کا جواب احسان سے دیا۔ کردار کی یہ اعلیٰ ظرفی حسن معاشرت کی بنیاد ہے۔ تحمل، برداشت اور درگزر اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور حسنِ سیرت کے امتیازات میں سے ہیں۔

عوام الناس کی اصلاح وتربیت

آپؓ تلاوت قرآن کے ساتھ رونے کی تاکید کرتی تھیں تاکہ علم کے ساتھ بھرپور روحانی فیض بھی حاصل ہو۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کے ہاں جمع ہو گئے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، قرآن کریم کی تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ جب آپؓ نے یہ دیکھا تو ان کو آواز دے کر کہا:

هٰذِهِ السُّجُودُ وَتِلَاوَةُ الْقُرآنِ فَأَيْنَ الْبُكَاءُ [1]

یہ سجدے اور تلاوت قرآن تو کر رہے ہو لیکن تمھیں رونا کیوں نہیں آتا؟

مراد اِس بات کی تعلیم تھی کہ عبادات کے ظاہری مراسم روح سے خالی نہیں ہونے چاہییں۔

خلیفۂ ثالث کی حمایت

مظلوم کی حمایت اور ظالم کا ہاتھ روکنا ہر مسلمان مرد وعورت پر بقدر استطاعت فرض ہے۔ قرنِ اول کی خواتین اس میدان میں بھی اُمت کی پیش رو ہیں۔

پینتیس ہجری میں جب بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا ہوا تھا، حضرت صفیہؓ اُن کی مدد کے لیے اپنے غلام کے ساتھ جا رہی تھیں کہ ان کو راستے میں اشتر ملا۔ اَشتر نے حضرت صفیہؓ کی سواری کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ گرنے لگی۔ چونکہ اَشتر کے مقابلے میں کامیابی کی کوئی امید نہیں تھی، اس لیے آپ نے فرمایا: ''مجھے چھوڑ دو، مجھے ذلیل ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں واپس جاتی ہوں''۔ پھر گھر واپس آ کر حضرت عثمانؓ اور اپنے گھر کے

---

[1] حِلیۃ الأولیاء، ج۲، ص۵۵

درمیان ایک لکڑی کا پل بنا دیا، جس کے ذریعے وہ کھانا پینا پہنچایا کرتی تھیں۔ [1]

خدماتِ حدیث

آپ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث مروی ہیں۔ [2] آپ کے تلامذہ میں علی بن حسین، مسلم بن صفوان، عبد اللہ بن صفوان، ان کے آزاد کردہ غلام کنانہ، صہیرہ بنت جیفر [3] یزید بن مغیث، اسحاق بن عبد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ [4]

صلۂ رحمی کی وصیت اور اس کا اثر

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت ایک لاکھ درہم ترکہ چھوڑا اور اپنے یہودی بھانجے کے لیے ایک تہائی وصیت کی۔ اس احسان کا یہ اثر ہوا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ [5]

وفات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں پچاس ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ شادی کے وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی، اس لیے بوقت وفات عمر ساٹھ برس بنتی ہے۔ [6]

نکاح کے فوائد

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شادیوں کا مقصد بھی ملت اسلامیہ کا مفاد ہوتا تھا۔ چنانچہ اس نکاح سے بھی تحریک اسلامی کو متعدد فوائد پہنچے۔ محترم نعیم صدیقی رحمہ اللہ

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۹۔۳۱۰؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۳۷

[2] جوامع السیرۃ، ص۲۸۵؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۳۸؛ تہذیب الأسماء، ج۲، ص۳۴۹

[3] الإصابۃ، ج۵، ص۱۶۸

[4] تہذیب التہذیب، ج۱۲، ص۴۲۹

[5] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۰

[6] المنتظم، ج۵، ص۴۳۳؛ زرقانی، ج۴، ص۴۳۶

ؒ ان فوائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ایک اونچے درجے کے یہودی سردار (حُی بن اخطب) کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے خاندانی مرتبے کے پیشِ نظر یہ کسی طرح موزوں نہ ہوتا کہ ان کو کسی معمولی گھر میں جگہ ملتی۔ حضور ﷺ نے ان سے نکاح کیا، تو پھر یہود کبھی مخالفانہ محاذ کا اِحیا کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ حضرت صفیہؓ حضور ﷺ کے اذن سے یہودی اَعزا کی مالی خدمت بھی کرتی رہتی تھیں۔ [1]

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: میمونہ بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ

نمایاں رشتہ دار: ماں کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن جماطہ الجرشیہ تھا۔ حضرت عباسؓ کی زوجۂ محترمہ حضرت اُم الفضلؓ آپ کی بہن تھیں۔ اس طرح آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ ہوئیں۔

نکاحِ سابق: پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی [یا عمیر بن عمرو] سے شادی ہوئی۔ اس سے طلاق کے بعد ابورہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس کی زوجیت میں آئیں۔ [2]

رسول اکرم ﷺ سے شادی

شوال سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابورافعؓ کے ذریعے آپؓ کو پیغام نکاح دے کر شادی فرمائی اور مکہ سے دس میل کے فاصلے پر بمقام سرِف رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ آپ کا نکاح حضرت عباسؓ کی وساطت سے ہوا اور پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری نکاح تھا۔ ایک روایت

---

[1] محسن انسانیت، ص ۵۱۶

[2] الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۳۱۱؛ البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۲۸۲

کے مطابق حضرت میمونہؓ نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کیا تھا۔ [1]

رسول اکرم ﷺ سے نکاح پر خوشی کا اظہار

جب رسول اکرم ﷺ کا پیغامِ نکاح آپ تک پہنچا تو اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھیں۔ پیغام سن کر بے حد خوش ہوئیں اور فرمایا: اَلْبَعِیرُ وَمَا عَلَیهِ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ [2]
''اونٹ اور جو اونٹ پر ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ کی حضرت میمونہؓ سے محبت

ایک دفعہ سفر میں حضرت ابو رافعؓ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے ان کو حضرت میمونہؓ کو لانے کا کہا تو ساتھ حضرت میمونہؓ کے لیے اپنی محبت کا اظہار بھی کیا اور کہا:

أَلَسْتَ تُحِبُّ مَا أُحِبُّ... [3]

کیا تم اسے نہیں چاہتے، جس کو میں چاہتا ہوں؟ حضرت ابو رافعؓ نے کہا: یا رسول اللہؐ کیوں نہیں؟ پھر آپ کے حکم کے مطابق وہ حضرت میمونہؓ کو لے آئے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت میمونہؓ ایک برتن سے غسل فرماتے تھے۔ [4] صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہؓ کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرماتے تھے۔ [5] جو آپ کی ان سے قربت اور محبت کی دلیل ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے آپؓ کی محبت

میاں بیوی کی باہمی محبت اور مؤدت مضبوط خاندان اور پائیدار تعلق کی بنیاد ہے۔ یہ

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۳۱۱۔۳۱۴؛ سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الرخصة فی نکاح المحرم؛ مسند أحمد:۲۴۸۸

[2] ابن هشام، ج۲،ص۶۴۶؛ البداية والنهاية، ج۳،ص۴۱۶

[3] مسند أحمد:۲۶۶۴۴

[4] صحیح البخاری:۲۵۳

[5] صحیح مسلم:۳۲۳

ارکانِ خاندان کے لیے خوشی اور سکون لاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا گھر اس حوالے سے جنت کا منظر پیش کرتا تھا۔ ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتی تھیں، خاص کر اپنی باری کے دن تو اُن کے لیے لمحہ بھر کی جدائی بھی ناقابلِ برداشت تھی۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہؓ کی باری میں رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت میمونہؓ نے سمجھا کہ شاید آپ ان کی باری میں کسی دوسری زوجہ کے پاس چلے گئے۔ اس لیے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور غم و غصے کی حالت میں دروازے کا کواڑ بند کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ جب اپنی حاجت پوری کر کے آئے تو چونکہ حضرت میمونہؓ کو پتہ نہیں تھا اس لیے دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ آپ میری باری میں دوسری ازواج کے پاس کیوں گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کر کے فرمایا کہ میں قضائے حاجت کے لیے گیا تھا تو پھر ان کو تسلی ہوگئی۔ [1]

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گوہ کا گوشت لایا گیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے تو خود نہیں کھایا لیکن صحابہ کو کہا کہ تم لوگ کھاؤ۔ حضرت میمونہؓ وہاں موجود تھیں، انھوں نے بھی نہیں کھایا اور کہا:

لَا آكُلُ مِنْ شَيٍ إِلَّا شَيْئٌ يَأْكُلُ مِنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ [2]

میں تو صرف وہی چیز کھاتی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے ہیں۔

اِطاعتِ نبوی

جب رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں مبتلا ہو گئے تو حضرت اسماءؓ بنت عُمیس اور ازواج مطہراتؓ نے سمجھا کہ شاید آپ کو ذات الجنب [3] ہو گیا ہے۔ اس لیے انھوں نے مل

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۵

[2] صحیح مسلم: ۱۹۴۸؛ مسند أحمد: ۳۰۰۰، ۲۶۷۹

[3] ایک بیماری جس سے پھیپھڑوں میں پانی پڑ جاتا ہے۔ پسلی کا درد

کر آپ کو دوا پلائی۔ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا لیکن انھوں نے سمجھا کہ شاید تکلیف کی شدت کی وجہ سے منع کر رہے ہیں۔ دوا سے رسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوا۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے اُن کے اس کام کو ناگوار سمجھ کر تادیباً حکم دیا کہ تمام حاضرین کو دوا پلائی جائے۔ حضرت میمونہؓ اگرچہ روزے سے تھیں لیکن پھر بھی آپ کی اطاعت کا جذبہ تھا کہ دوا انھوں نے بھی پی لی۔ [1]

نہی عن المنکر/اصلاح وتربیت کی کوششیں

ازواج مطہراتؓ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں کسی رشتے ناطے کا کوئی لحاظ نہیں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت میمونہؓ کے پاس اُن کا کوئی رشتہ دار اس حالت میں آیا کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ جب آپؓ نے دیکھا تو جھڑک کر فرمایا:

لَئِنۡ لَمۡ تَخۡرُجۡ إِلَى الۡمُسۡلِمِينَ فَيُجَلِّدُوكَ، أَوۡ قَالَتۡ يُطَهِّرُوكَ، لَا تَدۡخُلۡ عَلَى بَيۡتِي أَبَدًا [2]

تم مسلمانوں کے پاس کیوں نہیں جاتے تاکہ وہ تمھیں کوڑے لگا کر پاک کر دیں؟ تم آئندہ میرے گھر میں کبھی نہ آنا۔

عہدِ جاہلیت میں لوگ حالت حیض میں اپنی بیویوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آکر اس رسمِ بد کی بیخ کنی کی۔ آپ کے وصال کے بعد اُمہات المومنین جب اس قسم کی کوئی چیز دیکھتیں تو فوراً ٹوک دیتی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت میمونہؓ کی کنیز بُدیّہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے گھر گئی، دیکھا کہ میاں بیوی کے بستر الگ الگ ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید کچھ رنجش وغیرہ کی وجہ سے جدائی پیدا ہوگئی ہوگی۔ پوچھنے پر اُن کی بیوی نے بتایا کہ حالت حیض میں حضرت ابن عباسؓ اُن کے

---

[1] مسند أحمد: ۲۶۹۲۳؛ السيرة الحلبية، ج۲، ص۴۷۴

[2] سير أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۴۴؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۳۱۵

بستر پر نہیں آتے۔ کنیز نے واپس آ کر حضرت میمونہؓ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو انھوں نے اسی وقت ابن عباسؓ کے پاس واپس بھیجا اور فرمایا کہ جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے اس قدر اعراض کیوں؟

لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ مَعَ الْمَرْأَةِ مِنْ نِسَائِهِ الْحَائِضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا ثَوْبٌ مَا يُجَاوِزُ الرُّكْبَتَيْنِ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی حالت میں اپنی ازواج مطہراتؓ کے ساتھ سوتے تھے اور ان کے درمیان صرف گھٹنوں تک کپڑا ہوتا تھا۔

ایک خاتون نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری سے شفا دے تو وہ بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔ صحت یاب ہونے کے بعد اس نے سفر کی تیاری کی اور جانے سے پہلے حضرت میمونہؓ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو آپؓ نے اُس کو کہا کہ تم یہاں بیٹھو اور جو کھانا میں بناؤں اسے کھاؤ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

صَلَاةٌ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ [2]

اس میں ایک نماز پڑھنا اس کے علاوہ میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے، سوائے بیت اللہ کے۔

نعمتوں کی قدردانی

آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردان تھیں۔ ایک مرتبہ آپؓ نے زمین پر انار کا ایک دانہ پڑا ہوا دیکھا تو یہ کہہ کر اُٹھایا:

﴿إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [3]

---

[1] مسند أحمد: ٢٦٢٧٩

[2] مسند أحمد: ٢٦٢٨٦

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۵

اللہ تعالیٰ زمین پر فساد کو پسند نہیں کرتا۔

فطانت

آپ رضی اللہ عنہا طبعاً ذہین تھیں اور لوگوں کی مشکلات کو دیکھ کر مناسب حال اقدام کر لیتی تھیں۔ ایک دفعہ عرفہ کے دن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے بارے میں شک ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کی مشکل کو رفع کرنے کے لیے عملی طور پر یہ اقدام اٹھایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھجوایا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دودھ پی لیا۔[1] اس طرح آپ کی قابلیت اور بہترین حکمت عملی کی وجہ سے لوگوں کا شک دور ہو گیا۔

مِسواک سے محبت

مسواک رسول اللہ ﷺ کی سنت اور منہ کی صفائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ صفائی کا بہترین معیار نہ صرف اپنی ذات بلکہ آس پاس کے لوگوں کے لیے بھی خوشگوار ماحول فراہم کرتا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو مسواک سے اتنا شغف تھا کہ ہر وقت اپنی مسواک پانی میں بھگو کر رکھتی تھیں جب نماز یا کسی اور کام میں مصروف نہ ہوتیں تو مسواک کرتی رہتی تھیں۔[2]

تقویٰ اور صلہ رحمی

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے یزید بن الاصم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھانجا مدینے میں ایک باغ میں گئے تھے اور اس سے کچھ کھا پی لیا تھا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو اپنے بھانجے کو ملامت کیا اور پھر مجھے ایک بلیغ انداز میں نصیحت کی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمھیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نبی کے گھر والوں میں سے بنایا، پھر فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم: ۱۱۲۴

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۵

ذَهَبَتْ وَاللّٰهِ مَيْمُونَةُ، وَرَمَى بِحَبْلِكَ عَلَى غَارِبِكَ أَمَا أَنَّهَا كَانَتْ مِنْ أَتْقَانَا لِلّٰهِ وَأَوْصَلِنَا لِلرَّحِمِ [1]

اللہ تعالیٰ کی قسم! میمونہ چل بسی اور تمھیں آزاد چھوڑ گئیں۔ بے شک وہ ہم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

اس سے ضمنی طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت میمونہؓ، حضرت عائشہؓ سے پہلے فوت ہوئی تھیں۔

لونڈی کو آزاد کرنا

حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی تھی جس کو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر آزاد کر دیا تھا۔ جب آپؐ کو پتہ چلا تو اُن کو فرمایا:

آجَرَكِ اللّٰهُ أَمَا إِنَّكِ لَوْ كُنْتِ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ [2]

اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے، اگر یہ لونڈی اپنے ماموؤں کو دیتی تو یہ کام آپ کے لیے زیادہ باعث اجر ہوتا۔

نفقہ

رسول اللہ ﷺ نے گھریلو اخراجات کے لیے اموالِ خیبر میں سے دیگر ازواج کی طرح آپؓ کے لیے اَسی وسق کھجور اور بیس وسق جَو یا گندم مقرر کی تھی۔ [3]

خدماتِ حدیث

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ آپؓ سے چھیالیس احادیث مروی ہیں۔ [4] جبکہ امام ابن حزمؒ کے مطابق آپ سے چھہتر احادیث مروی ہیں۔ [5] صرف مسند امام احمدؒ میں آپ سے اڑسٹھ

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۵؛ المستدرك: ۶۷۹۸؛ سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۲۴۴؛ زرقانی، ج۴، ص۴۲۴

[2] صحیح مسلم: ۹۹۹؛ صحیح البخاری: ۲۵۹۲؛ سنن أبی داود: ۱۶۹۰

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۶

[4] تهذیب الأسماء، ج۲، ص۳۵۵

[5] جوامع السیرة، ص۲۷۸

آپ سے اڑسٹھ احادیث مروی ہیں، مکررات کو نکال کر بھی یہ تعداد چھیالیس سے زیادہ بنتی ہے اس لیے امام ابن حزمؒ کی رائے راجح معلوم ہوتی ہے۔

آپؓ سے درج ذیل بزرگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عبیداللہ بن عتبہ، یزید بن الاصم، عبداللہ بن شداد بن الهاد، عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، کریب، عبید بن السباق [1] عبدالرحمٰن بن السائب، ندبہ، ابراہیم بن عبداللہ، عالیہ بنت سبیع، عبیداللہ الخولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [2]

وصیت

آپ نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیے اپنے مکان کی وصیت کی تھی۔ [3]

وفات

قَسطلانیؒ، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی ایک روایت کے مطابق آپ ۵۱ ھ میں فوت ہوئیں، زرقانیؒ نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے۔ [4] حافظ ابن حجرؒ نے دوسری روایت میں سن وفات ۶۳ ھ لکھا ہے [5] ابن سعدؒ کے مطابق ۶۱ ھ میں یزید کے دورِ حکومت میں اَسی یا اِکیاسی برس کی عمر میں آپؓ کا بمقام سرِف انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئیں، جہاں آپ کی رسمِ عروسی ادا ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بوقت وفات عمر اَسی یا اِکیاسی برس تھی۔ [6]

گزشتہ سطور میں لکھا جا چکا ہے کہ حضرت میمونہؓ، حضرت عائشہؓ سے پہلے فوت ہوئی

---

[1] الإصابة، ج۵، ص۱۶۹

[2] تهذیب التهذیب، ج۱۲، ۴۵۳

[3] مسند أحمد: ۲۳۷۳

[4] تهذیب التهذیب، ج۱۲، ص۴۵۳؛ العبر، ج۱، ص۴۰؛ زرقانی، ج۴، ص۴۲۳

[5] الإصابة، ج۵، ص۱۶۹

[6] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۶

تھیں اور حضرت عائشہؓ کی سنِ وفات ۵۸ ھ ہے۔ اس لیے حضرت میمونہؓ کا سن وفات ۵۱ ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

جب جنازہ اُٹھایا جانے لگا تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے بطور احترام فرمایا کہ ''یہ اُم المومنین کا جنازہ ہے، اس کو زیادہ حرکت نہ دو اور اس کو آرام سے اُٹھا کر چلو۔''[1]

آپؓ سے شادی کے فوائد

تحریکِ اسلامی کو رسول اللہ ﷺ کے اس نکاح کے ذریعے جو فوائد پہنچے، محترم نعیم صدیقیؒ اُن کے ایک نہایت اہم پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نجد کا علاقہ جہاں انتہائی سیاسی اہمیت رکھتا تھا (کیونکہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ عراق جانے کے لیے ادھر سے بھی گزرتا تھا) وہاں دعوت کے لیے اس کی زمین بے حد سنگلاخ ثابت ہوئی۔ یہاں کے لوگوں نے ایک دعوتی و تعلیمی وفد کے ستر قیمتی افراد کو شہید کر دیا تھا۔ پھر متعدد بار اہلِ نجد نے اسلام کے خلاف فتنہ انگیزیاں کی تھیں۔ حضرت میمونہؓ سردارِ نجد کی اہلیہ کی بہن تھیں۔ حضور سے اس نکاح کے ہوتے ہی فضا بدل گئی اور نجد مدینہ کے زیر اثر ہوتا گیا۔ علاوہ ازیں ان کی متعدد بہنیں نہایت ممتاز سرداروں سے بیاہی گئی تھیں۔[2]

❁ ...... ❁ ...... ❁

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن سمعون بن زید من بنی نظیر

نکاح سابق: آپ کی شادی حَکَم سے ہوئی جو بنوقریظہ میں سے تھا اور غزوۂ بنوقریظہ میں قتل ہوا۔

قبولِ اسلام

غزوۂ بنوقریظہ میں جب مسلمانوں نے یہودیوں کو شکست دی تو حضرت ریحانہؓ بھی

---

[1] صحیح البخاری: ۵۰۶۷؛ مسند أحمد: ۳۲۵۱؛ صحیح مسلم: ۱۴۶۵

[2] محسن انسانیت، ص ۵۱۶

قیدیوں میں آئی۔ ابتداءً انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ پر اُن کا انکارِ حق بہت شاق گزرا۔ آپ نے اُن کو ثعلبۃ بن سعیہ [1] کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''یارسول اللہﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، وہ ضرور اسلام قبول کر کے رہے گی۔'' اس کے بعد وہ حضرت ریحانہؓ کے پاس آئے اور ان کو دعوت اسلام دیتے ہوئے کہا:

اپنی قوم کے پیچھے نہ جایئے، آپ نے تو دیکھ ہی لیا ہے کہ حُیَی بن اخطب اُن کے لیے کیا کیا مصیبتیں لے کر آیا۔ اسلام قبول کیجیے، رسول اللہ ﷺ آپ کو اپنے لیے چن لیں گے۔ آپ کی تقریر کا اُن پر یہ اثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ کو بذریعۂ وحی اس کی خوشخبری دی گئی۔ جب ابن شعبہؓ آپ کی خدمت میں خوشخبری دینے کے لیے آ رہے تھے تو آپ نے جوتوں کی آواز سے پہچان کر فرمایا:

إِنَّ هَاتَينِ لَنَعْلَا ابْنِ شُعْبَةَ [ابن سعية] يُبَشِّرُنِي بِإِسْلَامِ رَيحَانَةَ... [2]

یہ ابن سعیہ کے جوتوں کی آواز ہے جو ریحانہ کے قبولِ اسلام کی خوشخبری دینے آ رہے ہیں۔ اتنے میں ابن سعیہ آئے اور حضرت ریحانہؓ کے قبولِ اسلام کی خوشخبری دی، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

حرم نبوی بننے کا شرف حاصل کرنا

آپؓ کے بارے میں ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آزاد

---

[1] یہاں بعض مؤرخین نے نام ابن شعبۃ لکھا ہے جو دراصل ثعلبۃ بن سعیۃ ہے، جیسا کہ امام طبریؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔ ثعلبہ بن سعیہ ان تین یہودی اہل علم میں سے تھے جنھوں نے محاصرۂ بنو قریضہ کے دوران اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کو بھی یہی مشورہ دیا۔ (تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۵۲۔ ۲۵۳؛ الاصابۃ، ریحانہ، ج ۵، ص ۱۷۹) معلوم ہوتا ہے کہ مشابہت کی وجہ سے کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔

[2] تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۵۲۔ ۲۵۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۹۴۲، امام طبریؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے ابن شعبۃ کے بجائے ثعلبۃ بن سعیۃ نام لکھا ہے۔ اور یہی درست یہی معلوم ہوتا ہے۔

کر کے نکاح فرمایا، مہر دیا، حجاب کرایا اور باری مقرر کی۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کو بہت محبوب تھیں۔ جو چیز بھی مانگتی، رسول اللہ ﷺ آپ کو عطا کر دیتے تھے۔ فرماتی ہیں:

لَوْ كُنْتُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي قُرَيْظَةَ لَأَعْتَقَهُمْ [1]

اگر میں رسول اللہ ﷺ سے بنو قریظہ کی آزادی کا سوال کرتی تو آپ ﷺ ان کو آزاد فرما دیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے شادی نہیں کی بلکہ آپ کو بطور ملکِ یمین رکھا۔ اور یہی روایت زیادہ مشہور ہے۔ تقریباً تمام سیرت نگاروں نے آپ کا شمار ازواج میں نہیں کیا۔

ابنِ جریر طبریؒ اور دیگر ائمہ سیرت کی روایت ہے کہ جب بنو قریظہ کو قید کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ریحانہؓ کو سلمیٰؓ بنت قیس، اُم المنذر کے گھر بھیج دیا[2]۔ جہاں وہ ایک مہینے تک رہیں۔ مہینے بعد رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا: ''اگر چاہو تو میں تمھیں آزاد کر کے شادی کر لوں اور اگر چاہو تو میری ملک میں رہو؟'' حضرت ریحانہؓ نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں آپ کی ملک میں رہوں تو یہ میرے لیے بھی آسان ہوگا اور آپ کے لیے بھی آسان ہوگا۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کی خواہش کے مطابق ان کو اپنی ملکِ یمین میں رکھا، اور ان سے خلوت فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ دس ہجری بمطابق ۶۳۲ء میں فوت ہوگئیں اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔[3]

❁ ...... ❁ ...... ❁

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۰؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۴، ص۲۹۵

[2] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی طور پر حضرت ریحانہؓ کو ان کی قوم کے ایک صاحب علم آدمی حضرت ثعلبہؓ بن سعیہ کے حوالے کیا، جہاں وہ ان کی دعوت سے مسلمان ہوئیں۔ اس کے بعد عدت گزارنے کے لیے اُن کو حضرت اُم منذرؓ کے گھر پر رہنے کا حکم دیا۔

[3] البدایۃ والنہایۃ، ج۴، ص۲۹۴؛ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۵۲؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۱۱؛ الإصابۃ، ج۵، ص۱۷۹

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

مصر کے علاقے انصنا کے گاؤں حفن میں پیدا ہوئیں۔قبطی قبیلے سے تعلق تھا۔سن پیدائش معلوم نہیں۔سولہ ہجری بمطابق ۶۳۷ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔[1]

بارگاہِ نبوی میں آمد

جب رسول اللہ ﷺ نے سات ہجری میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کو خط دے کر کرمقوقس حاکمِ اسکندریہ کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا تو اس نے آپ کے مکتوب کی بڑی قدر ومنزلت کی اور کہا کہ اگر قیصرِ روم نہ ہوتا تو میں ضرور اسلام قبول کرتا۔

اس نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن آپ کے سفیر کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا اور اُن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کئی تحفے تحائف بھیجے،جن میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ،اُن کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا ،ایک ہزار مثقال سونا،بیس جوڑے کپڑے،ایک خچر،جس کا نام دُلدل تھا اور ایک گدھا شامل تھے۔[2]

قبولِ اسلام

آپ رضی اللہ عنہا مصر سے آتے ہوئے راستے میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی دعوت سے مسلمان ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کا آپ رضی اللہ عنہا سے برتاؤ

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سفید رُو،خوبصورت اور گھنگھریالے بالوں والی تھیں۔رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کو بہت چاہتے تھے۔آپ کو مدینہ کے بالائی حصے میں ''مشربہ اُم ابراہیم'' میں سکونت دی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرایا ہوا تھا اور آپ کے پاس وہاں تشریف

---

[1] الأعلام، ج۵،ص۲۵۵

[2] أنساب الأشراف،مصر،ج۱،ص۴۵۰

لے جایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اِسۡتَوصُوا بِالۡقِبۡطِ خَيراً ،فَإِنَّ لَهُمۡ ذِمَّةً وَ رَحِمًا، وَكَانَتۡ هَاجِرَةُ أُمُّ إِسۡمَاعِيلَ مِنۡهُمۡ [1]

قبطیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو کیونکہ ان کے ساتھ عہد اور رحم دونوں کا تعلق ہے۔حضرت اسماعیل کی والدہ ہاجرہ بھی ان میں سے تھیں۔

حضرت ماریہؓ ہی سے آٹھ ہجری میں آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ جب حضرت ابو رافعؓ نے آپ کو بیٹے کی خوشخبری دی تو آپ نے اُن کو ایک غلام عطا کیا۔انصار کی خواتین بڑھ چڑھ کر کوشش کر رہی تھیں کہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلائیں لیکن یہ شرف حضرت اُم بردہؓ ، کبشہ بنت المنذر کو حاصل ہوا۔رسول اللہ ﷺ اُم بردہؓ کے ہاں تشریف لاتے ، وہ آپ کو حضرت ابراہیم دیتیں، آپ انھیں گود میں لیتے اور بوسہ دیتے۔[2]

حضرت ابراہیم ،اُم بُردہؓ کے گھر اٹھارہ یا سولہ ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔آپ اُن کی وفات سے غمگین تھے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے:

تَدۡمَعُ الۡعَينُ وَيَتَّجِعُ الۡقَلۡبُ وَلَا نَقُولُ مَا يُسۡخِطُ الرَّبَ،وَإِنَّا بِكَ يَا إِبۡرَاهِيمُ لَمَحۡزُونٌ [3]

آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل دکھ رہا ہے اور ہم ایسی بات نہیں کہتے جو رب کو ناراض کر دے، اے ابراہیم! ہم تمھارے اوپر غمگین ہیں۔

حضرت ماریہؓ کی فضیلت

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر حضرت ماریہؓ پر خرچ کرتے رہے

---

[1] أنساب الأشراف،مصر، ج۱،ص۴۵۰

[2] أيضاً،ص۴۴۹

[3] أيضاً،ص۴۵۲

پھر اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ فوت ہوئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود لوگوں کو آپ کے جنازے کے لیے اکھٹا کرتے رہے۔ یاقوت حموی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ ماریہ حفن گاؤں سے تھیں تو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بات چیت کی۔ چنانچہ انھوں نے اس گاؤں والوں کی زمین کا خراج معاف کر دیا۔[1]

[1] الأعلام، ج۵،ص۲۵۵

باب دوم

بناتِ طاہراتؓ،
حیات وخدمات
اور داعیانہ کردار

اہلِ بیت کی فضیلت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي

(سنن الترمذی: ۳۷۸۶)

اے لوگو! میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے گم راہ نہیں ہوں گے؛ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری اولاد، میرے گھر والے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش دس قبل نبوت کو ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی شادی نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اِیما پر ابو العاص بن الربیع سے ہوئی جو آپ رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔

قبول اسلام: آغاز اسلام میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی مسلمان ہوئیں۔ [1]

شوہر کے ہاں آپ کی قدر و منزلت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکینِ مکہ کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا تو وہ عداوت پر اُتر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کے نت نئے طریقے آزمانے لگے۔ وہ برابر آپ کو رنج و غم میں مشغول رکھتے تھے۔ ایک ترکیب انھوں نے یہ سوچی کہ آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوا کر آپ کو پریشان کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ابوالعاص کے پاس جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طلاق کا مطالبہ کیا اور ترغیب دینے کے لیے قریش میں سے اپنی مرضی کی بیوی منتخب کرنے کی بھی پیشکش کر دی۔

ابو العاص اگر چہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار سے بے حد متاثر تھے اور اُن سے دلی محبت رکھتے تھے۔ اس لیے قریش کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے کہا:

لَا وَاللّٰهِ إِذًا، لَا أُفَارِقُ صَاحِبَتِي، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِامْرَأَتِي امْرَأَةً مِنْ قُرَيْش [2]

---

[1] الإصابة، ج۸،ص۱۳۹؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸،ص۲۵۸

[2] ابن هشام، ج۱،ص۶۵۲؛ البداية والنهاية، ج۳،ص۸۰؛ تاريخ طبری، ج۲،ص۱۶۳-۱۶۴

نہیں، اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کو جدا نہیں کروں گا اور مجھے قریش کی کسی عورت کی خواہش نہیں۔

بلاذریؒ کی روایت میں یہ بھی ہے:

فَإِنَّهَا خَيرُ صَاحِبَةٍ[1] ''کیونکہ وہ بہترین رفیقۂ حیات ہے۔''

ایک دفعہ ابوالعاص تجارت کے سلسلے میں شام گئے ہوئے تھے۔ اَثنائے سفر میں حضرت زینبؓ کی یاد میں یہ اشعار کہے:

ذَكَرتُ زَيْنَبَ لَمَا وَرَّكْتُ إِرَمَا
فَقُلْتُ سَقْيًا لِشَخْصٍ يَسْكُنُ الْحَرَمَا
بِنْتُ الْأَمِينِ جَزَاهَا اللهُ صَالِحَةً
وَكُلُّ بَعْلٍ سَيُثْنِي بِالَّذِي عَلِمَا[2]

جب میں اِرم کے مقام سے گزرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور کہا کہ وہ شخص شاداب رہے جو حرم میں مقیم ہے۔ امین کی لڑکی کو اللہ جزائے خیر دے اور ہر خاوند اس بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔

حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کے حسن سلوک کا صلہ اس طرح دیا کہ جب وہ غزوۂ بدر میں گرفتار ہوا تو ان کی رہائی کے لیے اپنا ہار بھیجا اور جب دوسری دفعہ گرفتار ہوا تو اُسے پناہ دی۔

ہجرت

جب غزوۂ بدر میں شکست کھانے کے بعد قریش کے کئی لوگ مسلمانوں کی قید میں آئے تو اُن میں حضرت زینبؓ کے شوہر ابو لعاص بن الربیع بھی شامل تھے۔ جب اسیرانِ جنگ کو فدیے کے بدلے آزاد کیے جانے کا فیصلہ ہوا تو ابوالعاص کے بھائی عمرو بن الربیع بھی اپنے بھائی کی رہائی کے لیے فدیہ لے کر آیا۔ فدیہ میں حضرت زینبؓ نے وہ ہار بھیج دیا تھا جو شادی کے وقت اُن کو حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا۔

---

[1] أنساب الأشراف، مصر، ج۱، ص۲۹۷

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۹

رسول اللہ ﷺ نے جب وہ ہار دیکھا تو پہچان گئے، آپ پر رِقت طاری ہوگئی اور حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں۔ آپ نے اُن کے لیے رحمت کی دعا کی اور مسلمانوں سے اپیل کی:

إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا فَافْعَلُوا ...[1]

اگر آپ مناسب سمجھو تو اس کا قیدی بھی رہا کردو اور ہار بھی واپس کردو۔ صحابہ کرامؓ نے فوراً رضامندی ظاہر کی، ابوالعاص کو آزاد کردیا اور حضرت زینبؓ کو وہ ہار بھی واپس کردیا۔ اس کے بدلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کردے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو لانے کے لیے ابوالعاص کے ساتھ حضرت زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ کیا اور فرمایا کہ بطن یاجج[2] میں زینبؓ کا انتظار کرو، جب وہ آجائے تو ساتھ لے کر آؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک انگوٹھی بطور نشانی دی تھی۔ حضرت زیدؓ نے وہ انگوٹھی چرواہے کے ہاتھوں حضرت زینبؓ کے پاس بجھوائی۔ حضرت زینبؓ نے وہ انگوٹھی پہچان لی اور چرواہے سے حضرت زیدؓ سے ملنے کے لیے اُن کا پتا معلوم کیا۔

چنانچہ وہاں لے جانے کے لیے ابوالعاص کا بھائی کِنانہ بن الربیع حضرت زینبؓ کو کجاوے میں بٹھا کر اونٹ ہنکانے لگا۔ اس نے حفاظت کے لیے کمان اور ترکش ساتھ لیا۔ جب قریشِ مکہ کو پتہ چلا تو انھوں نے مقام ذی طویٰ میں کنانہ اور زینبؓ کو آلیا۔ ہَبّار بن الاسود آگے بڑھا اور حضرت زینبؓ کو نیزے سے روکنا چاہا۔ وہ حاملہ تھیں، گر گئیں اور اسقاط حمل ہوگیا۔ کنانہ نے دیکھا تو کھڑا ہوا اور ترکش ہاتھ میں لے کر کہا: وَاللهِ لَا يَدْنُو مِنِّي رَجُلٌ إِلَّا وَضَعْتُ فِيهِ سَهْمًا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! جو بھی میرے قریب آئے گا، تیر سے اس کا کام تمام کردوں گا۔''

---

[1] المستدرك: ٤٣٠٦؛ مسند أحمد: ٢٥٨٣٠؛ سنن أبي داود: ٢٦٩٢؛ تاریخ طبری، ج٢، ص٦٤_١٦٥؛ ابن ہشام، ج١، ص٦٥٢_٦٥٣؛ الطبقات الکبریٰ، ج٨، ص٥٨_٢٥٩

[2] مکہ سے مدینے کی طرف آٹھ میل کے فاصلے پر ایک وادی

لوگوں نے یہ دیکھ کر اِدھر اُدھر ہٹنا شروع کیا۔ ابوسفیان بھی بعض دیگر سردارانِ قریش کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور کنانہ کو کہا: ''تیر ہٹاؤ، ہم تجھ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں''۔ کنانہ نے تیر ہٹایا تو ابوسفیان نے کہا: ''محمد (ﷺ) کے ہاتھوں ہمیں جو مصیبتیں اور تکالیف پہنچی ہیں، اُن کا تمھیں علم ہی ہے۔ اگر تم اُن کی بیٹی کو علانیہ لے جاؤ تو یہ ہماری ذلت اور کمزوری سمجھی جائے گی۔ ہمیں اس کو اپنے باپ سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ تم ابھی لوٹ جاؤ اور جب کچھ خاموشی ہو جائے اور لوگ کہیں کہ ہم نے واقعی اُس کو روک لیا ہے تو پھر اس کو خفیہ طور پر لے جاؤ اور اس کے باپ سے ملا دو۔''

کنانہ نے اس تجویز پر عمل کر کے حضرت زینبؓ کو رات کو روانہ کیا اور بطن یاجج میں حضرت زیدؓ اور اُن کے انصاری ساتھی کے سپرد کر دیا۔ جن کو رسول اللہ ﷺ نے اس مقصد کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ ان کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چلی آئیں۔ [1]

زُرقانیؒ نے طبرانیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ دورانِ ہجرت حضرت زینبؓ کو گرنے کی وجہ سے جو چوٹ لگی تھی اور اِسقاط ہو گیا تھا، اسی درد کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔ اس لیے آپؓ شہیدہ ہیں۔ [2]

رسول اللہ ﷺ ان قربانیوں کے پیش نظر آپؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

هِيَ خَيْرُ بَنَاتِي، أُصِيبَتْ فِيَّ [3] ''وہ میری اچھی بیٹی ہے، جو میری وجہ سے ستائی گئی۔''

آپؓ سے رسول اللہ ﷺ کی غم خواری

حضرت زینبؓ کی بیٹی اُمیمہ کو جب جان کنی کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَدَمَعَتْ عَيْنَاهُ... إِنَّمَا

---

[1] ابن هشام، ج۱،ص۶۵۴-۶۵۵؛ تاریخ طبری، ج۲،ص۱۶۵؛ البدایة والنهایة، ج۳،ص۱۰۱-۱۰۲

[2] زرقانی، ج۴،ص۳۱۸-۳۱۹

[3] الإصابة، ج۵،ص۱۴۱؛ البدایة والنهایة، ج۳،ص۱۰۲

هِيَ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ [1]

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو وہ عطا کرتا ہے اور واپس لے لیتا ہے اور ہر ایک کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو حضرت سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپ رو رہے ہیں، کیا آپ نے رونے سے منع نہیں کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ان پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کا آپؓ کی پناہ کو نافذ کرنا

ایک دفعہ ابوالعاص بن الربیع قریشِ مکہ کے تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ تجارتی قافلہ شام سے واپس آنے والا ہے تو آپ نے اس کے تعاقب میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کی سرکردگی میں ۱۷۰ سواروں پر مشتمل ایک لشکر بھیجا۔ جس نے جمادی الاول چھے ہجری میں قافلے کو بمقام عِیص آلیا اور اس کا سامان قبضے میں لے کر افراد کو گرفتار کرلیا۔ ابوالعاص کسی طرح حضرت زینبؓ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوگئے اور ان سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینبؓ چونکہ مکے میں اُن کی رفاقت اور حسنِ سلوک سے بے حد متاثر تھیں اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کا اعتراف تھا، اس لیے وہ مسجد نبوی جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ''میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''کیا آپ نے بھی وہ سن لیا ہے جو میں نے سنا ہے؟'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ''جی ہاں! ہم نے سن لیا ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ کی پناہ کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُونَ يَدٌّ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ وَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَارَتْ... [2]

---

[1] صحیح البخاری: ۵۶۵۵؛ مسند أحمد: ۲۱۷۷۹

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۰؛ السنن الکبریٰ، ج۹، ص۹۵؛ ابن ھشام، ج۱، ص۶۵۸

مومن غیروں کے معاملے میں ایک ہیں، ان کا ادنیٰ فرد بھی پناہ دے سکتا ہے۔ہم نے بھی اس کو پناہ دی ہے جس کو زینبؓ نے پناہ دی ہے۔حضرت زینبؓ کی سفارش پر رسول اللہ ﷺ نے وہ اشیا بھی ابوالعاص کو واپس دلوادیں جو ان سے لی گئی تھیں۔ساتھ ہی آپ کو، ابوالعاص سے جب تک وہ مشرک رہے، دور رہنے کا حکم دیا۔

حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ قریش کے اس قافلے کو حضرت ابو جندلؓ اور حضرت ابوبصیرؓ نے گرفتار کیا تھا کیونکہ وہ شام کی سرحد پر رہ رہے تھے اور معاہدۂ حدیبیہ کی رو سے وہ مدینہ نہیں آسکتے تھے۔انھوں نے ابوالعاص کو رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری کی وجہ سے یوں ہی چھوڑ دیا تھا۔لہٰذا اس نے حضرت زینبؓ کے پاس جا کر پناہ کی درخواست کی۔حضرت زینبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی محفل میں ان کی مرضی سے آپ کی پناہ کی توثیق کی۔جب ابوجندل اور ان کے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کے اس اقدام کی خبر ملی تو پورے قافلے کا مال و اسباب لوٹا دیا۔[1]

ابو العاص نے اس کے بعد مکے جا کر سب لوگوں کو امانتیں لوٹا دیں اور اعلان کیا:

''اے گروہ قریش! کیا تم میں سے کوئی ایسا بندہ رہ گیا ہے جس کا میرے پاس مال ہو اور اس نے نہ لیا ہو؟''لوگوں نے کہا:''اللہ تعالیٰ کی قسم! کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔''اس کے بعد ابوالعاص نے اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَاللّٰهِ مَا مَنَعَنِي مِنَ الْإِسْلَامِ عِنْدَهُ إِلَّا تَخَوُّفاً أَنْ تَظُنُّوا أَنِّي إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنْ آكُلَ أَمْوَالَكُمْ فَلَمَّا أَدَّاهَا اللّٰهُ إِلَيْكُمْ وَفَرَغْتُ مِنْهَا أَسْلَمْتُ...[2]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔مجھے اسلام قبول کرنے سے اس خوف نے منع کر رکھا تھا کہ کہ تم یہ گمان کرنے لگو کہ میں اس طرح تمھارا مال کھانا چاہتا ہوں۔اب جب اللہ تعالیٰ نے وہ

---

[1] زاد المعاد، ج۳، ص۲۸۳

[2] ابن هشام، ج۱، ص۶۵۸؛ المستدرك: ۵۰۳۸، كتاب المغازي، ج۲، ص۵۵۴

تمھیں ادا کر دیا اور میں اس سے فارغ ہو گیا ہوں تو مسلمان ہو گیا ہوں۔اس کے بعد انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ حضرت زینبؓ ان کی زوجیت میں دے دی۔

رسول اللہ ﷺ ان کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے:

مَا ذَمَمْنَا صِهْرَ أَبِي الْعَاصِ [1]

ہمیں ابوالعاص کے سُسر ہونے پر کوئی ندامت نہیں اُٹھانی پڑی۔

اولاد

کتبِ سِیَر میں آپ کے ایک بیٹے علیؓ بن ابو العاص اور ایک بیٹی اُمامہؓ کا ذکر ملتا ہے۔علیؓ بن ابو العاص فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے اور سن رشد تک پہنچتے ہی فوت ہو گئے۔اُمامہؓ وہی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ حالتِ نماز میں اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے تھے۔حضرت علیؓ مرتضیٰ نے بعد میں ان سے شادی کر لی تھی۔ [2]

وفات

حضرت زینبؓ نے آٹھ ہجری کے اوائل میں تقریباً تیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت اُم ایمنؓ اور اُم عطیہؓ نے آپ کو غسل دیا۔رسول اللہ ﷺ نے اُن کو غسل اور تکفین کا طریقہ بتایا اور اپنے دست مبارک سے قبر میں اُتارا۔ [3] تدفین کے بعد آپؐ نے فرمایا:

كُنْتُ ذَكَرْتُ زَيْنَبَ وَ ضُعْفَهَا، فَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا ضِيقَ الْقَبْرِ وَغَمَّهُ، فَفَعَلَ وَهَوَّنَ عَلَيْهَا [4]

مجھے زینبؓ اور اس کا ضعف یاد آیا، تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس پر قبر کی تنگی اور غم کو آسان فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور اُن پر آسانی فرما دی۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۵۹

[2] الإصابة، ج۵،ص۱۴۰؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۵۸

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸،ص۲۶۰؛ الإصابة، ج۵،ص۱۴۰

[4] أسد الغابة، ج۷،ص۱۳۲

حضرت رُقَیَّہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہؓ کو رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیٹی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ حضرت خدیجہؓ کے ہاں سات قبل نبوت کو پیدا ہوئیں، اُن کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئیں اور رسول اللہ صل ﷺ سے بیعت کی۔ [۱]

نکاحِ اول

حضرت رقیہؓ بعثت نبوی سے قبل ابولہب کے بیٹے عتبہ کو منسوب ہو چکی تھیں، لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ معرکۂ حق و باطل برپا ہونے کے بعد ابولہب رسول اللہ ﷺ کا چچا ہونے کے باوجود آپ کا بدترین دشمن بن گیا۔ اس کی اسلام دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن کریم میں سورۂ لہب ﴿تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ...﴾ (اللھب ۱۱۱:۱) نازل فرمائی۔ جب سورۂ لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹے عتبہ کو بلا کر کہا:

رَأْسِي مِنْ رَأْسِكَ حَرَامٌ إِنْ لَمْ تُطَلِّقِ ابْنَتَهُ... [۲]

اگر تم ان کی بیٹی کو طلاق نہیں دیتے تو میرا اور تمھارا اکٹھا رہنا حرام ہوگا۔ چنانچہ عتبہ نے اپنے باپ کے مطالبے پر حضرت رقیہؓ کو قبل از رخصتی طلاق دے دی۔

ابن ہشامؒ کی روایت میں ہے کہ قریشِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے لیے عتبہ بن ابی لہب سے مطالبہ کیا:

طَلِّقْ بِنْتَ مُحَمَّدٍ وَنَحْنُ نُنْكِحُكَ أَيَّ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ شِئْتَ... [۳]

محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق دے دو، تم قریش کی جس عورت سے بھی چاہو ہم تمھاری شادی کرا دیں گے۔ چنانچہ اس نے طلاق دے کر ابان بن سعید بن العاص کی بیٹی سے شادی کر لی۔

حافظ ابن حجرؒ کی روایت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل فرمائی تو

---

[۱] الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۳۹

[۲] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۱؛ زرقانی، ج۴، ص۳۲۳؛ الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۴۰

[۳] ابن ھشام، ج۱، ص۶۵۲

رسول اللہ ﷺ اور حضرت رقیہؓ نے خود ہی عتبہ سے طلاق کا مطالبہ کیا۔[1] اور یہی زیادہ قرینِ صواب ہے۔

نکاحِ ثانی

عتبہ کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بحکمِ خداوندی آپؓ کا نکاح اپنے رفیقِ خاص حضرت عثمانؓ بن عفان سے کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ أَوحیٰ إِلیٰ أَنْ أُزَوِّجَ کَرِیمَتَیَّ مِنْ عُثْمَانَ، رُقَیَّةَ وَأُمَّ کُلْثُومٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا[2]

اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھے وحی کر دی ہے کہ اپنی جگر گوشوں رقیہ اور اُم کلثوم کی شادی عثمانؓ بن عفان سے کر دُوں۔

جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت رقیہ کو حضرت عثمان غنیؓ کے عقدِ نکاح میں دیا تو اپنی باندی اُم عیاشؓ کو آپؓ کی خدمت کے لیے ساتھ بھیج دیا۔[3]

ہجرتِ حبشہ

مشرکین نے جب مسلسل تکالیف سے مکہ میں مسلمانوں کی زندگی تنگ کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے پانچ نبوی میں اُن کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت دی، کیونکہ وہاں کا بادشاہ اپنی نیکی، رحم دلی اور انصاف میں مشہور تھا۔ حضرت رقیہؓ نے اپنے شوہرِ نامدار حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ ہجرتِ حبشہ اول اور دوم میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی خادمہ اُم عیاش کو بھی خدمت کے لیے ساتھ کر دیا۔ پہلی ہجرت کے موقع پر حضرت رقیہؓ حاملہ تھیں اور ہجرت کے دوران ہی آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔

---

[1] الإصابة، ج۵،ص۱۴۱

[2] الجامع الکبیر للسیوطی: ۲۱۵۹؛ الإصابة، ج۵،ص۱۴۱

[3] البدایة والنهایة، ج۴،ص۳۲۷

جب آپ میاں بیوی ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی قربانی کو سراہتے ہوئے فرمایا:

إِنَّهُمَا لَأَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بَعْدَ لُوطٍ [1]

بے شک! لوطؑ کے بعد یہ پہلی جوڑی ہے جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہجرت کی۔

ائمۂ سیرت نے لکھا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ، رقیہؓ کو لے کر حبشہ چلے گئے تو کافی عرصے تک آپؐ کے پاس اُن کی کوئی خبر نہیں آئی۔ پھر ایک عورت نے آ کر خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ان کی خیریت معلوم کی اور فرمایا:

صَحِبَهُمَا اللهُ، إِنَّ عُثْمَانَ أَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بِأَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ [2]

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو، بے شک عثمان پہلا شخص ہے جس نے لوطؑ کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

ہجرتِ مدینہ

حضرت رقیہؓ نے اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔

رسول اکرم ﷺ کی آپ کو نصیحت

شادی کے بعد رسول اکرم ﷺ نے آپؓ سے پوچھا: كَيْفَ تَجِدِينَ أَبَا عَبْدِ اللهِ؟ ''ابوعبداللہ کو کیسے پایا؟'' حضرت رقیہؓ نے جواب میں عرض کیا: ''ابوجان! اچھا پایا۔'' رسول اکرم ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: أَكْرِمِيهِ فَإِنَّهُ مِنْ أَشْبَهِ أَصْحَابِي بِي خُلُقًا [3] ''اس کی عزت کیا کرو، وہ میرے اصحاب میں میرے ساتھ اخلاق میں سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔''

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۱

[2] أسد الغابة، ج۷، ص۱۱۴؛ البداية والنهاية، ج۲، ص۴۱۷؛ زرقانی، ج۴، ص۳۲۳

[3] الإصابة، ج۵، ص۱۴۲

وفات

رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کی تیاری کر رہے تھے جب حضرت رقیہؓ بیمار ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی تیارداری کے لیے حضرت عثمانؓ کو مدینے میں رہنے کی ہدایت کی۔ اس موقع پر آپ نے حضرت عثمانؓ کے لیے مالِ غنیمت میں حصہ اور غزوہ میں شرکت کے اجر کا بھی اعلان فرمایا۔ سن دو ہجری میں رمضان کا مہینہ تھا، مسلمان غزوۂ بدر کے لیے گئے ہوئے تھے کہ حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا۔ جب حضرت زیدؓ بن حارثہ فتح بدر کی خوشخبری لے کر آ گئے تو آپؓ کی تدفین ہو چکی تھی۔

جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت رقیہؓ (ایک روایت میں حضرت رقیہؓ کی جگہ حضرت زینبؓ کا ذکر ہے۔) کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا: اِلْحَقِي بِسَلَفِنَا عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ ''تم سے پہلے عثمانؓ بن مظعون جا چکے ہیں، تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ۔''

حضرت رقیہؓ کی وفات پر عورتیں رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ اُن کو روکنے کے لیے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اِبْكِينَ وَإِيَّاكُنَّ وَنَعِيقَ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ مَهْمَا يَكُنْ مِنَ الْقَلْبِ وَالْعَيْنِ فَمِنَ اللّٰهِ وَالرَّحْمَةِ وَمَهْمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَاللِّسَانِ فَمِنَ الشَّيْطَانِ... [1]

وہ روئیں لیکن شیطان کی طرح آواز نکالنے سے باز رہیں کیونکہ اگر اظہارِ غم دل اور آنکھ کے ذریعے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور اگر یہ ہاتھوں اور زبان کے ذریعے سے ہو تو شیطان کی طرف سے ہے۔

حضرت فاطمہؓ قبر کے کنارے بیٹھ کر رو رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کپڑے سے ان کے آنسو پونچھتے جا رہے تھے۔[2] ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ درج بالا واقعہ حضرت رقیہؓ کے بارے میں درست نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اُن کی وفات کے موقع پر

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۱؛ زرقانی، ج۴، ص۳۲۴

[2] أيضاً

رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کی وجہ سے مدینہ میں موجود نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی کسی اور بیٹی کی وفات کے موقع پر پیش آیا ہو۔[۱] وفات کے وقت آپؓ کی عمر بائیس سال تھی۔

اولاد

ہجرتِ حبشہ کے دوران آپ کا ایک بچہ تو پیٹ میں ہی ضائع ہوگیا تھا۔ پھر آپؓ کا ایک اور بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ وہ چھے سال کا تھا جب اس کو ایک مرغ نے منہ پر ٹھونگا مارا، جس سے ان کا چہرہ سوج گیا اور چار ہجری میں انتقال کر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے قبر میں اُتارا۔[۲]

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت اُم کلثوم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ حضرت خدیجہؓ کی بیٹی تھیں اور ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا۔ آپ حضرت رقیہؓ سے چھوٹی اور حضرت فاطمہؓ سے بڑی تھیں۔ اس لحاظ سے آپ کی پیدائش سن پانچ اور سن سات قبل نبوت کے درمیان بنتی ہے۔

اسلام کی وجہ سے طلاق

بعثت نبوی سے قبل آپؓ کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کی طرف دعوت دینا شروع کیا تو سردارانِ قریش کے ساتھ آپ کا چچا ابولہب بھی آپ کا سخت دشمن ہوگیا۔ ابولہب کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت میں سورۂ لہب نازل فرمائی۔ جب

---

[۱] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۱

[۲] أیضاً؛ زرقانی، ج۴، ص۳۲۳؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۳، ص۲۳۶

سورۃ اللہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو بلا کر کہا:

رَأْسِي مِنْ رُؤُوسِكُمَا حَرَامٌ إِنْ لَمْ تُطَلِّقَا ابْنَتَيْ مُحَمَّدٍ... [1]

میرا تم دونوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہوگا اگر تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو۔

ابولہب کی بیوی اُم جمیل نے بھی اپنے شوہر کی حمایت کی۔ چنانچہ عُتبہ اور عُتیبہ دونوں نے اپنے والدین کے اِیما پر رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دی۔

ہجرت مدینہ

آپ کی ہجرت کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ضمن میں اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۰ پر درج ہے۔

نکاحِ ثانی

رسول اللہ ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا لیکن سن دو ہجری میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سخت مغموم رہنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو غمگین دیکھا تو وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی وجہ رسول اللہ ﷺ سے ان کو جو رشتہ تھا وہ باقی نہیں رہا، اس سے بڑا غم کیا ہوگا؟ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعۂ وحی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرنے کا حکم ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

يَا عُثْمَانُ هَذَا جِبْرِيلُ أَخْبَرَنِي أَنَّ اللهَ قَدْ زَوَّجَكَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِمِثْلِ صَدَاقِ رُقَيَّةَ عَلَى مِثْلِ صُحْبَتِهَا [2]

عثمان! یہ جبریل علیہ السلام ہے جس نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُم کلثوم تمھاری زوجیت میں دے دی ہے، اسی مہر اور صحبت پر جو رقیہ کو حاصل تھی۔

---

[1] سنن ابن ماجہ: ۱۱۰

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص ۲۹۲

یہ ربیع الاول تین ہجری کا واقعہ ہے۔ [1]

وفات

نو ہجری میں آپ فوت ہوئیں۔ حضرت اسماءؓ بنت عُمیس ، حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب اور حضرت اُم عطیہؓ دوسری انصار خواتین کے ساتھ غسل میں شریک تھیں۔ [2] رسول اللہ ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور غم کی وجہ سے آپ ؐ کے آنسو جاری تھے۔ [3]

جب حضرت اُم کلثومؓ کو قبر میں اُتارا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت پڑھی: ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾ (طٰہٰ ۲۰:۵۵) جب لحد بند کی جانے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اینٹوں کے درمیان خلا کو اچھی طرح بند کرو۔ پھر فرمایا:

أَمَا إِنَّ هٰذَا لَيۡسَ بِشَيۡءٍ وَلٰكِنَّهُ يُطَيِّبُ بِنَفۡسِ الۡحَيِّ [4]

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن یہ زندہ لوگوں کے دلوں کو خوش گوار کرتا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور آپ کی اولاد میں سب سے آخر میں اُن کا انتقال ہوا۔ آپ پانچ قبل بعثت میں جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ [5] ابن عبد البرؒ کے مطابق آپ

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۲؛ العبر، ج۱، ص۲۰

[2] أیضاً

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۶۲

[4] مسند أحمد: ۲۱۶۸۳؛ الإصابة، ج۵، ص۱۴۴

[5] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۱۶

اس وقت پیدا ہوئی تھیں جب رسول اللہ ﷺ کی عمر اکتالیس سال تھی، اور شادی کے وقت آپ کی عمر ساڑھے پندرہ سال تھی۔ وہ وفات کے وقت آپؓ کی عمر اُنتیس سال بتاتے ہیں۔[1] جو پیدائش پانچ قبل بعثت کی صورت میں ہی صحیح ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی اولاد میں صرف حضرت فاطمہؓ ہی زندہ تھیں۔

اَلقاب

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ''سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْمُومِنِينَ'' اور ''سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ'' کے القاب سے نوازا۔ آپ کے کئی القابات ہیں جن میں ایک مشہور لقب بتول بھی ہے۔ جس کے بارے میں ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کی عورتوں میں فضل، دین اور حسب میں بے مثل ہونے یا ایک قول کے مطابق دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے بتول کہلائیں۔[2]

ہجرتِ مدینہ

اس کی تفصیل کے لیے اسی کتاب میں صفحات نمبر ۴۰ پر ہجرت حضرت عائشہؓ کے ضمن میں ملاحظہ کیجیے۔

شادی

سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کے لیے پیغام دیا۔ رسول اللہ ﷺ ان کو دینے پر آمادہ نہ ہوئے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار ہے''۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی کے کہنے پر حضرت عمر فاروقؓ نے نکاح کا پیغام دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابوبکرؓ کو

---

[1] الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۹۳

[2] صحیح مسلم: ۲۴۵۰؛ صحیح البخاری: ۳۶۲۴؛ زرقانی، ج۴، ص۳۳۳؛ الاستیعاب، ج۴، ص۱۸۹۳

دیا تھا۔ [1] سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ؐ نے ان کو فرمایا کہ ابھی وہ چھوٹی ہیں۔ [2]

پھر لوگوں نے حضرت علی مرتضیٰ ؓ کو حضرت فاطمہ ؓ سے نکاح کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے بعد اس کی گنجائش ہے؟ لوگوں نے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے خاندانی قرابت یاد دلائی۔ چنانچہ حضرت علی ؓ نے آمادہ ہو کر حضرت فاطمہ ؓ کے لیے پیغام دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے بخوشی منظور کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں حضرت فاطمہ ؓ سے بھی بات کی، جس پر وہ خاموش رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کرتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے اُن کا نکاح کر دیا۔

شادی کے اخراجات کے لیے حضرت علی ؓ نے اپنا اونٹ اور بعض دیگر اشیا فروخت کیں، جن کی قیمت چار سو اَسی درہم بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ''اس رقم کی دو تہائی خوشبو میں اور ایک تہائی دیگر اشیا کی فراہمی میں خرچ کرو۔'' [3]

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ اپنی لونڈی کی ترغیب پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت فاطمہ ؓ کا رشتہ طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے جلال اور ہیبت کو دیکھ کر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکے اور بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے خود ہی آپ ؓ سے دریافت فرمایا: مَا جَاءَ بِكَ أَلَكَ حَاجَةٌ؟ ''کیسے آنا ہوا، کوئی ضرورت ہے؟'' حضرت علی ؓ حیا کی وجہ سے پھر بھی خاموش رہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے مدعا کو سمجھ گئے اور فرمایا: لَعَلَّكَ جِئْتَ تَخْطُبُ فَاطِمَةَ؟ ''شاید تم فاطمہ ؓ کے لیے پیغام لے کر آئے ہو؟'' جب حضرت علی ؓ نے اِثبات میں جواب دیا تو آپ نے ان سے پوچھا: ''مہر میں دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟'' حضرت علی ؓ جیسے سلطان الفقراء کے پاس دنیاوی

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۲

[2] سنن النسائی، کتاب النکاح، باب تزوج المرأۃ مثلها فی السن

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۲

مال ومتاع کی موجودگی کا کیا سوال ہوسکتا تھا اس لیے فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی قسم، کچھ بھی نہیں ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ان کو زرہ عطا کی تھی، اسی کے بارے میں فرمایا:

قَدْ زَوَّجْتُكَهَا ،فَابْعَثْ إِلَيْهَا بِهَا فَاسْتَحِلَّهَا بِهَا [1]

میں نے وہ تمھاری زوجیت میں دے دی ہے لہٰذا بطور مہر وہی زرہ ان کو دے کر حلال کر دو۔

رخصتی

نکاح ہوجانے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کریں اور آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے جائیں۔ انھوں نے ایک کمرے میں نرم مٹی بچھا دی اور اپنے ہاتھوں سے کھجور کے پتوں سے دو تکیے بھر دیے۔ مشکیزہ اور کپڑے لٹکانے کے لیے کمرے کی دیوار میں ایک لکڑی گاڑ دی، پھر لوگوں کو کھجور اور انگور کھلائے اور میٹھا پانی پلایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہتر کسی کی شادی نہیں دیکھی۔ [2]

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے، اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور پانی طلب کر کے اس میں ہاتھ دھوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بازوؤں اور سینوں پر چھڑکا۔ پھر آپ کو بلایا، آپ شرم کے مارے جھجکتی ہوئی آئیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاللهِ مَا أَلَوتُ أَنْ زَوَّجْتُكِ خَيرَ أَهلِي [3]

اللہ کی قسم! میں نے تمھاری شادی اپنے اہل میں سب سے بہتر شخص سے کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

---

[1] البداية والنهاية، ج۳،ص۱۲۳؛ ابن إسحاق،ص۲۳۰؛سنن أبي داود:۲۱۲۵ (مختصراً)

[2] سنن ابن ماجه:۲۵۴

[3] أسد الغابة، ج۷،ص۲۱۷؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸،ص۲۵۳؛ المنتظم، ج۳،ص۸۷

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیهِمَا وَبَارِكْ عَلَیْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِي نَسْلِهِمَا [1]

یا الٰہی! ان میں برکت ڈال دے، ان پر برکت کا نزول فرمادے اور ان کے لیے ان کی نسل مبارک کردے۔

عموماً جب شادی کے بعد لڑکی اپنے باپ کے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو گھر والوں کی جدائی کی وجہ سے روتی ہے۔ ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ بھی شادی کے بعد رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

مَالَكِ تَبْكِینَ یَا فَاطِمَةُ! فَوَاللّٰهِ لَقَدْ أَنْكَحْتُكِ أَكْثَرَهُمْ عِلْماً، وَأَفْضَلَهُمْ حِلْماً، وَأَوَّلَهُمْ سِلْماً [2]

فاطمہؓ! تم کیوں روتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کردیا ہے جو میرے اہلِ بیت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا، سب سے زیادہ نرم خو اور سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح رجب ایک ہجری میں کیا اور رخصتی اس کے ایک سال بعد غزوۂ بدر کے بعد ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی۔ [3]

جہیز

رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل اشیاء آپؓ کو بطور جہیز دیں۔

ایک منقش تخت، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک مٹی کا برتن، ایک مشکیزہ، ایک چادر، دو چکیاں، ایک پانی پینے کا برتن، دو گھڑے، دو دھاری دار یمنی چادریں، دو چاندی کے بازو بند۔ [4]

---

[1] أسد الغابة، ج۷، ص۲۱۶؛ مسند أحمد: ۱۹۷۹۶

[2] البداية والنهاية، ج۳، ص۱۲۳

[3] الطبقات الكبرىٰ، ج۸، ص۲۵۴ ـ ۲۵۵؛ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب جهاز الرجل ابنته؛ سنن ابن ماجه: ۴۱۵۲

[4] صحيح البخاری: ۲۰۸۹

شادی کے موقع پر اس طرح کا مختصر اور سادہ سا جہیز بے شمار معاشرتی اور خاندانی اُلجھنوں سے نجات کا سبب ہے۔ جہیز اگر نمود و نمائش، حرص و طمع سے پاک، اپنی بساط کے مطابق اور مخلصانہ تحائف پر مشتمل ہو تو شریعت اس سے نہیں روکتی مگر آج کل کا مروّجہ جہیز تو بے شمار سماجی مسائل کی بنیاد ہے جس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔

ولیمہ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو اونٹ تھے۔ میں بنی قینُقاع کے ایک آدمی کو ساتھ کر کے ان پر اذخر (خوش بودار گھاس) لاتا تا کہ ان کو بیچ کر ولیمہ میں خرچ کیا جائے۔ [1]

غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری

غزوۂ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا۔ آپ کے سامنے کے دو دانت شہید ہو گئے اور آپ کے سر کے اوپر جو خود (helmet) تھا، وہ بھی ٹوٹ گیا۔ آپ کے زخموں سے خون جاری تھا، حضرت فاطمہؓ اُن کو دھوتی رہیں اور حضرت علیؓ ڈھال میں پانی لاتے رہے۔ جب خون نہ رکا تو حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر راکھ زخم میں بھر دی جس سے خون رک گیا۔ [2]

فضیلت

آپؓ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ [3]

دو عالم کی خواتین میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون تمھارے اِتباع کے لیے کافی ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری: ۲۹۱۱، ۲۹۰۳، ۳۰۳۷؛ صحیح مسلم: ۱۷۹۰؛ سنن الترمذی: ۲۰۸۵

[2] سنن الترمذی: ۳۸۷۸

[3] صحیح البخاری: ۳۷۱۴

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي [1]

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غصہ دلایا، اس نے مجھے غصہ دلایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت حسن ؓ اور حسین ؓ کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ هٰذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ [2]

جس نے ان دونوں سے اوران کے ماں باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میری منزل میں ہوں گے۔

حضرت زید ؓ بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ [3]

جس سے تمھاری جنگ ہوگی، میری بھی اس سے جنگ ہوگی اور جس سے تمھاری صلح ہوگی، میری بھی اس سے صلح ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ چھے ماہ تک فجر کی نماز کے لیے جاتے تھے تو آپ کا گزر حضرت فاطمہ ؓ کے گھر سے ہوتا تھا۔ وہاں سے گزرتے ہوئے آپ فرماتے جاتے تھے:

اَلصَّلَاةُ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۳) [4]

میرے گھر والو! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ ’’بے شک اللہ تعالیٰ تم سے ناپاکی دور کرنا چاہتا ہے اور تمھیں پاک وصاف کرنا چاہتا ہے۔‘‘

---

[1] سنن الترمذی: ۳۷۳۳؛ مسند أحمد: ۵۷۷

[2] سنن الترمذی: ۳۸۷۰؛ سنن ابن ماجه: ۱۴۵

[3] سنن الترمذی: ۳۲۰۶؛ مسند أحمد: ۱۳۳۱۷، ۱۳۶۲۶؛ المستدرك: ۴۷۴۸

[4] سنن الترمذی: ۳۸۶۸، ۳۸۷۴؛ المستدرك: ۴۷۴۴

رسول اللہ ﷺ کی آپؓ سے محبت

حضرت جمیعؒ بن عمیر فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کسی نے آپؓ سے پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے محبوب کون تھے؟'' انھوں نے فرمایا: فَاطِمَةُ. فَقِيلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ: زَوجُهَا[1]

''فاطمہ۔ پھر پوچھا: مردوں میں کون تھے؟ فرمایا: اُن کے شوہر۔''

اس طرح کی روایت خود حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر صحابہ کے بارے میں بھی مروی ہیں۔ جو بظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ ازواج میں محبوب تر سیدہ صدیقہؓ اور اولاد میں محبوب تر سیدہ فاطمہؓ اور اہل بیت میں سے محبوب تر حضرت علی مرتضیٰؓ اور اصحاب میں سے محبوب تر حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ زیادتِ محبت کے وجوہ وحیثیات مختلف ہیں۔''[2]

دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ...[3]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکل وصورت، اخلاق وعادات اور نشست وبرخاست میں فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو اُن کے مشابہ نہیں پایا۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں، تو آپ اُن کے لیے کھڑے ہوجاتے، اُن کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھ جاتیں، آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو آخر میں حضرت فاطمہؓ کے پاس

---

[1] مدارج النبوۃ، ج۲، ص۵۵۲

[2] سنن الترمذی: ۳۸۷۲؛ سنن أبی داود: ۵۲۱۷

[3] سنن أبی داود: ۴۲۱۳؛ أسد الغابة، ج۷، ۲۱۹؛ زرقانی، ج۴، ص۳۳۴

جاتے اور جب سفر سے لوٹتے تو پہلے اُن کے پاس جاتے اور بوسہ دیتے۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹیوں سے پیار و محبت کرنا، شفقت برتنا اور احترام سے پیش آنا اور اُن کی خیریت جاننے کے لیے اُن کے ہاں جانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

فاطمہؓ، رسول اللہ ﷺ کے جگر کا ٹکڑا

صحیحین میں ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی۔ جب آپؐ کو معلوم ہوا تو سختی سے منع کر کے فرمایا:

إِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي، يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا[2]

وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اُسے بری لگتی ہے وہ مجھے بھی بری لگتی ہے اور جو چیز اُسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا:

إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَإِنِّي أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا ...وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالاً وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا[3]

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ اس کو دین کے معاملے میں فتنے میں ڈال دیا جائے گا...... میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کر رہا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ پر اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کرا کر حضرت علیؓ جس گھر میں رہ رہے تھے، وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر سے کچھ دور تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ اُن کو اپنے قریب کسی گھر میں منتقل کرالیں۔ حضرت فاطمہؓ کی بھی یہی خواہش تھی لیکن چونکہ قرب و جوار میں آپ کا اپنا

---

[1] صحیح البخاری: ۳۷۲۹، ۵۲۳۰؛ صحیح مسلم: ۲۴۴۹؛ سنن الترمذی: ۳۸۶۷

[2] صحیح البخاری: ۳۱۱۰؛ صحیح مسلم: ۲۴۴۹؛ سنن أبی داود: ۲۰۶۹

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۴؛ المنتظم، ج۳، ص۸۷۔۸۸

کوئی گھر نہیں تھا، اس لیے حضرت فاطمہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: ''حارثہؓ بن نعمان سے بات کر لیجیے کہ وہ اپنا کوئی مکان خالی کر دے جس میں ہم منتقل ہو جائیں۔''

حضرت حارثہؓ کے ایسے مکانات موجود تھے اور وہ پہلے بھی ایسے کئی مکانات خالی کر چکے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ حیا کی وجہ سے ان سے مطالبہ نہیں کر رہے تھے۔ لیکن جب ان کو معلوم ہوا تو خود ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ'' آپ فاطمہؓ کو اپنے قریب کسی گھر میں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر میرے کئی مکانات موجود ہیں، جو بنونجار کے محلے میں آپ کے سب سے قریب ہیں۔ بے شک! میری جان و مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہر وقت حاضر ہیں۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی قسم، میرے جس مال کو آپ شرف قبولیت بخشتے ہیں، وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو آپ چھوڑ دیتے ہیں۔'' (راوی کہتا ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے (آپ کی پرخلوص پیشکش سن کر) فرمایا: صَدَقْتَ، بَارَكَ اللهُ عَلَيكَ...[1] '' تم سچ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے مال میں برکت عطا فرمائے!'' پھر حضرت فاطمہؓ کو ان کے مکان میں منتقل کرا دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی مدد

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کی محفل لگی ہوئی تھی۔ ابوجہل وہاں موجود تھا، اس نے لوگوں کو کہا: ''کیا تم لوگ اس ریا کاری کو دیکھ رہے ہو؟ تم میں سے کون اس کام کے لیے تیار ہے کہ فلاں قبیلے کے اونٹوں کے پاس جا کر ان کا گوبر، خون، اور دیگر گندگی لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائیں تو وہ ساری چیزیں اُن کی پشت پر ڈال دے۔'' ایک بد بخت نے جا کر ایسا ہی کیا۔ قریش خوشی کے مارے ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو بتایا، آپ باوجود کم سنی کے اسی وقت دوڑتی ہوئی آئیں۔ رسول اللہ ﷺ ابھی سجدے میں ہی

---

[1] صحیح البخاری: ۳۸۴۵، ۳۱۸۵، ۵۲۰؛ صحیح مسلم: ۱۷۹۴

تھے۔آپ نے گندگی اُٹھا کر پھینک دی، سر مبارک کو دھویا اور مشرکین کو برا بھلا کہا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کو خطرے سے آگاہ کرنا

ہجرت سے کچھ دن قبل سرداران قریش نے مل کر اپنے بتوں کے ناموں کی قسم اٹھائی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو پایا تو ان کو اکٹھے ہو کر شہید کر دیں گے۔جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس روتی ہوئی آئیں اور عرض کیا:

هٰؤُلَاءِ الْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ تَعَاهَدُوا عَلَيْكَ لَوْ قَدْ رَأَوْكَ قَامُوا إِلَيْكَ فَقَتَلُوكَ... [2]

اِن سرداران قریش نے آپس میں آپ کے خلاف طے کرلیا ہے کہ اگر آپ کو پالیں تو اُٹھ کر شہید کرڈالیں اور ان میں سے ہر ایک نے آپ کے خون بہانے میں سے اپنا حصہ معلوم کرلیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے وضو کے لیے پانی طلب کیا اور وضو کر کے اطمینان سے مسجد تشریف لے گئے۔مشرکین نے آپ کو دیکھا اور پہچانا لیکن اپنے سر نیچے کر لیے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی لی اور ان کی طرف پھینک دی۔وہ مٹی جس کو بھی لگی، وہ غزوۂ بدر میں مارا گیا۔

اِطاعت کا جذبہ

عموماً عورتوں کو زیورات سے محبت ہوتی ہے، لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر دنیوی زیب وزینت کی محبت سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور رضامندی کا جذبہ غالب تھا۔سنن نسائی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کے پاس سونے کا ہار دیکھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی نے تحفے میں دیا تھا۔چونکہ رسول اللہ ﷺ کو دنیوی زیب وزینت ناپسند تھی، اس لیے جب دیکھا تو ناگوار گزرا اور فرمایا: ''فاطمہ! کیا تمھیں یہ خوش فہمی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہے حالانکہ تیرے ہاتھ میں آگ کا ہار

---

[1] مسند أحمد: ۳۴۷۵، ۲۵۸۷؛ المنتظم، ۲، ص ۳۷۹؛ إتحاف الورىٰ، ج۱، ص ۲۲۸

[2] مسند أحمد: ۲۷۶۲؛ المستدرك: ۴۷۲۵

ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے فوراً ہار بازار میں بھجوا کر فروخت کرایا اور اس رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو اپنی خوشی کا اظہار یوں کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجّٰى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ [1]

تمام تعریفوں کی سزاوار وہ ذات ہے جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ سے واپسی پر حضرت فاطمہؓ کے گھر آنا چاہا لیکن دروازے پر پردہ اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ جب حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو فوراً پردہ چاک کیا اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے ہاتھوں سے کنگن اُتروا کر پھینک دیے۔ وہ دونوں روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

إِنَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي أَكْرَهُ أَنْ يَأْكُلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ! اِشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ [2]

یہ میرے اہل بیت ہیں، میں نہیں چاہتا کہ یہ اپنے مزے دنیا میں ہی لُوٹ لیں۔ اے ثوبان! فاطمہؓ کے لیے نگینوں کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لو۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ آپؓ کے گھر آئے تو دیکھا کہ دروازے پر مختلف رنگوں سے منقش پردہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو دنیوی زیب و زینت پسند نہیں تھی، اس لیے اندر داخل ہوئے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ جب حضرت علیؓ گھر آئے تو آپ کو غمگین دیکھا۔ آپ نے صورت حال بتا کر ان کو رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کی وجہ پوچھنے کے لیے بارگاہِ نبوی میں بھیجا۔ جب آپ کو حضرت علیؓ کی زبانی رسول اللہ ﷺ کی ناپسندیدگی کا پتہ چلا تو فوراً کہا: لِيَأْمُرْنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ ''رسول اللہ ﷺ جو بھی چاہیں، اس کے بارے میں حکم دیں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے فلاں لوگوں کو

---

[1] سنن أبي داود: ۴۲۱۳؛ مسند أحمد: ۲۱۸۵۸

[2] صحيح البخاري: ۲۶۱۳؛ سنن أبي داود: ۴۱۴۹؛ مسند أحمد: ۴۷۱۳

دے دو، ان کو اس کی ضرورت ہے۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت فاطمہؓ ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مَا أَخْرَجَكِ مِنْ بَيْتِكِ يَا فَاطِمَةُ! قَالَتْ: أَتَيْتُ أَهْلَ هٰذَا الْمَيِّتِ فَتَرَحَّمْتُ إِلَيْهِمْ وَعَزَّيْتُهُمْ بِمَيِّتِهِمْ... [2]

فاطمہ! تم گھر سے کیوں نکلی ہو؟ انھوں کہا: میں اس میت کے گھر والوں کے ہاں تعزیت اور ہمدردی کے لیے آئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا: شاید تم ان کے ساتھ قبرستان تک گئی ہو؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں کہ ان کے ساتھ قبرستان تک جاؤں جب کہ میں نے آپ سے اس بارے میں (ممانعت کا) سنا ہے۔

اسباب کی قلت اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحت

حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ کی خدمت کے ساتھ ساتھ بچوں کی دیکھ بھال اور اُمور خانہ داری خود ہی انجام دیا کرتی تھیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ دیگر بے شمار مصروفیات کے ساتھ ساتھ گھر کا پانی خود ہی بھر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ تنگ آ کر حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کے مشورے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک غلام مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں ۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آنے کا مقصد دریافت فرمایا تو شرم کے مارے سوال نہ کر سکیں اور عرض کیا کہ میں تو آپ کی خدمت میں سلام دینے کے لیے آئی تھی۔

جب گھر لوٹیں تو حضرت علیؓ بھی ساتھ ہو گئے اور دوبارہ دونوں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ؐ! پانی بھرتے بھرتے سینے میں درد ہونے لگا

---

[1] سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب النعی؛ مسند أحمد: ٦٥٣٨؛ البدایة والنهایة، ج٢، ص٢٣٩

[2] مسند أحمد: ٨٤٠، ١٣١٥؛ سنن أبي داود: ٢٩٨٨

ہے۔"حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! "چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں اور آپ کے پاس قیدی وافر مقدار میں آئے ہوئے ہیں اس لیے ہمیں ایک خادم عطا کیجیے۔"

رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تکالیف سن کر فرمایا:

وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيكُمَا وَأَدَعُ أَهْلَ الصُّفَّةِ تَطْوَىٰ بُطُونُهُمْ لَا أَجِدُ مَا أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنِّي أَبِيعُهُمْ وَأُنْفِقُ عَلَيْهِمْ أَثْمَانَهُمْ ...[1]

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اہل صفہ کو چھوڑ کر تمھیں کچھ بھی نہیں دے سکتا کیونکہ وہ بھوک کی وجہ سے نڈھال ہیں اور میرے پاس ان کے خرچ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں ان قیدیوں کو بیچ کر ان کی رقم سے ان کے اخراجات پورے کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ کا جواب سن کر (چونکہ ان پر اصل حقیقت واضح ہوگئی، اس لیے) دونوں گھر واپس چلے گئے۔ گھر پر اوڑھنے کے لیے جو چادر دستیاب تھی، اس میں اگر سر چھپاتے تو پاؤں کھلے رہ جاتے اور اگر پاؤں چھپاتے تو سر کھلے رہ جاتے۔ رسول اللہ ﷺ بھی پیچھے تشریف لے آئے۔ دونوں تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا: کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں جو تم نے مانگی ہے؟ دونوں نے کہا: کیوں نہیں! تو رسول اللہؐ نے فرمایا: وہ چند کلمات ہیں جو مجھے جبریلؑ نے سکھائے ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ اور جب سونے کے لیے بستر پر آؤ تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ، اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا: لختِ جگر! کیا اب راضی ہو؟ تو آپ نے کہا:

رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَنْ رَسُولِهِ[2]

میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت ضباعہؓ بنت

---

[1] سنن أبي داود: ٢٩٨٨

[2] سنن أبي داود: ٢٩٨٧

زبیر اوران کی بہن آئی تھیں۔ باقی تفصیل وہی ہے۔[1] ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس موقع پر فرمایا:

اِتَّقِي اللّٰهَ يَا فَاطِمَةُ! وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ[2]

فاطمہ! اللہ سے ڈرو، اپنے رب کا عائد کردہ فرض پورا کرو اور اپنے گھر کا کام خود کرو...

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا بستر بکری کی ایک کھال تھی۔ جب وہ دونوں سونا چاہتے تو کھال کو اس طرح پلٹا کر بچھاتے کہ اُون والی طرف اوپر آجائے ،جس پر کھجور کی چھال سے بھرا ہوا سرہانا رکھ دیتے تھے۔[3]

دنیا پر آخرت کو ترجیح دینا

حضرت علیؓ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انھوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے پاس گئیں ۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت اُم ایمنؓ موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے حضرت اُم ایمنؓ کو کہا کہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہؓ کی ہے۔آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی۔ حضرت فاطمہؓ اندر آگئیں تو عرض کیا: ''یا رسول اللہؐ! ان فرشتوں کا کھانا تو لا الٰہ الا اللہ ،سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا ہے۔ ہمارا کھانا کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمد کے گھرانے کے کسی گھر میں تیس دن سے آگ نہیں جلی۔ ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تم کو دے دوں اور اگر چاہو تو تم کو وہ پانچ کلمات سکھا دوں جو حضرت جبریلؑ نے مجھے سکھائے ہیں۔''

حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: ''نہیں بلکہ مجھے تو وہی کلمات سکھا دیں جو آپ کو

---

[1] أيضاً: ۲۹۸۸

[2] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۱۹

[3] کاندھلوی، محمد یوسف، مولانا: حیاۃ الصحابہ، ج ۳ ص ۵۵

حضرت جبریل نے سکھائے ہیں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''تم یہ کہا کرو: یَا أَوَّلَ الأَوَّلِینَ وَ یَا آخِرَ الآخِرِینَ وَ یَا ذَاالْقُوَّۃِ المَتِینِ وَ یَا رَاحِمَ المَسَاکِینِ وَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ۔'' حضرت فاطمہؓ یہ کلمات لے کر واپس چلی گئیں۔ جب حضرت علیؓ کے پاس پہنچیں تو انھوں نے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' آپ نے عرض کیا: ''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس دنیا لینے گئی تھی لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا: ''پھر تو یہ دن تمھارا سب سے بہترین دن ہے۔''[1]

خانگی معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی نصیحت

حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ سے شروع میں ذرا سختی سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ آپ کی شکایت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلی گئیں۔ حضرت علیؓ بھی پیچھے پیچھے گئے اور جا کر ایسی جگہ پر کھڑے ہو گئے جہاں سے ان کی باتیں سن سکتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ کی سختی کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے انھی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اِسْمَعِي وَ اسْتَمِعِي وَ اعْقِلِي، إِنَّہُ لَا اِمرءٌ بِامْرَأَۃٍ لَا تَأْتِي ھَوٰی زَوجِھَا وَ ھُوَ سَاکِتٌ...[2]

کان لگا کر سنو اور سمجھو! کوئی مرد بھی اپنی عورت پر جبکہ وہ اس کی خواہش پوری نہیں کرتی، خاموش نہیں رہ سکتا۔ حضرت علیؓ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ ان پر سختی سے باز آ گئے اور آئندہ کے لیے عہد کیا کہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جو ان کے لیے باعثِ تکلیف ہو۔

بیٹی اور داماد کے اختلاف کو اس طریقے سے حل کرنے کی عملی تعلیم خود بیٹی کے گھر کو اُجاڑنے سے بچانے کا کامیاب ترین نسخہ ہے۔ والدین کو اپنی شادی شدہ اولاد کے تنازعات کے حوالے سے اس طریقۂ کار کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۵

[2] صحیح البخاری: ۴۷۷۱، ۳۵۲۷، ۲۷۵۳؛ صحیح مسلم: ۲۰۶

نیک عمل کرنے کی نصیحت

حضرت فاطمہؓ سے رسول اللہ صلی ﷺ کو بے حد محبت تھی لیکن اس محبت کے باوجود رسول اللہ ﷺ ان کو ہمیشہ عمل کرنے کی نصیحت فرماتے تھے کہ کہیں وہ آپ سے قربت پر تکیہ کر کے بیٹھ نہ جائیں۔ جب یہ آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء۲۶:۲۱۴) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش، بنوعبد مناف، عباسؓ بن عبدالمطلب، صفیہؓ بنت عبدالمطلب اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

اِشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا... يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا ، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا [۱]

اپنی جانوں کو بچانے کے لیے سودا کرو۔......اے صفیہ! رسول اللہ کی پھوپھی، اے فاطمہ، رسول اللہ کی بیٹی! میں تمھیں اللہ تعالیٰ سے نہیں بچا سکتا، ہاں میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔

رسول اللہ ﷺ کو خود پر ترجیح دینا

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو کئی دنوں تک فاقوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب مشقت نے شدت اختیار کی تو آپ نے ازواج مطہراتؓ کے حجروں کا چکر لگایا، لیکن کسی کے پاس سے بھی کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ملی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور بھوک سے آگاہ کیا لیکن انھوں نے بھی جواب دیا کہ کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو کسی نے دو روٹیاں اور کچھ گوشت آپؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ کو اگرچہ خود اس وقت کھانے کی شدید ضرورت تھی لیکن پھر بھی وہ چیزیں لے کر ایک برتن میں رکھ دیں اور اس پر سرڈھانک کر فرمایا:

---

[۱] البداية والنهاية، ج۴، ص۵۰۱؛ المنتظم، ج۳، ص۸۸

وَاللهِ لَأُوثِرَنَّ بِهٰذَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفْسِي وَ مَنْ عِنْدِي
''اللہ تعالیٰ کی قسم! ان چیزوں کے بارے میں، میں اپنے آپ اور گھر والوں پر رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دوں گی۔''

اس کے بعد حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو رسول اللہ ﷺ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ نے کھانا اُن کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے برتن سے ڈھکن اُٹھایا تو دیکھا کہ برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ہے۔ آپ جان گئیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ حمد وثنا اور درود کے بعد انھوں نے کھانا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی کا شکر ادا کر کے لختِ جگر سے پوچھا: ''بیٹی! یہ اتنا کھانا کہاں سے آیا؟'' حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: يَا أَبَتِ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ، ﴿إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران ۳: ۳۷) ''باباجان! یہ اللہ تعالیٰ کی دَین ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لختِ جگر کا ایمان افروز جواب سن کر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَكِ شَبِيهَةَ سَيِّدَةِ نِسَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَإِنَّهَا كَانَتْ إِذَا رَزَقَهَا شَيْئاً فَسُئِلَتْ عَنْهُ قَالَتْ: ﴿إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران ۳: ۳۷)... [1]

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے تمھیں بنی اسرائیل کی خواتین کی سردار خاتون جیسا بنایا، کیونکہ جب ان کو اللہ کچھ دیتا اور اس کے بارے میں ان سے پوچھا جاتا تو کہتیں: بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ازواج مطہراتؓ کو کھلایا، انھوں نے سیر ہو کر کھایا لیکن کھانے میں کچھ کمی نہیں آئی پھر بقیہ کو پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ، ج۲، ص ۴۶۲

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت فاطمہؓ نے اپنی والہانہ محبت کا اظہار یوں کیا: ''یہ روٹی میں نے پکائی لیکن میرا دل اس وقت تک مطمئن نہیں ہوا جب تک آپ کی خدمت میں لے کر حاضر نہیں ہوئی۔'' رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ'' گزشتہ تین دنوں میں یہ پہلا کھانا ہے جو تمھارے والد کے پیٹ میں گیا۔''[1]

دعا سے شَغف

خاتونِ جنت کا معمول تھا کہ ہر کام میں دوسروں کو خود پر ترجیح دیتی تھیں۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؓ آپ کی اِنابت اِلی اللہ کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہؓ کو دیکھا ہے کہ وہ گھر کی جائے نماز میں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہوجاتی۔ میں نے انھیں مسلمان مرد اور عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعا کرتے سنا...[2]

اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ دعوت دین کی جدوجہد میں مصروف کارکنوں کو انفرادی عبادات، دعاؤں اور قربِ اِلٰہی کے لیے ذکر واذکار کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

راز کی حفاظت/آپؓ سے محبت

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہراتؓ آپ کی خدمت میں موجود تھیں کہ اتنے میں حضرت فاطمہؓ آئیں، ان کی چال ڈھال رسول اللہ ﷺ سے بالکل مشابہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو بطور استقبال مرحبا کہا اور پھر اپنی دائیں یا بائیں طرف بٹھایا اور ان کے کان میں آہستہ سے

---

[1] مدارج النبوۃ، ج۲، ص۵۴۳

[2] صحیح مسلم: ۲۴۵۰؛ صحیح البخاری: ۳۶۲۶، ۳۶۲۴

کچھ فرمایا تو وہ سخت رونے لگیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں تو دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا تو ہنسنے لگیں۔ جب حضرت فاطمہؓ جانے لگیں تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خصوصی طور پر آپ ہی سے راز کی بات کی، پھر آپ کے رونے اور ہنسنے کی کیا وجہ؟ اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کے کان میں کیا کہا؟ اس وقت حضرت فاطمہؓ نے جواب میں کہا:

مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ ...[1]

''میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو فاش نہیں کروں گی۔'' جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو حضرت عائشہؓ نے ان کو اپنے حق کا واسطہ دے کر پوچھا کہ اب تو بتاؤ، رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کیا کہا تھا؟ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبریلِ ہر سال مجھ پر ایک دفعہ قرآن پیش کرتے ہیں اور اس سال انھوں نے دو دفعہ پیش کیا ہے۔ جس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ میری وفات قریب ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر کرو، میں تمھارے لیے بہترین پیش رو ثابت ہوں گا۔'' یہ سن کر میں روئی۔ پھر جب آپ نے میرا رونا دیکھا تو (صحیح مسلم کے مطابق) دوسری دفعہ ارشاد فرمایا: ''کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم اس اُمت کی خواتین یا جنت کی خواتین کی سردار بن جاؤ؟'' صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں (فاطمہؓ) اہل بیت میں سب سے پہلے آپ سے ملوں گی۔'' تو میں ہنسنے لگی۔

رسول اللہ ﷺ سے جدائی کا غم

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا صدمہ ایسا تھا کہ صحابہ کرامؓ کے ہوش وحواس اُڑ گئے۔ حضرت فاطمہؓ فطری طور پر سب سے زیادہ متاثر ہوئیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں مبتلا ہو گئے تو آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے غم سے کہا: ''ہائے بابا جان کی تکلیف!'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری: ۴۴۶۲؛ سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۹

’’ تیرے باپ پر آج کے بعد تکلیف نہیں ہوگی۔‘‘ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ’’اے میرے بابا جان ! آپ نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا، آپ کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے......‘‘ جب رسول اللہ ﷺ کی تدفین ہوگئی تو انھوں نے حضرت انس کو کہا:

يَا أَنَس أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُو عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ[1]

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا تمھارے دل نے گوارا کیا؟

جب رسول اللہ ﷺ کی تدفین ہوگئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روضۂ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

إِنَّا فَقَدْ نَاكَ فَقْدَ الْأَرْضِ وَابِلَهَا
وَغَابَ مُذْ غِبْتَ عَنَّا الوَحْيُ وَالْكُتُبُ
فَلَيتَ قَبْلَكَ كَانَ المَوتُ صَادَفَنَا
لَمَّا نُعِيتُ وَحَالَتْ دُونَكَ الكُثُبُ[2]

ہم آپ کی جدائی اس شدت سے محسوس کر رہے ہیں جس طرح زمین بارش کو ترستی ہے۔ جب آپ ہم سے غائب ہو گئے تو وحی اور کتابیں بھی ہم سے غائب ہو گئیں۔ کاش ! آپ سے پہلے موت ہمیں اپنی آغوش میں لے لیتی۔ جب آپ کے وصال کی خبر آئی اور ہمارے درمیان ریت کے ڈھیر حائل ہو گئے۔

پھر جب عورتوں کے مجمع میں لوٹیں تو درج ذیل اشعار پڑھے:

اِغْبَرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ وَ كُوِّرَتْ
شَمْسُ النَّهَارِ وَ أَظْلَمَ العَصْرَانِ

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ، ج ۲، ص ۴۸۸

[2] العقد الفرید، ج ۵، ص ۱۹۴

فَالأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَئِيبَةٌ
آسِفاً عَلَيهِ كَثِيرَةُ الرَّجْفَانِ[1]

آسمان کا افق غبار آلود ہو گیا۔ سورج بے نور ہو گیا اور دن رات تاریک ہو گئے۔
رسول اللہ ﷺ کے بعد زمین سخت غمگین ہو گئی گویا اس پر خوب بونچھال آنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا آپؓ کو اتنا صدمہ ہو گیا تھا کہ اس کے بعد چھے ماہ تک زندہ رہیں لیکن اس دوران کبھی مسکراتی ہوئی نہیں دیکھی گئیں۔[2]

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے راضی ہونا

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اگرچہ آلِ رسول کو اپنی آل پر ترجیح دیتے تھے لیکن چونکہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ''ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اس بنا پر انھوں نے آپ کا مطالبہ تو نہیں مانا لیکن یہ اعلان کیا کہ ''آل محمد اس مال میں سے اسی طرح کھاتے رہیں گے جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں کھاتے تھے۔'' آپؓ حضرت ابوبکرؓ کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئیں اور ناراض ہو کر چلی گئیں۔[3]

مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے پاس آئے، حضرت علیؓ نے ان کے لیے اذن طلب کیا۔ آپ نے حضرت علیؓ کی رضامندی معلوم کی۔ جب حضرت علیؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو آپؓ نے اجازت دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی دل جوئی کے لیے گفتگو کی اور معذرت طلب کی، جس سے آپ راضی ہو گئیں۔[4]

---

[1] الروض الأنف، ج۴، ص۴۵۵

[2] أسد الغابة، ج۷، ص۲۲۱

[3] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۶

[4] سیر أعلام النبلاء، ج۲، ص۱۲۹؛ زرقانی، ج۴، ص۳۳۷؛ المنتظم، ج۴، ص۹۵

حیاداری

حضرت اسماءؓ بنت عمیس ہجرت کے سلسلے میں کئی سال تک حبشہ میں رہ چکی تھیں، اس لیے وہاں کے رسم ورواج سے خوب واقف تھیں۔ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے ان کو کہا:

إِنِّي قَدِ اسْتَقْبَحْتُ مَا يُصْنَعُ بِالنِّسَاءِ إِنَّهُ يُطْرَحُ عَلَى الْمَرْأَةِ الثَّوْبُ فَيَصِفُهَا ...مَا أَحْسَنَ هٰذَا وَأَجْمَلَهُ![1]

میں اس کو اچھا نہیں سمجھتی کہ عورتوں کی میت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس میں اُن کا جسم نمایاں رہتا ہے۔حضرت اسماءؓ نے جواب میں کہا: رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشے! کیا میں تمھیں وہ چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی ہے؟ پھر کچھ تر شاخیں منگوا کر چارپائی کے اوپر جوڑ دیں اور ان پر ایک کپڑا ڈال دیا۔جس سے پردے کی بہترین صورت بن گئی۔(جو آج کل کا عرف ہے) حضرت فاطمہؓ نے دیکھا تو خوش ہو کر کہا: واہ، کیا حسین وجمیل ہے یہ!

خدماتِ حدیث

آپؓ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔[2] آپ سے درج ذیل صحابہؓ اور صحابیاتؓ نے روایت کی ہے۔

علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، سلمہ بن الاکوع، انس بن مالک، عائشہ، اُم سلمہ، اسماء بنت عمیس،[3] حسن، حسین، فاطمہ بنت حسین، اُم رافع رضی اللہ عنہم اجمعین۔[4]

---

[1] جوامع السيرة،ص۲۸۳

[2] الإصابة، ج۵،ص۱۳۴

[3] تهذيب التهذيب، ج۱۲،ص۴۴۱

[4] مسند أحمد:۲۷۰۶۸؛ الطبقات الكبرىٰ، ج۸،ص۲۵۶

وفات

حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ وہ وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری پر مامور تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے اُن کو بلا کر فرمایا: ''اماں! میرے لیے غسل کا انتظام کرو۔'' میں نے حکم پر عمل کر دیا۔ آپؓ نے غسل کر کے فرمایا: ''میرے عمدہ کپڑے لے آو۔'' میں نے تعمیل ارشاد کر دیا۔ آپ نے کپڑے زیبِ تن کر کے فرمایا: ''میرے لیے گھر کے وسط میں بستر بچھا دو۔ میں نے بچھا دیا۔ آپؓ نے بستر پر قبلہ رو لیٹ کر فرمایا: ''اب میں فوت ہونے والی ہوں، چونکہ میں غسل کر چکی ہوں اس لیے میرا بدن نہ کھولا جائے۔'' اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ حضرت علیؓ بوقت وفات موجود نہیں تھے۔ اس لیے جب گھر تشریف لائے تو حضرت سلمیٰؓ نے ان کو یہ سارا قصہ بیان کر دیا۔[1] انھوں نے اسی غسل پر اکتفا کر کے دفن کر دیا۔[2]

حافظ ابن کثیرؒ نے درج بالا روایت کو ضعیف کہا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ قریب الوفات ہو گئیں تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو وصیت کی کہ وہ، حضرت علیؓ اور سلمیٰؓ آپ کو غسل دیں۔ ابن اثیرؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔[3] امام ابن جریر طبریؒ کے مطابق حضرت علیؓ اور اسماءؓ بنت عمیس نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا، حضرت عباسؓ نے جنازہ پڑھایا اور حضرت علیؓ، عباسؓ اور فضل بن عباسؓ نے قبر میں اُتارا۔[4] یاد رہے کہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ تھیں۔ اس سے دونوں گھرانوں کے قریبی اور خوش گوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔

---

[1] فضائل الصحابة، ج۲، ص۶۲۹؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۶

[2] البداية والنهاية، ج۵، ص۴۰

[3] تاریخ طبری، ج۲، ص۴۷۴

[4] صحیح البخاری: ۳۰۹۳

آپ کی وفات رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھے ماہ بعد ہوئی۔[1] آپ کی تدفین رات ہی کو دار عقیل کے ایک گوشے میں ہوئی۔[2] اس وقت آپ کی عمر اُنتیس سال تھی۔[3] حضرت اسماء ؓ نے آپ کے لیے جو تابوت بنایا تھا وہ آپ کے جنازے پر رکھا گیا۔[4]

آپ ؓ کی وفات پر حضرت علی ؓ کے اشعار

جب آپ ؓ فوت ہوئیں تو حضرت علی ؓ غم سے نڈھال ہو گئے، سخت روئے اور اپنے دکھ کا اظہار یوں کیا:

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيلَيْنِ فُرْقَةٌ
وَ كُلُّ الَّذِي فَوْقَ الفِرَاقِ قَلِيلٌ
وَ إِنَّ افْتِقَادِي فَاطِمَةَ بَعْدَ أَحْمَدَ
دَلِيلٌ عَلَى أَنْ لَا يَدُومَ خَلِيلٌ[5]

ہر دو ملنے والے دوستوں کے لیے جدائی لازمی ہے اور موت سے کم تر ہر غم تھوڑا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے بعد فاطمہ ؓ کی مجھ سے جدائی اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بھی دوست دائمی نہیں ہوتا۔

❁ …… ❁ …… ❁

[1] الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۵۸

[2] المستدرك: ۴۷۶۱

[3] أسد الغابة، ج۷، ص۲۲۱

[4] مروج الذهب، ج۲، ص۲۹۱

[5] الإصابة، ج۵، ص۱۴۳؛ أسد الغابة، ج۷، ص۳۷۴؛ الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۲۹۲

ماحصل (Conclusion)

صحابیاتؓ میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کی حیثیت ہراول دستے کی ہے۔جس میں ہر عمر کی خواتین شامل تھیں، جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔انھوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کی اور اس کی عملی تصویریں بن گئیں۔ان میں بیشتر بڑے بڑے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، خدمت، محبت اور راہِ حق میں مشکلات برداشت کرنے میں کمال درجہ استقامت کا مظاہرہ کیا۔عبادات کا میدان ہو یا انفاق فی سبیل اللہ کا، امر بالمعروف ہو یا نہی عن المنکر، عامۃ الناس کی تعلیم وتربیت ہو یا راہ خدا میں لڑنے والے مجاہدین کی خدمت، ازواجِ مطہرات نے ایسی مثالیں پیش کیں جو رہتی دنیا تک رشد و ہدایت کا ذریعہ رہیں گی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو سب سے پہلی آواز جو آپ کی تصدیق اور حمایت کے لیے اٹھی، وہ آپ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہؓ کی تھی۔ حضرت خدیجہؓ ایک مالدار اور شریف خاتون تھیں۔انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے اپنے غلام سمیت اپنی ساری دولت آپ پر نچھاور کردی۔مشکل سے مشکل گھڑی میں بھی رفاقت کا حق ادا کیا۔آپ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتیں اور مشرکین کی ایذاؤں کو ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔دولت مندی کے باوجود خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتیں اور ہر وقت آپ کی حفاظت کے لیے فکرمند رہتیں۔رسول اللہ ﷺ بھی اُن سے بے حد محبت کرتے تھے۔ان کی شاندار خدمات کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی اُن کی جنت کی پیشن گوئی فرمائی تھی۔

اُمہات المومنین ؓ کی بے مثال ٹیم میں حضرت عائشہ کا کردار قائدانہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ہجرت سے پہلے آپ سے نکاح فرمالیا تھا لیکن رخصتی ہجرت کے بعد عمل میں آئی۔ ازواج مطہراتؓ میں آپ سب سے نوعمر اور ذہین تھیں۔ حضرت سودہؓ کو چھوڑ کر بقیہ سب ازواجِ مطہراتؓ کے مقابلے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے طویل رفاقت کا شرف حاصل ہے۔ خود حضرت سودہؓ کی باری بھی آپ کو حاصل تھی۔ اس لیے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ فیض حاصل کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ طویل عرصے تک زندہ رہیں اور لوگوں کو اپنے علم وعمل سے فیض پہنچاتی رہیں۔ آپ نے فرامینِ نبوی کی اشاعت میں زبردست حصہ لیا۔ آپ کی اجتہادی آراء کثرت سے کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

آپ نے غزوات میں مجاہدین کی خدمت کی اور راہِ خدا میں انفاق کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔ داعئ اعظم کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ آپ خشیتِ الٰہی کی وجہ سے کثرت سے روتی تھیں اور حیا و حجاب کا عملی نمونہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو بے حد چاہتے تھے۔

آپ کا رویہ برائیوں کے ساتھ مصالحانہ نہیں بلکہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا تھا، آپ کے داعیانہ مزاج کی متعدد مثالیں کتب حدیث اور تاریخ میں موجود ہیں۔ آپ نے کئی مرتبہ حضرت معاویہؓ کو خطوط کے ذریعے متنبہ فرمایا۔ جب بھی کوئی منکر دیکھتیں، اس کے سدباب کی کوشش کرتیں۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت صفیہ اُم طلحہ کی بیٹیاں بغیر چادر کے نماز پڑھ رہی ہیں تو منع کیا اور حدیث سنائی۔ جب دیکھا کہ حفصہ بنت عبد الرحمٰن نے باریک اوڑھنی اوڑھ رکھی ہے تو قرآن سے استدلال کرتے ہوئے منع کر دیا۔ جب ایک عورت کو صلیب والے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کا عمل بطور حجت پیش کیا اور اس کو منع کر دیا۔ اسی طرح ایک لڑکی کو بجنے والے زیور کے استعمال سے منع کیا۔ اپنے بھائی عبد الرحمٰن کو کامل وضو کی نصیحت کی۔ اپنے کرایہ دار کو نرد (شطرنج کی طرح ایک

کھیل) کھیلنے کی وجہ سے مکان سے نکالنے کی دھمکی دی۔ایک مرتبہ عورتوں کو نصیحت کی کہ اپنے شوہروں کو بتائیں کہ پانی سے طہارت حاصل کیا کریں۔

انکساری کا یہ عالم تھا کہ بے شمار فضائل ومناقب کے باوجود آپ نے کبھی یہ پسند نہیں کیا کہ کوئی آپ کی تعریف کرے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد مکی دور کے مشکل حالات میں حضرت سودہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنیں۔آپ کا نکاح تو حضرت عائشہؓ کے بعد ہوا لیکن رخصتی پہلے ہوئی تھی۔آپ نے راہِ خدا میں دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی۔آپ سخاوت کو بہت پسند کرتی تھیں۔رسول اللہ ﷺ کی خوشی اور رضامندی آپ کی اولین ترجیح تھی اور اسی مقصد کے لیے آپ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کیا تھا۔احکامِ رسول پر سختی سے کاربند رہتی تھیں۔ظریف الطبع خاتون تھیں،کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کو کسی بات پر ہنسا کر غم دور کر دیتی تھیں۔اشاعت حدیث میں بھی حصہ لیا۔

حضرت حفصہؓ رسول اللہ ﷺ کے رفیقِ خاص حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں جو اس دور میں بھی لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے آپ کی تعلیم کے لیے بطورِ خاص حضرت شفاءؓ کو مقرر کیا تھا۔آپ کو روزوں سے خصوصی شغف تھا۔ خلافت ِصدیقی میں جب قرآن کو کتابی شکل میں مدون کیا گیا تو وہ پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ ،اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے پاس محفوظ رہا،ان کی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ نے اس کا بارِ حفاظت اٹھایا۔جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت کی اور بھائی کو میدانِ جنگ میں جانے کا مشورہ دیا تا کہ ان کی غیر موجودگی میں لوگ کسی تردد کا شکار نہ ہوں۔رسول اللہ ﷺ کی ناراضی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں،صدقے کا خاص شوق تھا۔ہر مشکل میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں۔فرامین نبوی کا اچھا خاصا حصہ آپ سے منقول ہے۔

حضرت اُم سلمہؓ نے آغازِ دعوت میں اسلام قبول کیا اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے ہجرتِ حبشہ اول، دوم اور ہجرتِ مدینہ کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کی ہجرتِ مدینہ کا واقعہ بڑا درد انگیز ہے۔ آپ نے اسلام کی خاطر ایک لمبے عرصے تک خاوند اور بیٹے سے جدائی برداشت کی۔ اطاعت کا یہ عالم تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے ہار پر اظہارِ ناپسندیدگی کیا تو فوراً اس کو اتار کر پھینک دیا۔ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی کا خیال رکھتی تھیں۔ آپ کے دل میں مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کا زبردست جذبہ تھا۔ جب آپ کے بھتیجے نے نماز میں پھونک ماری تو فوراً حدیث سے استدلال کر کے منع کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی اور نہ کرنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے محروم ہونے کی وعید سنائی۔ جب دیکھا کہ امراء مسنون اوقات پر نماز نہیں پڑھتے تو اُن کو تنبیہہ کی۔

آپ غزوۂ خیبر، مریسیع (مصطلق) اور طائف میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ جب نواسۂ رسول کو بنو اُمیہ نے ظالمانہ شہید کیا تو ان کے قہر و غضب کی پرواہ کیے بغیر ان پر لعنت کی۔ آپ میں حیا کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ صاحب عقل و بصیرت خاتون تھیں۔ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر لوگوں نے جذباتی ماحول میں رسول اللہ ﷺ کے حکم میں عمل کرنے میں تاخیر کی تو آپ کے ایک صائب مشورے سے مشکل حل ہو گئی اور فضا سازگار ہو گئی۔ جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت کی اور اپنے بیٹے کو مدد کے لیے بھیجا لیکن خود ایک حدیث کے پیش نظر گھر سے نہیں نکلیں۔ اسی جنگ میں حضرت عائشہؓ کو ایک فصیح و بلیغ خط کے ذریعے نکلنے سے منع کرنے کی کوشش کی۔

ارشادات نبوی سننے کا اتنا شوق تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو جاتے تو سارے کام چھوڑ کر خطبہ سنتیں اور یاد کر کے اس کی اشاعت کرتیں۔ آپ سے ۳۷۸ احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔ آپ کا حلقۂ تلامذہ کافی وسیع ہے۔

آپ شرعی احکام میں بھی لوگوں کی بھرپور مدد کرتی تھیں۔

حضرت زینبؓ قریش کی شریف زادی اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کے لیے ایک آزاد کردہ غریب النسل آدمی سے شادی کے لیے آمادہ ہوئیں۔ جب اُن کے ساتھ گزران نہ ہوا تو بحکمِ اِلٰہی رسول اللہ ﷺ سے شادی ہوئی۔ آپ تقویٰ، خشیتِ اِلٰہی، عبادات، کثرت روزہ، نفس کشی، صدقہ، صلہ رحمی اور یتیموں کی مدد میں اپنی مثال آپ تھیں۔ واقعۂ اِفک میں حضرت عائشہؓ کی بھرپور حمایت کی۔ جب بھائی فوت ہوا تو تین دن کے بعد صرف اس لیے خوشبو لگائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کبھی حج پر بھی نہیں گئیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''گھروں کو لازم پکڑو۔'' پوری پوری رات عبادت میں گزارتی تھیں۔ آپ کے نکاح کی برکت سے کئی باطل رسموں کا خاتمہ ہوا۔

حضرت زینبؓ اُم المساکین اگرچہ تھوڑا عرصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہیں لیکن اس میں بھی اطاعت کی اعلیٰ مثالیں چھوڑیں۔

حضرت جُویریہؓ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ آپ غزوۂ بنو المصطلق میں قید ہو کر بارگاہِ نبوی میں آئیں۔ جب آپ کو رسول اللہ ﷺ نے باپ کے ساتھ جانے کا اختیار دیا تو آپ نے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور خدمت نبوی میں رہنے کو ترجیح دی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آزاد کر کے شادی فرمائی تو صحابہ کرامؓ نے بھی یہ کہہ کر آپ کے قبیلے کے دیگر قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں۔ آپ ہر وقت ذکرِ اِلٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔ اشاعتِ حدیث میں بھی حصہ لیا۔

حضرت اُم حبیبہؓ کا والد ابوسفیان مشرکین قریش کا سردار اور رسول اللہ ﷺ کی

مخالفت میں پیش پیش تھا لیکن آپ نے پھر بھی آغازِ اسلام میں دعوت نبوی پر لبیک کہا اور اپنا گھر بار چھوڑا اور ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔ حبشہ میں آپ کا شوہر مرتد ہو گیا لیکن آپ نے کمال درجہ استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام دیا تو بے حد خوش ہوئیں اور خوشخبری لانے والے کو بے شمار قیمتی تحائف دیے۔

آپ اسلام کے مقابلے میں کسی رشتے ناطے کی پرواہ نہ کرتی تھیں۔ جب آپ کے والد نے حالت شرک میں رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو آپ نے بیٹھنے سے منع کر دیا اور کہا کہ تم اس بستر کے لائق نہیں ہو، ساتھ ہی اس کو مناسب اور معقول طریقے پر اسلام کی دعوت دی لیکن اس وقت اسے اسلام لانا نصیب نہ ہوا۔ احادیثِ رسول پر سختی سے عمل پیرا تھیں۔ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو تین دن کے بعد خوشبو لی اور ہاتھوں اور رخساروں پر لگائی کیونکہ حدیث کے مطابق شوہر کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے۔ سنت کی بے حد پابند تھیں۔ جب خلیفہ ثالث فسادیوں کے نرغے میں آئے تو مناسب تدبیر کر کے ان کی مدد کی۔ خوفِ آخرت کا یہ عالم تھا کہ وفات سے کچھ قبل سوکنوں سے معافی مانگ لی اور خود بھی اُن کو معاف کر دیا۔ پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی اِشاعت کی کوشش کرتی رہیں۔

حضرت میمونہؓ عمرۃ القضاء کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ طبعی باتوں میں بھی موافقت کی کوشش کرتی تھیں۔ آپؓ کا فرمان ہے کہ ''میں صرف وہی چیز کھانا پسند کرتی ہوں جو رسول اللہ ﷺ کو پسند ہو۔'' عامۃ الناس کی اصلاح و تربیت اور منکرات کے سدباب کی بھرپور کوشش کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کوئی رشتہ دار شراب نوشی کر کے آپ کے گھر میں آیا تو ڈانٹ کر نکال دیا۔ اسی طرح جاہلانہ تخیلات کی اصلاح کی بھی کوشش کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حالت حیض میں اپنی بیوی سے بستر الگ کر لیتے تھے، جب آپ کو معلوم ہوا تو منع

کردیا۔اس طرح ایک خاتون نے بیت المقدس جاکر نماز پڑھنا چاہی تو اس کو کہا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔آپ متقی،صلہ رحمی کرنے والی،سنت کی پابند،نعمتوں کی قدردان،اورطبعاً ذہین تھیں۔آپ نے تعلیمات نبوی کے پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔رسول اللہ ﷺ سے آپ کے نکاح کے بعد اہلِ نجد اسلام کے بارے میں نرم ہو گئے۔

حضرت صفیہ بنونضیر کے سردار کی صاحبزادی تھیں۔لیکن جب غزوۂ خیبر میں قیدیوں میں آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اختیار دیا تو آزاد ہوکر اپنی قوم میں جانے کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایثار کا یہ عالم تھا کہ مرض وفات میں رسول اللہ ﷺ کو تکلیف میں دیکھ کر فرمایا کہ ''کاش! آپ کی تکلیف مجھے مل جاتی اور آپ کو سکون مل جاتا۔'' آپ کے اس پرخلوص محبت اور ایثار کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی۔ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ آپ سے ناراض ہوئے تو حضرت عائشہؓ کو اپنی باری دے کر سفارش کرائی۔ رسول اللہ ﷺ جب اِعتکاف میں بیٹھ جاتے تو زیارت کے لیے آتی رہتیں۔ایک دفعہ ایک لونڈی نے شرارت کرکے حضرت عمر فاروقؓ کو آپ کی شکایت کی لیکن آپ نے سزا کے بجائے حسن سلوک کا اعلیٰ مظاہرہ کرکے اس کو آزاد کردیا۔رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلسل اُمت کی اصلاح وتربیت کی کوشش کرتی رہیں۔تلاوت کے ساتھ رونے کی تاکید کرتیں،جب حضرت عثمانؓ کو بلوائیوں نے محصور کرکے کھانا پینا بند کردیا تو آپ کسی نہ کسی طرح اُن کو پہنچاتی رہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئیں تھیں۔انھوں نے حتیٰ المقدور آپؐ کی مشکل ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹایا اور راہِ خدا میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر و اِستقامت کا مظاہرہ کیا۔حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ کو

اسلام کی وجہ سے قبل از رخصتی ہی طلاق کا دُکھ سہنا پڑا۔آپ کی چاروں صاحبزادیوں کو ہجرت کا شرف حاصل ہے۔

دورانِ ہجرت حضرت زینبؓ کو خصوصی طور پر اذیت برداشت کرنی پڑی۔اس دوران آپ کو اونٹ سے گرایا گیا تو اِسقاط حمل ہو گیا۔آپ اسی چوٹ سے بعد میں شہید ہو گئیں۔رسول اللہ ﷺ بھی آپ کی جائز خواہشات کا احترام کرتے تھے۔

آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے تو بچپن میں ہی خود کو آپ کے مشن کی کامیابی کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔جب مشرکین نے آپ پر حالتِ نماز میں غِلاظت ڈالی تو حضرت فاطمہؓ دوڑ کر آئیں، سر مبارک کو دھویا اور اُن بدبختوں کو برا بھلا کہا۔جب مشرکین نے مل کر رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تو فوراً آ کر اطلاع کر دی۔جب آپ کے سونے کے زیور پر رسول اللہ ﷺ نے اظہارِ ناگواری فرمایا تو فوراً اتار کر فروخت کر دیا اور اس کی رقم سے ایک غلام خرید کر آزاد کیا۔آپ نے قلتِ اسباب کے باوجود راہِ خدا میں صبر و استقامت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔جب کئی کئی دنوں کے فاقوں کے بعد کوئی چیز میسر آتی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو یاد کرتی تھیں۔جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو اتنی غمزدہ ہوئیں کہ مرنے تک نہیں مسکرائیں۔آپ نے اطاعت اور حیاداری کی بہترین مثالیں چھوڑیں۔رسول اللہ ﷺ کے بعد بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہیں لیکن پھر بھی اشاعت حدیث میں نمایاں حصہ لیا۔

مصادرومراجع (Bibliography)

عربی کتب

(۱) ابن أثیر، عز الدین، أسد الغابة، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۴م

(۲) أحمد بن محمد بن حنبل، فضائل الصحابة تحقیق: وصی اللہ بن محمد عباس، بیروت، ۱۹۸۳م

(۳) أیضاً، مسند أحمد، بیروت، دار احیاء التراث الإسلامی، الطبعة الثانیة، ۱۹۹۳م

(۴) الإصبهانی، أبو نعیم، أحمد بن عبد اللہ، حِلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، بیروت، دار الکتاب العربی، الطبعة الخامسة، ۱۹۸۷م

(۵) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح البخاری)، ریاض، مکتبہ دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹م

(۶) البلاذری، أحمد بن یحیٰ بن جابر، أنساب الأشراف، تحقیق: دکتور محمد حمید اللہ، مصر، دار المعارف، ۱۹۵۹ء

(۷) أیضاً، فتوح البلدان (مترجم اُردو: سید ابو الخیر مودودی)، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۰ء

(۸) بیھقی، أحمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، ملتان، إدارہ تالیفات أشرفیہ، بدون تاریخ

(۹) أیضاً، شعب الایمان، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۰ھ

(۱۰) أیضاً، دلائل النبوة، ببیروت، دار الفکر، ۱۴۱۸ھ

(۱۱) الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ریاض، مکتبة دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹م

(۱۲) ابن الجوزی، أبو الفرج عبد الرحمان، المنتظَم فی تاریخ الأمم

والملوک (تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، مصطفی عبدالقادر عطا)، بیروت، دار الکتب العلمیّة، ۱۹۹۲م
(۱۳) أیضاً، صفة الصفوة، حیدر آباد دکن، دائرة المعارف العثمانیة
(۱۴) الحاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۰م
(۱۵) ابن حزم، علی بن أحمد بن سعید، جوامع السیرة وخمس رسائل أخریٰ، تحقیق: الدکتور ناصر الدین الأسد، مصر، دار المعارف، بدون تاریخ
(۱۶) ابن خَلِکان، أحمد بن محمد بن أبی بکر، وفیات الأعیان وأنباء ابناء الزمان، قم، منشورات الشریف الرضی، الطبعة الثانیة، ۱۳۰۲ھ
(۱۷) أبو داود، سلیمان بن أشعث، سنن أبی داود، ریاض، مکتبه دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹م
(۱۸) الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان، تاریخ إسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، تحقیق: الدکتور عمر عبد السلام تدمری، بیروت، دار الکتاب العربی، الطبعة الثانیة، ۱۹۸۹م، جزء عهد خلفائے راشدین
(۱۹) أیضاً: تذکرة الحفاظ، حیدر آباد دکن، مجلس دائرة المعارف العثمانیة، الطبعه الثالثة، ۱۹۵۵م
(۲۰) أیضاً، سیر أعلام النبلاء، بیروت، موسسة الرسالة، الطبعة الرابعة، ۱۹۸٦م
(۲۱) أیضاً، العبر فی خبر من عبر، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۷م
(۲۲) الزُرقانی، محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن أحمد، شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، تحقیق: محمد عبد العزیز الخالدی، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹٦م
(۲۳) الزِرِکلی، خیر الدین، الأعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال والنساء من العرب والمستغربین والمستشرکین، بیروت، دار العلم للملایین، الطبعة السابعة، ۱۹۸٦ء
(۲۴) السمهودی، نور الدین علی بن جمال الدین، وفاء الوفاء بأخبار

دار المصطفی، بیروت، دار احیاالتراث العربی، ۱۹۸۴ م
(۲۵) السُهیلی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الخثعمی، الروض الأنف، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۷ م
(۲۶) السیوطی، جلال الدین، الخصائص الکبریٰ یعنی کفایة الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، پشاور، المکتبة الحقانیة، بدون تاریخ
(۲۷) الطبری، محمدبن جریر: تاریخ الأمم والملوک (تاریخ طبری)، بیروت، موسسة الأعلیمی للمطبوعات، بدون تاریخ
(۲۸) الطبرانی، المعجم الکبیر، الموصل، مکتبة العلوم والحکم، الطبعة الثانیة، ۱۹۸۳ء
(۲۹) ابن عبد البر، یوسف النمری ، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب (تحقیق: محمد البجاوی)، بیروت، دار الجبل، ۱۹۹۲ م
(۳۰) أیضاً، الدررفی اختصار المغازی والسیر، تحقیق: الدکتور شوقی ضیف، القاهرة، دار التحریر للطباعة والنشر، ۱۹۶۶ م
(۳۱) ابن عبد ربه، أحمد بن محمد، الأندلسی ، العقد الفرید، بیروت، دار الکتب العلمیة
(۳۲) العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی : الإصابة فی تمییز الصحابة، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۲م
(۳۳) أیضاً، تهذیب التهذیب، حیدر آباد دکن ،مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة، ۱۳۲۷ھ
(۳۴) ابن عساکر، أبو القاسم علی بن الحسن بن هبة اللہ بن عبداللہ الشافعی، تاریخ مدینة دمشق، (تراجم النساء)، تحقیق: عمر بن غرامة العمروی، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۸ م
(۳۵) عمر بن فهد ،النجم ، إتحاف الوریٰ بأخبار أمر القری ،تحقیق :فهیم محمد شلتوت، القاهرة، جامعة أم القریٰ ،مکتبة الخانجی للطباعة والنشر والتوزیع، بدون تاریخ
(۳۶) علی بن برهان الدین الشافعی الحلبی، السیرة الحلبیة المسماة إنسان

العیون فی سیرة الأمین المأمون ، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی و أولاده، رجب، ۱۳۴۹ھ

(۳۷) عماد الدین ابن کثیر، البدایة و النهایة، بیروت ، دار الفکر للطباعة و النشر و التوزیع، ۱۹۹۶م

(۳۸) القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجه، بیروت، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۹م

(۳۹) مالک بن أنس، الموطأ، کراتشی، قدیمی کتب خانه، بدون تاریخ

(۴۰) محمد بن إسحاق بن یسار ، المبداء و المبعث و المغازی (سیرة ابن إسحاق) ، تحقیق : دکتور محمد حمید الله، الریاض، دار إحیاء التراث العلمی الإسلامی ۱۹۸۱م

(۴۱) محمدبن جریر طبری، تاریخ الأمم والملوک، بیروت، مؤسسة الأعلیمی للمطبوعات، بدون تاریخ

(۴۲) محمدبن سعد بن منیع الزهری ، الطبقات الکبری، بیروت ، دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۹۶م

(۴۳) المسعودی، علی بن الحسین بن علی ، مروج الذهب ومعادن الجوهر ، بیروت، دار الأندلس للطباعة و النشر، ۱۹۶۵م

(۴۴) مسلم بن الحجاج القشیری ، صحیحِ مسلم، ریاض، مکتبه دار السلام للنشر و التوزیع، ۱۹۹۹م

(۴۵) النسائی، أبو عبد الرحمٰن بن شعیب، سنن النسائی، ریاض ، دار السلام للنشر و التوزیع، أبریل ۱۹۹۹م

(۴۶) النووی، محی الدین بن شرف ، تهذیب الأسماء و اللغات، بیروت، دار الکتب العلمیة، بدون تاریخ

(۴۷) واقدی، محمد بن عمر ، کتاب المغازی ، تهران، إنتشارات إسماعیلیان، بدون تاریخ

(۴۸) أیضاً، کتاب المغازی، تحقیق : الدکتور مارسدن جونس، بیروت، موسسة الأعیلمی للمطبوعات، ۱۹۶۶م

(۴۹) عبد الملك بن هشام المعافری، السیرة النبوية(سیرة ابن هِشام)، تحقیق:مصطفیٰ السقا وغیرہ،مصر،مطبع مصطفی البابی الحلبی وأولادہ،الطبعةالثانية،١٩٥٥م

اُردو کتب

(۵۰) احمد خلیل جمعہ،نساء من عصر النبوة (مترجم اُردو: مولانا اصغر علی/عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین)،کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء

(۵۱) ایضاً،نساء مبشرات بالجنة (مترجم اردو:مفتی ثناء اللہ محمود/جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین) کراچی، دارالاشاعت

(۵۲) انصاری ،ندوی ،سعید ،مولانا: **سیر الصحابیات مع اُسوۂ صحابیات**،کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۰ء

(۵۳) خالد جامعی ،سید(مرتب): جریں، ج ۲۷ شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی، ۲۰۰۴ء

(۵۴) دہلوی ،عبد الحق محدث، شیخ ،علامہ: **مدارج النبوۃ** ،مترجم اُردو: مفتی غلام معین الدین نعیمی، لاہور، ضیا القران پبلی کیشنز، دسمبر ۱۹۹۸ء

(۵۵) شبلی نعمانی، **سیرۃ النبی**، لاہور، ناشرانِ قرآن لمیٹڈ، س ن

(۵۶) طالب ہاشمی: **تذکار صحابیاتؓ**، لاہور، البدر پبلی کیشنز ،اڈیشن ۱۹، جنوری ۱۹۹۸ء

(۵۷) کاندہلوی، محمد یوسف، مولانا: **حیاۃ الصحابہ** (مترجم: مولانا محمد احسان الحق)، کراچی، دارالاشاعت

(۵۸) محمد حمید اللہ ،ڈاکٹر، **رسول اکرم کی سیاسی زندگی**، کراچی ،دارالاشاعت، اشاعت ہفتم، ۱۹۸۷ء

(۵۹) محمد رفیع عثمانی، مفتی: **نوادر الفقہ**، کراچی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، جولائی، ۲۰۰۳ء

(٦٠) **محمد شفیع**، مفتی، جواہر الفقہ (اوزان شرعیہ)، مکتبہ دار العلوم کراچی
(٦١) نعیم صدیقی: **عورت معرض کشمکش میں**، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اڈیشن ۳۰،نومبر ۱۹۹۹ء
(٦٢) ایضاً، **محسن انسانیت**، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، تیسواں ایڈیشن، ۱۹۹۸ء
(٦٣) نیاز فتح پوری: **صحابیات**، کراچی، نفیس اکیڈمی، طبع ہفتم، اپریل ۱۹۸۱ء

ENGLISH BOOK

(64) Tyron Edward,D.D:**The World Great Quotations**,New Delhi ,Crest Publishing House,Reprinted 2005

یہ کتاب......

- مصنف کی پی ایچ ڈی کی تحقیق کا ایک حصہ ہے۔ موضوع عملی نوعیت کا ہے۔
- دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خواتین کی ہمہ جہتی دعوتی اور اِصلاحی خدمات کا مرقع ہے۔
- مواد کتبِ احادیث اور سیرت و تاریخ کے مستند اور اصل مصادر سے لیا گیا ہے۔
- ایک ایک واقعے کے لیے متعدد حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔
- واقعات کا تجزیہ کر کے عملی زندگی پر منطبق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- بہت سارا مواد ایسا ہے جو اِس موضوع پر موجود اُردو کتابوں میں دستیاب نہیں ہے۔
- زبان سادہ استعمال کی گئی ہے۔ مشکل الفاظ اور تراکیب سے اجتناب کیا گیا ہے۔
- دعوت و اصلاح کا کام کرنے والی خواتین کے لیے راہ نما ہے۔



اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ 54790 042-35252501-02
islamicpak@gmail.com SMS ur Address: 0322-4673731 www.islamicpublications.pk